بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبٍ اقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت: ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۷) واذا سمعوا

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۷) وَإِذَا سَمِعُوا

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

اِدارہ نشریاتِ ولی

18/927 حسن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

فون 6360656 موبائل 0320-5041953

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ......ستمبر ۲۰۰۷ء رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

تعداد ......ایک ہزار

سرورق ......رشید شاہد

باہتمام ......سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران

کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ......عابد پریس کراچی

ہدیہ ......۱۵۰/ ایک سو پچاس روپے صرف

۷۶۶۹۸

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱ـ۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵ـ۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱ـ۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۴۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵ـ۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۳۱۶۱۱
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۶۵۰۸۶
- ☆ کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۵۲۹۲۹ـ۵۵۳۹۳۸۰
- ☆ ماسٹر فوٹو اسٹیٹ ڈی ایچ اے phase.4 کراچی فون: ۵۸۹۸۰۶۰

فہرست مضامین

39-11

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۷) وَاِذَا سَمِعُوْا

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سورۃ المائدۃ آیت ۸۳تا۱۲۰	
۸۳	جب لوگ کلام اللہ کو سنتے ہیں تو عرفانِ حق کے سبب ان کی آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں لوگوں کا بھی کہنا ہوتا ہے ہم ایمان لے آئے ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں میں لکھ لیجئے۔	۱۳
۸۴	طالب حق کو ایمان وتسلیم کی راہ سے کوئی رکاوٹ نہیں، وہ اُمید کی تمنا لئے ہوئے ہیں ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں میں شامل کرے گا۔	۱۳
۸۵	اہلِ حق کا کارواں، بہشت میں باغات پائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ کے لئے ان کو رہنا ہے نیک لوگوں کے لئے یہ خوب اچھا صلہ/بدلہ ہے۔	۱۳
۸۶	اور جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔	۱۳
۸۷	اے اہلِ ایمان جو پاک چیزیں تمہارے لئے حلال قرار پائی ہیں ان کو حرام مت کہو، حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔	۱۴
۸۸	اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق میں حلال، مرغوب پاک چیزیں کھاؤ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے۔	۱۴
۸۹	تمہاری بیہودہ اور لغو قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں اگر جان بوجھ کر پکے ارادے پر قسم کھائی ہے تو پکڑ ہے تو قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اوسط درجے کا، ایک غلام یا کنیز کی رہائی، اگر یہ نہ کر سکو تو تین دن روزے رکھو، تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات بیان کردیئے ہیں تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔	۱۶
۹۰	اے اہلِ ایمان! شراب، جوا، اور بتوں کے استھان فال نکالنے کے پانسے یہ سب شیطانی کام ہیں اُن سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔	۱۶
۹۱	شیطان تو چاہتا ہے اپنے پھندے کے جال میں ڈال کر شراب جوئے کی لت میں مُبتلا کرکے بُغض، عداوت، اور دُشمنی پیدا کردے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل رکھے، لہٰذا شیطان کے فریب سے بچتے رہو۔	۱۶
۹۲	تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اس کے حکم سے روگردانی کروگے تو جان لو! رسول ﷺ کے ذمہ پیام واضح پہنچا دینا ہے۔	۱۶
۹۳	جو لوگ ایمان واطاعت میں ثابت قدم رہے نیک عمل کرتے رہے راہِ تقویٰ اختیار کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔	۱۷
۹۴	حالت احرام میں شکار نہ کیا کرو اس میں تمہارا امتحان اور آزمائش ہے اور اللہ معلوم کرے گا کہ کون اس سے ڈرنے والا ہے اور جن نے حد سے تجاوز کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔	۲۳
۹۵	حالت احرام میں جان بوجھ کر شکار کرلیا تو کفارہ دینا ہوگا تم میں سے جس نے قصداً قتل کیا تو اس کا	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	بدلہ اسی طرح کا جانور ہے۔ دو معتبر آدمیوں کو فیصلہ کا اختیار ہے اس نیاز کا یہ ہدیہ خانہ کعبہ تک پہنچایا جائے یہ اس گناہ کا کفارہ ہے یا محتاج کو کھانا کھلایا جائے یا روزے رکھے جائیں تاکہ احرام کی حالت میں شکار کرنے والا اپنے کئے کی سزا پائے، جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔	۲۳
۹۶	حالت احرام میں سمندر اور دریا کا شکار پکڑنا، کھانا، حلال لیکن خشکی کا شکار پکڑنا، حرام کیا گیا۔	۲۳
۹۷	بیت اللہ تقدس اور حرمت کا مرکز ہے اور لوگوں کے لئے حرمت کے ایام رمہینوں کو قیام امن اور عالمی اجتماع کا ذریعہ بنایا گیا ہے اس میں اہلِ ایمان کے لئے بے شمار حکمتیں برکتیں اور فضائل ہیں اس لئے اس کے شعائر اور اعمال کی حرمتوں کو برقرار رکھو۔	۲۳
۹۸	اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر، باری تعالیٰ بڑی رحمت والا بھی ہے اور مغفرت کرنے والا بھی اور اس بات کو یقین جانو! پاداش عمل میں سخت سزا دینے والا ہے۔	۲۳
۹۹	محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمے تو دعوتِ حق کا پیغام پہنچانا ہے جو کچھ ظاہر کرتے ہو یا پوشیدہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔	۲۳
۱۰۰	گندی اور ناپاک چیزیں باہم برابر نہیں ہوسکتیں گو کہ ناپاک چیزوں کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح وصلاح پاؤ۔	۲۴
۱۰۱	اے اہلِ ایمان ایسے سوالات مت پوچھو، جس کے جواب میں تمہاری خاطرِ معصوم پر گراں گذرے، اس سے قبل جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اللہ تعالیٰ بڑے علم والا ہے۔	۲۸
۱۰۲	اس سے قبل بھی بنی اسرائیل کے گروہ نے سوالات دریافت کر کے اپنے عمل کا دائرہ کار تنگ کر لیا اور ان	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	باتوں کے جواب آنے پر منکر ہوگئے۔	۲۸
۱۰۳	بتوں کے نام پر، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام جیسے جانور منسوب کر کے ان کو مقدس سمجھنا اسلام سے پہلے کی رسم جاہلیت تھی، اللہ تعالیٰ نے ان رسوم کو اپنانے کی ممانعت کی ہے یہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات باندھتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے محروم ہے۔	۲۸
۱۰۴	معاندینِ حق کو جب ان جاہلیت کی رسوم بے جا سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا کرتے ہی پایا جبکہ اُن کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں نہ ہدایت رکھتے ہوں۔	۲۸
۱۰۵	اے اہلِ ایمان! تم پر اپنی فکر لازم ہے تو اگر راہِ ہدایت کی طرف گامزن رہو جو گمراہ ہوگیا ربہک گیا وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کرسکتا سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر سب کچھ پتہ چل جائے گا تم کیا کچھ کرتے تھے۔	۲۸
۱۰۶	اہلِ ایمان کو موت کے وقت، وصیت اور شہادت کے طریقے کار بتائے گئے ہیں دو معتبر گواہان مقرر کرلو، اگر مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کا بھی تقرر کیا جاسکتا ہے گواہوں کو حلفیہ گواہی رشہادت دینی چاہیئے۔	۲۹
۱۰۷	اگر یہ پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے حق تلفی کی ہے تو دوسرے دو گواہ منتخب کرلو پس وہ قسم کھائیں ہماری گواہی دینا بالیقین ان دونوں سے زیادہ راست ہے اور ہم نے حد سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا اگر ہم ایسا کریں تو یہ ظلم ٹھہرے گا۔	۲۹
۱۰۸	یہ قانون شہادت اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ لوگ سچی گواہی دیں اور انہیں خوف ہو کہ جھوٹی شہادت دی تو رد کر دی جائے گی اُن سے قسمیں لینے کے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	بعد قسمیں الٹی پڑ جائیں گی اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۲۹
۱۰۹	قیامت کے دن، انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال ہوگا جو احکاماتِ حق جن قوموں کو بتادیئے گئے انہوں نے اس پر کتنا عمل کیا وہ کہیں گے ہم کو تو کچھ خبر نہیں، مخفی باتوں کو تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔	۳۳
۱۱۰	حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی دعوت اور اُن کی خصوصیات کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اُن پر انعامات کیے، مُعجزات عطا کیے، لوگوں سے ماں کی گود میں ہمکلام ہوئے توریت اور انجیل کی تعلیم ملی، کتاب کا علم ملا، تم مٹی سے ایک شکل پرندے کی صورت کے مانند بناتے ہو میرے حُکم سے اس میں پھونک مارنے سے وہ پرندہ بن جاتا، مردے کو بحکم اللہ تعالیٰ زندہ کردیتے، اندھے اور کوڑھے شفایاب ہوتے ہر نبی کے مخالفین آیاتِ ربّانی اور مُعجزات دیکھ کر انہیں جادو ہی قرار دیتے رہے۔	۳۳
۱۱۱	جب حواریین رحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو کار کو حُکم ملا اُن پر ایمان لانے کا تو انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ علیہ السلام گواہ رہیے ہم مسلمان ہیں۔	۳۳
۱۱۲	پھر حضرت مسیح ابن مریمؑ کے حواریوں نے کھانے کے لئے آسمان سے خوانِ نعمت ردستر خوان اتارنے کی درخواست کی آپ علیہ السلام نے کہا ایسا سوال مت کرو جو تمہاری آزمائش کا سبب بن جائے۔ انہیں مطالبے سے روکا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرایا گیا۔	۳۳
۱۱۳	یہ انہوں نے اس لئے کیا کہ ہم کھائیں اور ہم بھی اس غیبی مُعجزہ کے گواہ بن جائیں اور ہمارے قلب اطمینان پائیں۔	۳۳
۱۱۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی، اے اللہ! آسمان سے ہم پر کھانا نازل کر، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی قرار پائے، تو سب عطا کرنے والوں سے افضل ہے۔	۳۴
۱۱۵	اللہ تعالیٰ نے فرمایا، خوان اتارنے کے بعد اگر کوئی راہِ حق کا منکر ہوا تو اس کے لئے اس ناشکری پر سخت عذاب دوں گا۔	۳۵
۱۱۶	روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے معلوم کیا جائے گا کیا آپ نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ! اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس گمراہی سے بری ہوں، مجھ کو زیب نہیں دیتا کہ ایسی بات بتاتا جس کو مجھے کہنے کا حق نہیں ہے اے اللہ! آپ میرے دل کی بات سے واقف ہیں تمام غیب کا جاننے والے آپ ہیں۔	۳۸
۱۱۷	نبی علیہ السلام نے تو ان سے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو وہ میرا اور تمہارا ربّ ہے جب مجھے اوپر اُٹھالیا گیا تو باری تعالیٰ ہی نگراں رہا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔	۳۸
۱۱۸	یہ اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے تو وہ غالب اور حکمت والا ہے۔	۳۸
۱۱۹	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا آج سچوں کو اُن کی سچائی پر نفع دینے کا دن ہے اُن کے لئے جنت کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے یہ ایک بڑی کامرانی ہے۔	۳۸
۱۲۰	ارض وسماء کی بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔	۳۸

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	سورۃ الانعام آیت ۱ تا ۱۱۰	
۱	سب تعریف ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس ذات یکتا نے تخلیقِ کائنات کی نور اور ظلمت کو پیدا کیا لیکن اہلِ کفران باتوں میں فرق نہیں کرتے۔	۴۱
۲	اللہ تعالیٰ تو وہی ہے جس نے مٹی سے تم کو بنایا تخلیق آدم کے بعد ہر شے کے قیام وبقا اور اس کے انجام کے لئے ایک مدت رمہلت کا تعین کیا اوّل مہلت دنیاوی زندگی اور اس کا عمل، دوسری مہلت قیامت اور اس میں عمل کے نتائج۔	۴۱
۳	اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے تمہارے ہر ظاہر اور باطن عمل سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ تم عمل سرانجام دیتے ہو سب کچھ اس کے علم میں ہے۔	۴۱
۴	انسانوں کی غفلت پر صد افسوس! اس کائنات کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔	۴۱
۵	اب تو حق وصداقت کی دعوت دین ملی تو منکر حق نے اُس کی تکذیب کی، اب عنقریب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوجائیں گے۔	۴۱
۶	کیا منکرین حق کو پتہ نہیں، طاقت وزر، متاع ومال رکھنے والی قوموں کو اس سزائے جرم میں تباہ کردیا گیا آسمان سے بارش برسی، گناہوں کی پاداش میں ہلاک وبرباد ہوئے دوسرے لوگ آئے یہ تو تمہارے لئے مقامِ عبرت ہے۔	۴۶
۷	اگر کوئی تحریر کاغذ پر لکھی ہوئی ہو اور آسمان سے نازل ہو یہ اہلِ کفر اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تب یہ یہی کہتے کہ بس یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔	۴۶
۸	اور ان لوگوں کا کہنا ہے تائید کے لئے کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا، تو تمام معاملہ کا فیصلہ ہی ہوجاتا پھر بھی اُن کو مہلت نہیں دی جاتی۔	۴۶
۹	اگر فرشتہ بھی انسانی شکل میں ہوتا پھر بھی ان کا اعتراض برقرار رہتا یہ انسان کیوں ہے؟۔	۴۶
۱۰	اس سے قبل بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا جن لوگوں نے تمسخر اُڑایا رسولوں کا ان پر عذاب آیا۔	۴۶
۱۱	ذرا زمین پر چلو پھرو پھر دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔	۴۹
۱۲	مکافات عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے استدلال کیا اگر رحمتِ باری تعالیٰ نہ ہوتو کائنات رنگ وبو کی تکمیل نہ ہوتی اور روزِ قیامت سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور ایمان نہ لانے والے خسارے میں ہوں گے۔	۴۹
۱۳	جو کچھ شب وروز ہوتا ہے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۴۹
۱۴	زمین وآسمان کا عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رزق مل رہا ہے حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا جائے، مشرکوں میں شامل نہ ہوا جائے۔	۴۹
۱۵	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے غیر اللہ کو معبود بنالیا تو میں بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔	۴۹
۱۶	اس دن جس سے عذاب ٹل گیا اور جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا وہ کامیاب وکامران ہوگیا۔	۵۳
۱۷	اللہ تعالیٰ اگر کسی کو دُکھ میں مبتلا کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو اس کے دکھ درد کا مداوا کرسکے، اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔	۵۳
۱۸	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے وہی حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔	۵۳
۱۹	شہادت کے لئے کون ہے؟ کہا جائے گا صرف اللہ تعالیٰ ہے قرآن وحی کی صورت میں محمد ﷺ پر	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین/متن	صفحہ نمبر
	نازل ہوتا کہ اس پیغام کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جائے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے معبود برحق ہے بے شک اللہ کے رسول ﷺ تمہارے شرک سے بیزار ہیں۔	۵۳
۲۰	یہ اہلِ کتاب اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں لیکن اپنی ضد اور باطل عقائد میں مبتلا ہو کر ایمان نہیں لاتے۔	۵۳
۲۱	بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا، کلام اللہ کی آیات کو جھٹلایا بلا شبہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔	۵۷
۲۲	یوم محشر/قیامت کے دن اُن سے وہ تمہارے شریک ہوگئے جن کو تم اپنا شریک گمان کرتے تھے۔	۵۷
۲۳	پھر جب اُن کے فریب کا پردہ چاک ہوگا تو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کی قسم! ہم مشرک نہ تھے۔	۵۷
۲۴	جس فتنہ شرک اور پُر فریب جھوٹی اور موہوم تمنا میں یہ آج مبتلا ہیں اس کذب صریح کا انہیں وہاں کچھ فائدہ نہیں ہوگا جو جھوٹے قصے وہ تراشے تھے سب غائب ہوں گے۔	۵۷
۲۵	مشرکین رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر سنتے ہیں چونکہ مقصد طلبِ ہدایت نہیں اس لئے بے سود ہے اُن کے دلوں میں پردے ڈال دیتے ہیں دلائل دیکھنے کے بعد وہ ایمان لانے کے نہیں، ان کا کہنا ہے جو کچھ قرآن نے کہا ہے یہ سابقہ قوموں کے کچھ بے سروپا افسانے ہیں العیاذ باللہ۔	۵۷
۲۶	یہ لوگ قرآن سننے سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی گریز کرتے ہیں دشمنی، عناد، اور ضد کے سبب اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں لیکن احساس نہیں کر رہے۔	۶۱
۲۷	ہولناک منظر ہوگا جب قیامت کے دن یہ آتشِ جہنم میں ہوں گے پھر اس ساعت یہ کہیں گے اے کاش! دوبارہ ہم دنیا میں لوٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور ایمان والوں میں سے بن جائیں۔	۶۱
۲۸	اگر انہیں لوٹا دیا جائے دنیا میں تو انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جس سے منع کیا گیا پھر بھی شرک کریں گے یہ بالکل جھوٹے ہیں	۶۱
۲۹	یہ ان کا وہم وگمان ہے کہ صرف زندگی تو دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد تو ہم زندہ نہیں کئے جائیں گے یہ قول ان کا ہے جو قیامت کے قائل ہی نہیں!۔	۶۱
۳۰	منکرینِ حق، اس وقت تو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ایمان لانا نہیں چاہتے اور قیامت پر ان کا ایمان نہیں لیکن جب اپنے ربّ کے حضور/سامنے کھڑے ہوں گے تو مان جائیں گے۔	۶۱
۳۱	یہ منکرینِ قیامت، یوم قیامت اپنی خطا پر پشیمان ہو کر اپنی کوتاہی/غفلت پر افسوس کریں گے ہم سے بڑا قصور ہوا تو کیا ہی بڑے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔	۶۴
۳۲	یہ دنیاوی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے دارِ آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو بصیرت کے ساتھ، پرہیز گاری اپناتے تھے تو کیا تم سمجھتے نہیں!۔	۶۴
۳۳	حضور ﷺ سے خطاب ہے کفار کی تکذیب سے حزن وملال میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں! یہ ظالم دراصل باری تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں۔	۶۴
۳۴	اِن سے پہلے بھی انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی، انہوں نے صبر کیا ان کو بھی طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں آپ ﷺ بھی صبر رکھئے، اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں آپ اپنے دل کو آزردہ کیوں	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کرتے ہو۔	٦٤
٣٥	اُن کا اعراض آپ ﷺ کو گراں رہا ہے اگر ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان پر کوئی سیڑھی لگا کر اُن کے لئے کوئی معجزہ لادو، آپ ﷺ کی تمنا ہے سب سیدھے راستے پر آجائیں آپ اپنی سی کاوش کر دیکھ لیں، اللہ کی رضا کے بغیر آپ ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ ہی حکمت و مصلحت کو بہتر جانتا ہے۔	
٣٦	آپ ﷺ کی صدائے حق پر تو ان ہی کو لبیک کہنا ہے جن کے دل روشن ہیں ان کافروں کے دل مردہ ہو چکے ہیں یہ کبھی سچائی کو مانیں گے نہیں، مُردوں کو اللہ تعالیٰ ہی اُٹھائے گا سب کو اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع ہونا ہے۔	٦٤
٣٧	ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی اللہ تعالیٰ یقینی طور پر نشانیاں دکھا سکتا ہے اور دکھائی بھی گئی ہیں لیکن ایسے بہت کم ہیں جو ان نشانیوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔	٦٩
٣٨	زمین کے پرندوں اور جانوروں کو دیکھو تو سہی، تمہاری ہی طرح ان کی بھی گروہ رجماعت بندی ہوئی ہے ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔	٦٩
٣٩	اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ہے یہ بہرے، گونگے تاریکی میں مبتلا ہیں۔ اُن کے لئے کوئی نشانی بھی سود مند نہیں اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔	٦٩
٤٠	ذرا اپنی حالت زار تو دیکھو! اگر تم پر عذاب یا قیامت کی گھڑی آجائے تو کیا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔	٦٩
٤١	انسان پر جب اُفتاد پڑتی ہے تو فطرت انسانی یہ ہے کہ بے اختیار انسان اسی ذات باری تعالیٰ کو پکارتا ہے جس کو پکارنا چاہئے اگر تم پر مُصیبت آجاتی ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے شریکوں کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔	٦٩
٤٢	پہلی اُمتوں کی طرف بھی پیغمبروں کو بھیجا گیا انہوں نے اُن کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے اُن کی گرفت کی تا کہ وہ اظہار عجز و انکساری کریں۔	٧٣
٤٣	پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اُن پر عذاب ہوا تو عاجزی انہوں نے کیوں نہ اختیار کی، اُن کے دل بداعمالیوں کے سبب سخت ہو گئے اور شیطان نے اُن کی نگاہوں کو اسی طرف مائل رکھا جو وہ کرتے رہے تھے۔	٧٣
٤٤	اس کے بعد اُن کو، اُن کے حال زار پر چھوڑ دیا گیا اور عیش و آرام کے اسباب مہیا ہوئے بھی، ناگہانی عذاب میں دفعۃً پکڑ لیا گیا پھر ہر طرف سے اُن کی آس ٹوٹ گئی۔	٧٣
٤٥	پھر مہلت اور ڈھیل دینے والے قانون سے اس گروہ کی جڑوں کو کاٹ دیا گیا، جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا۔	٧٣
٤٦	اگر اللہ تعالیٰ تمہاری قوتِ سماعت اور بصارت کو سلب کر لے، اور تمہارے دلوں پر مہر ثبت کر دے تو کون معبود ہے اللہ تعالیٰ کے سوا، جو اس کو واپس لادے، اللہ تعالیٰ اپنی آیات مختلف انداز سے بتا رہا ہے پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔	٧٣
٤٧	اگر عذابِ الٰہی تم پر بے خبری پر آجائے تو ظالم ہی ہلاک ہوں گے۔ اور اہلِ ایمان بچائے جاتے ہیں۔	
٤٨	رسولوں کو نوید رخوشخبری دینے کے لئے اور خبردار کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے اہلِ ایمان تو فلاح پا گئے ان کو کوئی خوف ہو گا نہ حزن و ملال۔	٧٦

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۴۹	جنہوں نے آیاتِ ربّانی کو جھٹلایا، وہ اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذاب میں مُبتلا ہوں گے۔	۷۶
۵۰	اے محمدؐ کہہ دیجئے! میں یہ دعویٰ نہیں کرتا میرے پاس خزانے ہیں نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں غیب کا علم جانتا ہوں میں تو صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر اُترتی ہے کیا اندھے اور آنکھوں والے مساوی ہو جائیں گے اے اللہ کے بندو! تم اس پر غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔	۷۶
۵۱	قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو خبردار کیا جائے کہ وہ اپنے رَبّ کے پاس اکٹھے کئے جائیں گے وہ پرہیز گاری اختیار کریں ورنہ ان کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا۔	۷۹
۵۲	قرآن کی تعلیمات اور احکامات پر جو اخلاص نیت سے عمل کرتے ہیں صبح وشام ذکر باری تعالیٰ میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنے سے دُور مت کرو، ظالموں میں مت بن جانا۔	۷۹
۵۳	امتیاز مراتب کے سلسلے میں ہم نے ایک دوسرے کو آزمایا ہے ہم نے دنیا میں کسی کو ثروت اور کسی کو غربت دی ہے یہ امارت اور مفلسی تو لوگوں کے لئے امتحان ہے وہی نعمت اور فضل ربانی ہے وہ تو بہر حال اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندوں کا حصہ ہیں۔	۷۹
۵۴	جو اہلِ ایمان ہوں ان کو باری تعالیٰ کی رحمت کا پیام دو، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نوید بشارت دو تم میں سے توبہ اور اپنی اصلاح کرلے۔	۷۹
۵۵	اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ مجرموں کا رویہ بھی بے نقاب ہو جائے اور ان کی راہ عیاں ہو جائے۔	۷۹
۵۶	آپ ﷺ کہہ دیجئے! مجھے تو ان کی عبادت سے روکا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر میں تمہاری خواہش کی پیروی کروں گا تو راہِ حق سے دُور ہو جاؤں گا گمراہ ہو جاؤں گا۔	۸۵
۵۷	میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں جس کی تم نے تکذیب کی، جس بابت پر تم عُجلت کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔	۸۵
۵۸	آپ ﷺ کہہ دیجئے! اگر وہ چیز ہوتی میرے پاس جس کا تقاضا تم کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔	۸۵
۵۹	اگر اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کُنجیاں رخزانے ہیں تو وہی سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے اُسے جانتا ہے یہ سب کچھ علم اور روشن کتاب میں واضح طور پر درج ہے۔	۸۵
۶۰	اللہ تعالیٰ ہی تمہارے شب وروز کے معاملات پر حاوی ہے تاکہ زندگی کا ٹھہرایا ہوا عرصہ پورا کرسکو، مرنے کے بعد اس کی طرف جانا ہے پھر تمہارے کاموں کی خبر دے گا۔	۸۵
۶۱	رَبّ جلیل کی گرفت سے کیوں کر بچ سکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے نگراں متعین کئے ہوئے ہیں وہ جب چاہے گا اپنے فرشتوں کے ذریعہ تمہاری رُوح قبض کرے گا وہ اس کام میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔	۹۲
۶۲	پھر تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے آگاہ رہو کہ فیصلہ کا کُلی اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔	۹۲
۶۳	اے غفلت میں پڑے ہوئے انسان! خشکی اور سمندر کے اندھیرے میں، مصیبت کی گھڑی میں اس وقت کون سنتا ہے جب تم اس آفت سے نجات مانگتے ... اپنا لو ہمیں ہم شکرگذار ہو جائیں گے۔	۹۲

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۴	آپ ﷺ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی تم کو غم و آلام سے نجات دیتا ہے اور تم ہو کہ پھر شرک کرتے ہو۔	۹۲
۶۵	آپ ﷺ فرمادیجئے! اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا ایسا ہو کہ تم گروہ در گروہ آپس میں ہی گتھم گتھا ہو کر لڑ پڑو فریقوں میں تقسیم ہو جانا بھی عذاب کی ایک صورت ہے۔	۹۲
۶۶	آپ ﷺ کی قوم نے قرآن کو جھٹلایا حالانکہ یہ حق ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے! میں تمہیں ہدایت کے راستے پر ہی گامزن کروں یہ میرے ذمے نہیں۔	۹۸
۶۷	ہر خبر کے وقوع پذیر ہونے کی ایک گھڑی ہے اور عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔	۹۸
۶۸	جو لوگ آیات ربّانی کا مذاق اُڑانے پر تلے ہوئے ہیں اُن سے کنارہ کشی اختیار کرو! یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں، اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آجانے پر ایسے ظالم لوگوں کی محفل میں مت بیٹھئے۔	۹۸
۶۹	جو لوگ پرہیزگار ہیں ان پر لازم ہے کہ معاندین حق کو تلقین کریں اور خود بھی نصیحت کی روش اختیار کریں تاکہ برائیوں سے بچا جاسکے۔	۹۸
۷۰	جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے ان سے الگ الگ رہو، یہ ضرور ہے کہ دعوت الی الخیر کی تلقین ہوتی رہے بدعملی کی پاداش یہ کوئی اس طرح نہ پھنس جائے کہ رُسوائی اس کا مقدر بن جائے، انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔	۹۸
۷۱	آپ ﷺ کہہ دیجئے! ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے بس اور عاجز ہستی کو اپنا الٰہ کیسے بنالیں جس کے اختیار میں نہ نفع دینے، اور نہ نقصان پہنچانے کی صلاحیت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی، اس شخص کی طرح جس کو شیطانوں جنگل میں سرگشتہ اور حیران پھرتا چھوڑ دیا ہو ہمیں تو حکم یہ ملا ہے کہ ربُّ العالمین کی فرمانبرداری کریں۔	۱۰۲
۷۲	نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھا ہونا ہے۔	۱۰۲
۷۳	باری تعالیٰ کی ذات وہ ذات واحد ہے جس نے ارض وسماء بنائے جس وقت اللہ تعالیٰ کہہ دے ہوجا، وہ ہوجائے گا قیامت کا آنا لازمی ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہی ہوگی۔	۱۰۲
۷۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توسط سے، توحید باری تعالیٰ کی دعوت، اپنے والد سے انہوں نے کہا تم کیا بُتوں کو معبود بنائے بیٹھے ہو آپ کی قوم گمراہی میں مُبتلا ہے۔	۱۰۲
۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے زمین وآسمان میں ملکوت الٰہی کے جلوے دکھائے تاکہ بُت پرستی کا خاتمہ ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی وحدانیت کی اس دلیل کی طرف راہ دکھائی جو حجت انہوں نے اپنی قوم پر قائم کی۔	۱۰۲
۷۶	جب رات کی تاریکی چھائی تو انہوں نے اجرام فلکی میں ستارہ دیکھا کہا یہ میرا ربّ ہے وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں سے اُلفت نہیں رکھتا۔	۱۰۸
۷۷	پھر چاند پر نظر پڑی تو کہا یہ میرا رب ہے جب چمکتا ہوا چاند بھی غروب ہوگیا تو کہا میرا رب رہنمائی نہ کرے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔	۱۰۸
۷۸	جب سورج کو روشن دیکھا کہا یہ بڑا ہے یہ میرا رب ہے وہ بھی ڈوب گیا جن کی تم پرستش کرتے ہو جن کو تم	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو میں اُن سے بیزار ہوں۔	۱۰۸
۷۹	میری عبادت اور توحید سے مقصود اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہے جو زمین وآسمان کا خالق ہے میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔	۱۰۸
۸۰	پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے توحید کے بارے میں حجت کی، اس کا جواب انہوں نے خوب دیا مجھے تمہارے معبودوں کی پرواہ نہیں وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ حق پر گامزن کر دیا ہے۔	۱۰۸
۸۱	میں تمہارے باطل معبودوں سے کیوں ڈروں جب تم معبود برحق سے نہیں ڈرتے تمہارے پاس تو اوہام باطلہ ہیں۔ ذرا خود ہی غور کرو کیسی راہِ ہدایت اور امن کی راہ ہے۔	۱۰۸
۸۲	جن لوگوں نے شرک کے بجائے توحید کی روش اختیار کی وہی دائمی امن اور راحت میں ہیں۔	۱۰۸
۸۳	یہ ہے ہماری حجت اور دلیل توحید الٰہی، جس کا کوئی جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو نہ بن پڑا ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبے میں اعلیٰ کر دیتے ہیں۔	۱۱۳
۸۴	ہم نے انہیں بہترین خاندان دیا جس سے انبیاء کا سلسلہ آگے بڑھا اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام دیئے، نوح علیہ السلام کو ہدایت دی اور ان کی نسل سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام، راہ ہدایت لے کر آئے ہر نیکی کرنے والوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں۔	
۸۵	اس کے علاوہ حضرت زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور الیاس علیہ السلام، یہ سب نیک کاروں میں سے تھے۔	۱۱۳
۸۶	اس کے علاوہ اسمٰعیل علیہ السلام، یسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام،	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	اور لوط علیہ السلام، اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی۔	۱۱۳
۸۷	یہ تمام برگزیدہ انبیاء اُن کے باپ دادا، جن کا تذکرہ ہوا، ان سب کو توحید کی طرف مائل کیا اور سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی۔	۱۱۳
۸۸	یہ سب اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سرفراز کرتا ہے اگر صالحین بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں تو ان کے سارے عمل غارت اور ضائع ہو جاتے ہیں۔	۱۱۳
۸۹	یہ لوگ جنہیں کتاب، قوت فیصلہ اور نبوت سے نوازا گیا یہ لوگ انکاری ہو جائیں تو پرواہ کی کوئی بات نہیں، عنقریب سچے مؤمن اس راہ پر مامور ہو جائیں گے وہ اس راہِ حق کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔	۱۱۳
۹۰	یہی وہ لوگ ہیں جنہیں باری تعالیٰ نے راہِ ہدایت عطا کی، تم ان کی پیروی کرو میں اس میں تم سے کسی صلہ کا طلب گار نہیں ہوں، جہاں والے اس نصیحت سے ہدایت پائیں۔	۱۱۳
۹۱	علماء یہود کا تعصب، وحی اور کتاب کے نزول سے انکار، ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں اُتاری، توراۃ بھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی جس میں ہدایت اور روشنی ہے جس کو تم نے ورق درورق کر کے کچھ پُوشیدہ رکھتے اور کچھ کو ظاہر کرتے ہو ان کو خرافات میں کھیلتے رہنے دو۔	۱۱۸
۹۲	یہ کتاب قرآن حمید ہے تو ہم نے نازل کی ہے بابرکت ہے پُرعظمت ہے یہ کلام حق صداقت اہل مکہ اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین / متن	صفحہ نمبر
	بیان ہوئی ہے۔	۱۱۸
۹۳	اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بُہتان لگائے، دعوٰی یہ کرے کہ مجھ پر وحی کا نزول ہوتا ہے یہ منکرینِ حق / ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے ان کو فرشتے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے اپنی جانیں ہمارے سپرد کردو تم کو رُسوائی اور ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔	۱۱۸
۹۴	تم تنہا تنہا علیحدہ علیحدہ ہمارے پاس آؤ گے ہم نے تم کو اوّل بھی پیدا کیا تھا تمہارے ساتھ مال ہوگا اور نہ اولاد نہ وہ مدد کے لئے ہوں گے جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا تھا۔	۱۱۸
۹۵	اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلیوں کو پیدا کرنے والا ہے وہ جاندار کو بے جان سے نکالنے والا ہے تم کہاں بہک کر الٹے جارہے ہو۔	۱۲۳
۹۶	وہی صبح کو نمودار کرنے والا ہے اس نے رات کو باعث راحت بنایا سورج اور چاند ایک حساب سے مقرر کئے۔	۱۲۳
۹۷	وہی ہے جس نے ستاروں کو بنایا جس سے تم خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستے دریافت کرتے ہو۔	۱۲۳
۹۸	وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے تخلیق کیا اور ایک ٹھکانہ مقرر کیا اور صاف وضاحتیں بیان کیں تاکہ تم سمجھو۔	۱۲۳
۹۹	اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو آسمان سے ابر رحمت / بارش برساتا ہے ان سے اُگنے والی ہر شے نکالی، مختلف پھلوں کو پیدا کیا ذرا غور تو کرو اہلِ ایمان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔	۱۲۳
۱۰۰	اور لوگوں نے شیطانوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ ان کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔	۱۲۳
۱۰۱	زمین اور آسمان کو معرضِ وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔	۱۲۹
۱۰۲	تمام جہانوں کو تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کی بندگی اختیار کرو۔	۱۲۹
۱۰۳	تمہارا معبود برحق اللہ تعالیٰ ہے جس کو آنکھیں دیکھ نہیں پاتیں، اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔	۱۲۹
۱۰۴	تمہارے پاس توحید کے علم وعرفان کے دلائل اور نور آگیا جو اس سے استفادہ کرے گا، نفع پائے گا اور جو نورِ ہدایت سے بے خبر رہا اس کا وبال اسی پر ہے۔	۱۲۹
۱۰۵	دلائل توحید مختلف طریقوں سے بتائے گئے ہیں تاکہ لوگوں پر تمام پہلو آشکار ہوجائیں۔	۱۲۹
۱۰۶	آپ وحی باری تعالیٰ کی پیروی کئے جائیں اور مشرکوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیئے۔	۱۲۹
۱۰۷	اللہ تعالیٰ کے پاس تو ایسے اختیارات کاملہ ہیں اگر وہ چاہے تو کوئی شرک کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا، بس آپ کو سچائی کی راہ بتانا چاہئے ضروری تو نہیں یہ سب بات مان لیں۔	۱۲۹
۱۰۸	بُت پرستوں کے بُت کی تضحیک مت کیجئے ورنہ وہ بھی آپ کے طریقۂ عمل کو بُرا کہیں گے۔	۱۳۰
۱۰۹	یہ حق کے انکاری لوگ، اللہ کی نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔	۱۳۰
۱۱۰	یہ لوگ اپنی بدگمانی، بدنظمی اور ضد کے سبب ایسے ہی گمراہ رہیں کہ یہ اپنی سرکشی میں ہی سرگرداں ہیں۔	
	عذر ہائے من پذیر	۱۳۷

Marfat.com

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور جب لوگ اُس کلام کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے سنتے ہیں تو آپ دیکھیں گے اُن کی آنکھیں اشکوں /آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں /اشک ٹپک رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور کہا کرتے ہیں اے ہمارے رَبّ ہم ایمان لے آئے پس ہم کو سچ کی /صداقت اسلام کی گواہی دینے والوں میں لکھ لیجئے! (۸۳)

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور بھلا کیا سبب ہے کہ ہم کیوں نہ ایمان لائیں اللہ تعالیٰ پر، جب کہ حق ہمارے پاس آن پہنچا، ہم تمنا /آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا رَبّ داخل کردے ہمیں نیک صالح لوگوں کی رفاقت میں /نیک لوگوں میں شامل کردے۔ (۸۴)

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس کہنے /قول کے صلے پر، ثواب میں اُن کو بہشت کے باغات عطا کرنے کا فیصلہ صادر کردیا، جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، جہاں ہمیشہ ہمیشہ اُن کو رہنا اور بسانا ہے نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ /صلہ ہے۔ (۸۵)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، اور ہماری آیات کو جھٹلایا /ہماری آیتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، وہی جہنمی ہیں۔ (۸۶)

الفاظ ومعانی آیت ۸۳ تا ۸۶

﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ ﴾ اور جب وہ سنتے ہیں۔ یہ عالم اور زاہد لوگ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ یا سید مختار ﷺ سے جو چیز جو اتاری گئی ہے ﴿ اِلَى الرَّسُوْلِ ﴾ رسول ﷺ کی طرف۔ ﴿ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ ﴾ تو تو دیکھتا ہے اُن کی آنکھیں /چشم تر۔

﴿ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ﴾ نم ناک ہوئی جاتی ہیں آنسوؤں کے بہنے سے، ﴿ تَفِيْضُ ﴾ [1] وہ بہتی ہیں، آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں، فَیْضٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

یہ اُن کے رقتِ قلب کی کیفیّت کا عالَم ہے کہ قرآن الحکیم کے دل میں تاثیر پیدا کرنے والے مضامین سن کر اشکبار ہوجاتے ہیں۔ بیان ہے کہ بادشاہ نجاشی کی دعوت پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس کے دربار میں سورۂ مریم [2] اور سورۂ طٰہٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو درباری بادشاہ نجاشی اور اس کی قوم کے دیگر علماء زار وقطار رونے لگے، اسی طرح نجاشی قوم کے ستّر (۷۰) آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آقا محمد ﷺ سے سورۂ یٰسین [3] سُن کر رو پڑے۔ نجاشی کی نمازِ جنازہ،

[1] ...... جب آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوں اشک کے قطرے ٹپکنے لگیں تو عرب کہتے ہیں فاضت العین، اسی سے تفیض من الدمع اخذ کیا گیا ہے۔

[2] ...... حضرت جعفر بن ابی طالب نے سورۂ مریم پڑھی اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی ولادت اور ان کی رسالت اور عبدیت کا قصہ موجود ہے۔

[3] ...... بعض کہتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ نے اپنے کچھ علماء محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے، آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر سنایا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور ایمان لے آئے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ نے غائبانہ پڑھائی اُن کے سوا بھی کسی کی نہیں پڑھائی۔ ❶

﴿ رَبَّنَآ اٰمَنَّا ﴾ اے ہمارے رب ایمان لے آئے ہم، اس کلام پر اور اس پیغمبر ﷺ پر۔ ﴿ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ ہمیں گواہی دینے والے لکھ دے اسلام کی صداقت کی، انہوں نے محمد ﷺ کی حقیقت پر گواہی دی ہے اور ہمیں اُمّت محمدی میں داخل کر لے کہ قیامت کے دن، اُس اُمّت کے لوگ انبیاء علیہم السلام کے گواہ ہوں گے یہاں پر الشّٰهِدِيْنَ سے مراد اُمّت محمدیہ ﷺ ہے۔

اس آیت مُبارکہ سے ابنِ جریرؒ کے قول کی اور بھی تائید ہوتی ہے کہ یہاں نصاریٰ سے مراد وہ خالص گروہ جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا پابند تھا عبادت اور ذکر باری تعالیٰ میں مصروف و مشغول رہتا اور جب حق اور نورِ ہدایت پر آقائے نامدار ﷺ کو دیکھا تو فوری طور پر ایمان لے آیا۔

﴿ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا ﴾ اور ہماری خواہش / آرزو یہ ہے کہ ہمارا ربّ ہمیں داخل کرے جنّت میں۔ ﴿ نَطْمَعُ ﴾ ہم اُمید رکھتے ہیں طَمَعٌ مصدر ہے مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ يُدْخِلَنَا ﴾ ہم کو داخل کرے گا اِدْخَالٌ مصدر، مضارع معروف واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ نیک لوگوں / گروہ صالحین کے ساتھ شامل فرما، اس وقت کا بھی پتہ چلا کہ نیک اور پرہیز گار لوگوں کی سنگت یا ملاپ بھی ایک بڑی نعمت ہے صالحین اُمتِ محمدی ﷺ کے لوگ ہیں۔

﴿ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ ﴾ پھر جزا دی اللہ تعالیٰ نے انہیں، انعام دیا / ثواب دیا، اثاب سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ اور یہی صلہ / معاوضہ ہے نیک کاروں کا۔

﴿ وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی / جھٹلایا وہی دوزخی ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۸۳ تا ۸۶

آیت ۸۳ میں اظہار بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر کلامُ اللہ، قرآنِ حمید نازل ہوا اس کی سماعت کی سعادت حاصل کرتے ہیں تو اُن کی آنکھیں، ''دیدۂ نمناک'' کی طرح آب دیدہ ہو جاتی ہیں اور قرآن کی پُر کیف تاثیر کے تحت اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی ٹپکنے لگتی ہے۔ جب قومِ نجاشی کے لوگوں نے آپ ﷺ سے قرآن کریم کی آیات سُننے کی توفیق پائی، تو ''اشک رواں کی نہر ہے اور ہم ہیں دوستو'' کے مصداق ان کی ''چشمِ تر'' اشک رواں میں ڈوب گئی اُن کے دلوں میں حق و باطل کی پہچان موجود تھی دل نے تسلیم کر لیا یہ حق ہے آپ کو تو پتہ ہے حق حق ہوتا ہے وہ گویا ہوئے! اے ربِّ جلیل ہم ایمان لاتے ہیں ہمارا شمار سچّی گواہیاں دینے والوں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے۔

آیت ۸۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو کہ عطا ہوا، ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ ہم پُر اُمید ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے زُمرے میں شامل کرے گا۔ جب حبشہ کا وفد، اسلام سے مشرف ہو کر لوٹا تو یہود نے انہیں اس پر اظہارِ ملامت کیا تو انہوں نے جواباً کہا ''جب حق عَیاں / ظاہر ہو گیا تو ہم ایمان کیوں نہ لاتے، اس صورتِ

❶ ......حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب نجاشی کے انتقال کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا ''حبشہ میں تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو ایک صحرا میں آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ (بحوالہ صحیح البخاری مناقب الانصار و کتاب الجنائز)

Marfat.com

حال میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے، نا کہ ایمان لانا کیونکہ یہ سببِ فلاح ہے دارین کا'' (بحوالہ کنز الایمان احمد رضا خان بریلویؒ)

قرآنی آیات کی اثر انگیزی کا تذکرہ، اس انداز میں کیا گیا۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت ۹۹ پارہ لَنْ تَنَالُوْا (۴) میں ارشادِ ربّانی ہے

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ

''اور اہلِ کتاب میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو قرآن نازل کیا گیا آپ ﷺ پر، اسے بھی وہ مانتے ہیں اور جو نازل کیا گیا اُن پر اسے بھی وہ مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے ہوئے اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں''۔

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو عملاً گویا عقیدے کے اعتبار سے بھی اور عمل کردار کے لحاظ سے بھی اپنی اصلاح، خلوصِ ایقان و ایمان کے ساتھ کر لیتے ہیں خواہ ان کا شمار عیسائیوں میں ہو یا کسی اور نوعیت کے کُفر میں مُبتلائے بلا رہے ہوں جب صاحبِ ایمان ہو گئے توحد کُفر ٹوٹ گئی، عملاً اطاعتِ باری تعالیٰ اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ اپنائی تو یہ کہنا بجا ہے کہ کتنا بڑا اعزاز ہے دولتِ ایمان کا، تو نہ صرف گیتی کائنات میں بلکہ اُخروی اور ابدی زندگی میں بھی اللہ ﷻ کی بے پناہ نعمتیں، انعامات و اکرامات، بہشت اور اس کی ابدی راحتیں انہیں عطا ہو جاتی ہیں خلوصِ دل سے کام کرنے کا یہی بدلہ ہے۔ انہیں جنّت میں ایسے باغات عطا ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

آیت ۸۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، وہ دُوزخ میں پڑے رہنے والے ہیں۔ اکثر مُفسّرین نے اظہارِ خیال کیا ہے کہ ایک دن محمد مصطفیٰ ﷺ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے قیامت کا حال بیان فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اس یوم کی سختیوں کا تذکرہ فرمایا کچھ صحابی جن میں امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے حضرت عثمان بن مظعون کے گھر پر اکٹھے ہوئے اور اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جتنی باقی عمر عزیز ہے اس میں روزہ رکھیں گے اور رات کو عبادت و ریاضت میں مصروف رہیں گے اور نہ بچھونے پر سوئیں گے گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے، عورتوں کے پاس جانے سے گریز کیا جائے گا، ترکِ دنیا کر کے کملی اوڑھ لی جائے۔ باہم متفق ہو کر سب نے قسم کھائی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم لوگوں نے جو فکرِ عمل اختیار کی ہے میں اس بات پر مامور نہیں ہوا ہوں بے شک تم پر تمہارے نفس کا حق ہے تم روزہ بھی رکھو، سحری بھی کھاؤ، افطار بھی کرو اور شب میں ذکر و عبادت بھی کرو، رات کو نیند بھی کرو، میں عبادت کے لئے رات کو اُٹھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ رکھتا ہوں افطاری بھی کرتا ہوں، گوشت اور چربی ❶ بھی میرے طعام میں شامل ہے، عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں ❷ جو کوئی میری سنت سے اعراض کرے گا ❸، باز رہے گا وہ مجھ سے نہیں۔ پھر اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۷ کا نزول ہوا جس میں بتایا گیا کہ اے اہلِ ایمان نہ حرام کرو پاکیزہ اور لذیز چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کر دی ہیں۔

❁❁❁❁

---

❶ ......گھی اور روغن رتیل۔ ❷❸ ......اٰكُلُ اللَّحْمَ وَالدَّسَمَ وَاٰتِي النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ حرام ٹھہراؤ، اللہ تعالیٰ نے جو ستھری اور پاک چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ بڑھنے والوں / زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۸۷)

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو روزی دی ہے اسے کھاؤ / مرغوب اور حلال چیزیں کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو / اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو / اجتناب کرو، جس پر تمہارا ایمان ہے / جس پر تم ایمان لے آئے ہو۔ (۸۸)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۸۹

تمہاری بے ہودہ / لغو اور فضول قسموں پر، اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا، البتہ گرفت / مواخذہ کرتا ہے اُن قسموں پر، جنہیں تم نے پختہ / مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ / کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط / درمیانی درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا دس مسکینوں کو کپڑے پہناؤ یا غلام یا لونڈی / کنیز کو آزاد کیا جائے، اور پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم اُٹھاؤ / یا قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح باری تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو / اللہ تعالیٰ کا احسان مانو۔ (۸۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بُت کے استھان / فال کھانے کے، پانسے، اور جوئے کے تیر، سب ناپاک اور گندے اور شیطانی اُمور ہیں ان سب سے (شیطان کی کارستانیوں سے) بچتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۹۰)

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی / عداوت اور بُغض شراب اور جُوا کے ذریعہ ڈال دے، اور اللہ کے ذکر / یاد اور نماز سے تمہیں روک دے۔ اچھی طرح جان لو! کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ (تم کو ان کاموں سے اجتناب کرنا / رکنا ہے)۔ (۹۱)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۹۲

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور نافرمانی سے حتی المقدور بچتے رہو، اور اگر تم نے روگردانی کی تو اچھی طرح جان لو! ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ تو بس ہمارے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ (۹۲)

Marfat.com

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے، اُن پر کچھ گناہ نہیں، انہوں نے اس سے قبل جو کچھ کھایا تھا پیا تھا اس پر کوئی گرفت / مواخذہ نہیں، وہ صاحبِ تقویٰ ہوگئے اور ایمان میں آگئے، اور نیک اُمور سرانجام دینے لگے پھر ان احکام کے بعد بھی ڈرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں (جو اُن پر نازل ہوا) پھر ڈرتے ہیں اور پھر راہِ پرہیزگاری اپناتے ہیں / خوب نیک کام کرتے ہیں ایسے نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ (۹۳)

الفاظ و معانی آیت ۸۷ تا ۹۳

﴿لَا تُحَرِّمُوْا﴾ تم حرام قرار نہ دو، تم حرام نہ کرلو، تَحْرِیمٌ سے فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ اور نہ حد سے آگے بڑھو، حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی خواہش / شہوت کا غلبہ بڑھ جاتا ہے اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا جس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (بحوالہ صحیح ترمذی، اَلبانی ص ۴۲ جلد سوئم)

حد سے بڑھنے کا مفہوم ہے کہ کسی حلال چیز کو کسی عذر کے بغیر، ثواب سمجھ کر ترک کر دے جس کو نادان آدمی تقویٰ سمجھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک تعدّی اور ناجائز ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی۔ ﴿رَزَقَكُمْ﴾ اس نے تم کو رزق عطا کیا، رِزْقٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اور ڈرو اللہ سے، اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینے سے۔ ﴿اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ تم ساتھ اس کے ایمان لائے ہو۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! ہم نے جو قسم کھائی ہے اسے کیا کریں تو یہ آیت اُتری، ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ﴾ اللہ تم کو نہیں پکڑے گا / نہ بازپُرس کرے گا تم سے تمہاری فضول اور لغو قسموں کے بارے میں۔ لغو امام شافعیؒ کے مطابق وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان سے نکل جائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ جان بوجھ کر پکّے / مضبوط ارادے سے تم نے جو قسم کھالی ہے تو اس پر مواخذہ ہوگا۔ قسم جس کو لُغت میں حَلْفٌ یا یَمِینٌ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی جمع اَحْلَافٌ اور ایمان ہے، ایمان جمع ہے یمین کی اور یُمن برکت سے اخذ کیا گیا ہے یمینِ لغو سے مراد وہ قسم ہے جس میں قسم اٹھانے کی نیت نہیں ہوتی بلکہ تکیہ کلام کے طور پر و اللّٰہ، باللّٰہ کے الفاظ غیر ارادی طور پر یا بغیر سوچے سمجھے منہ سے ادا ہو جاتے ہیں اس قسم کا کوئی کفارہ نہیں وہ قسم جو ارادے اور نیت سے اٹھائی جائے پھر اس کو پورا نہ کیا جائے تو اس پر سرزنش ہوگی اور کفارہ دینا ہوگا۔ ﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ﴾ کفارہ ہے اس کو توڑنے کا۔

اس کی تین نوعیتیں ہیں

Marfat.com

اوّل...... لَغو: امام اعظمؒ کے نزدیک لغووہ قسم ہے جو بے قصد زبان سے نکل جائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

دوئم...... غَمُوس: وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکہ دہی اور فریب دینے کی خاطر کھائے یہ اکبر الکبائر/گناہ کبیرہ ہے لیکن اس پر کفارہ نہیں۔

سوئم...... مُنعَقَدَۃ: وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں مضبوطی/پختگی کے لئے ارادے ونیت کے ساتھ کھالے، ایسی قسم کھائے گا تو کفّارہ دینا ہوگا۔

﴿عَقَّدْتُّمُ﴾ تم نے گرہ باندھی/پختہ کیا، تَعْقِیْدٌ سے فعل ماضی کا صیغہ، جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ﴾ کھانا دینا ہے دس مسکینوں کو۔ ہر ایک کو ایک مُدّ ۱۰ اچھٹانک فی مسکین خوراک قرار دی ہے، امام شافعیؒ کے قول کے مطابق آدھا/نصف صاع گیہوں، جَو اور خُرما۔ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق ایک صاع وزن۔ ایک صاع میں چار مُد ہوتے ہیں اس طرح سے بغیر سالن کے دس مُد خوراک کفّارہ ہوگی۔ (بحوالہ ابن کثیر) کفّارہ کی تین نوعیتیں ہیں۔

اوّل:...... دس آدمیوں کو کھانا کھلائے۔ ﴿اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ﴾ درمیانہ/اوسط خوراک جو تم کھاتے ہو، ﴿تُطْعِمُوْنَ﴾ تم کھلاتے ہو اِطْعَامٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿اَوْسَطِ﴾ درمیانی درجہ کا رَوَسطٌ اور وساطۃ قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔

دوئم:...... یا انہیں کپڑا پہنائے ﴿اَوْكِسْوَتُهُمْ﴾ جس سے اُن کے جسم کا اکثر حصّہ ڈھک جائے۔

سوئم:...... ﴿اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ یا آزاد کیا جائے غلام یا کنیز اور ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک پر استطاعت نہ ہو تو ''فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ'' تو کفّارہ اس کا تین دن روزہ رکھنا ہے۔ بعض روایات میں اس جگہ تین روزے تواتر کے ساتھ رکھنے کا حکم آیا ہے اس طرح امام ابوحنیفہؒ اور دیگر آئمہ کے قول کے مطابق تین روزے ایک ساتھ رکھنا ضروری ہیں۔

﴿وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾ اور حفاظت کیا کرو اپنی قسموں کی، اپنی قسموں کے ساتھ انداز تمسخر نہ کرو ادھر قسم اٹھائی/کھائی اُدھر توڑ دی، مفہوم گفتگو یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی قسم کھالی ہے تو بلا ضرورت شرعی یا طبعی عذر کے قسم نہ توڑو اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس کی مراد قسم کھانے میں جلد بازی کا مظاہرہ مت کرو اپنی قسموں کو محفوظ رکھو جب تک شدید مجبوریوں کا سامنا نہ ہو۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ یہ شراب، جُوا، بُت اور جُوئے کے تیر یہ سب ناپاک ہیں اور نجس اعمال اور شیطان کی کارستانیاں ہیں ان چاروں چیزوں میں ایک اَزْلام، اس کا واحد زلم ہے ازلام ان تیروں کو کہتے ہیں جن پر قرعہ اندازی کے ذریعہ عرب میں جوا کھیلنے کی رسم ہوا کرتی تھی۔

دورِ جدید میں آج کل بہت سی اقسام کے طرز طریق پر عام طور پر بازاروں میں جاری ہیں ''اس نوعیت کی قرعہ اندازی قمار یعنی جُوا ہے جو از روئے قرآن حکیم حرام ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿اَلْخَمْرُ﴾ ہر ہوش کھو دینے والی شراب کو خمر کہا جاتا ہے عرب میں شراب پینے کا عام دستور تھا چند آدمیوں کے ماسوا، سب اس کے دلدادہ تھے، آپ کو علم ہے شراب جسمانی اور روحانی بیماریوں کی موجب اور اخلاقی اور معاشی خرابی کی علامت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو قطعی حرام قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ ''گویا شراب

پینے والا ایسا ہی مجرم ہے جیسے بُت کی پُوجا کرنے والا' اور بعض روایات میں آتا ہے شراب پینے والا ایسا ہی ہے جیسے لات وعزیٰ کی پرستش کرنے والا، مَیْسَرِ، جُوا، جُوا کھیلنا، باب ضرب سے مصدر قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) مَیْسَرُ بالکل جُوا کو کہا جاتا ہے حضرت علی ؓ سے مروی ہے ''اَلشِّطْرَنْجُ مِنَ الْمَیْسَرِ'' شطرنج بھی جُوا ہے۔ ﴿اَنْصَابُ﴾ وہ پتھر جو کعبۃ اللہ کے اردگرد نصب کیئے ہوئے تھے ان کو انصاب کہا جاتا ہے کُفّارِ مکہ ان کے لئے جانور ذبحہ کرتے، اور پھر ان کا خون ان پتھروں پر ملتے۔ ﴿رِجْسٌ﴾ ناپاک، پلید، (قاموس القرآن) رِجْسٌ عربی زبان میں ایسی گندی شے کو کہا جاتا ہے جس سے انسانی طبع پر ناگواری محسوس ہوتی ہے اور نفرت پیدا ہوتی ہے گندی اور غلیظ شے کو رِجْسٌ کہتے ہیں۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿عَمَلِ الشَّیْطٰنِ﴾ شیطانی کام ہیں یہ پلید اور غلیظ امور ہیں جسے کوئی سلیم الفطرت پسند نہیں کرتا صرف شیطان کے وسوسہ کی دخل اندازی ان قبیح افعال کی طرف مائل کرتی ہے۔ ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ تم اس سے اجتناب کرتے رہو، اِجْتَنِبُوْا بچتے رہو، سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تمہاری فلاح دنیا اور آخرت کا انحصار اس پر ہے کہ ان چیزوں سے بچتے رہو۔ ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ﴾ پس شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جُوئے کی طرف مائل کر کے تمہارے درمیان بُغض، کینہ اور عداوت ڈال دے۔

شراب اور جُوئے کو حرام قرار دینے کی حکمت کی وضاحت کی جارہی ہے یوں تو شراب اور جُوا میں بے شمار خرابیاں ہیں لیکن ایک اہم نُقص یہ ہے کہ اس سے عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دوسرا نُقص یہ ہے کہ ذکرِ باری تعالیٰ اور نماز سے غفلت برتتا ہے۔ ﴿وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ یعنی یہ دونوں چیزیں ذکر اللہ اور نماز سے یکسر غافل کر دیتی ہیں یہ آپ کو پتہ ہے نماز سے غافل ہونا، دنیا و آخرت میں رسوائی و خرابی کا موجب ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ اگر تم میں سے کوئی ہمارے رسول کی بات نہ مانے تو اچھی طرح جان لو! ہمارے رسول کا فرض تو اتنا تھا کہ ہمارے احکامات کو تم تک صاف صاف پہنچادے۔ چنانچہ جس قدر کام اُن کے سپرد تھا جو کر چلے، جو شخص اب حکم بجا نہیں لاتا اس کا اپنا خسارہ ہے ہمارے رسول کو کچھ ضرر نہ پہنچایا جائے گا ضرر تم کو ہی پہنچے گا۔ ﴿اَلْمُبِیْنُ﴾ ابانۃ ظاہر، کُھلا ہوا، مصدر، اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ ﴿جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا﴾ اس میں جو کچھ کھایا پیا انہوں نے۔ ﴿وَّاَحْسَنُوْا﴾ اور وہ اچھا کام کرتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نیک کاموں سے محبت رکھتا ہے یاد رہے کہ صحابۂ کرام ؓ پرہیزگاری اور اطاعت شعاری اور ایمان کی منزلِ عمل طے کرتے کرتے مقامِ احسان کی منزل پر پہنچ گئے اور حق تعالیٰ کے قُرب و رضا کے مستحق ٹھہرے۔ اب اُن سے ایسی چیزوں کے بارے میں پرسش کی جن کی حرمت کا حکم اس وقت آچکا تھا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۷ تا ۹۳

آیت ۸۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے صاحب ایمان! جو پاک چیزیں تمہارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں انہیں حرام نہ کر لو، اس آیت مُبارکہ میں جو باتیں غور طلب ہیں اوّل: یہ کہ حلال وحرام کے اپنے طور پر اپنانے کے مختار نہ بن جاؤ باری تعالیٰ نے

Marfat.com

جو حلال کیا ہے وہی حلال ہے اور ربِّ جلیل نے جو حرام کیا ہے وہی حرام ہے ربّ تعالیٰ کے بجائے قانونِ نفس کی تکمیلِ عمل نہ کرو اور عیسائیوں کی طرح راہِ رہبانیت اختیار نہ کرو بودھ مذہب کے بھکشیوں رہندؤں جوگیوں اور لوگوں کی طرح دنیا سے قطع تعلق کی قطعی ضرورت نہیں سامانِ زیست کی جو نعمتیں باری تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان سے اجتناب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ عَمَّ (۳۰) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ بے شک پھر اس دن ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و متاع دیا تھا عیش و آرام سے زندگی گذارنے کی لذتیں عطا فرمائی تھیں یہ تمام تر چیزیں کس کام میں خرچ کیں گویا اس آیت کا مفہوم اقبال کی زبان میں یہ ہے کہ:

ع   محفل گذار سرگرمی محفل نہ کر قبول   کھویا نہ جا صنم کدے کائنات میں   اقبال

نہ تو یہودیوں کی طرح لذت دنیا میں کھو جاؤ اور نہ راہبوں کی طرح زندگی سے فرار حاصل کر کے حلال شئے کو اپنے اوپر حرام کرو بلکہ راہِ اعتدال اپناؤ یہی دینِ اسلام کی تعلیمات ہیں۔

آیت ۸۸ میں بتایا جا رہا ہے کہ جو کچھ پاک، حلال روزی اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ، پیو اور اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لاچکے ہو ایمان تو اس بات کا متقاضی ہے کہ روشِ تقویٰ کو اپنایا جائے اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق اور ربط پیدا کرلیا جائے کہ پھر اس کی نافرمانی کرنے کی طرف طبیعت ہی مائل نہ ہو۔

آیت ۸۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ مہمل اور لغو قسم جو کھائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرتا اگر غیر ارادی طور پر کسی کی زبان سے "قسم" کا لفظ ادا کر دیا گیا تو اس کی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے البتہ جان بوجھ کر قسم کھا کر انہیں توڑ دیا تو کفارہ ادا کیا جائے گا اسی موضوع کا مفہوم آیت ۲۲۵ سورۃ البقرۃ پارہ سیقول نمبر ۲ میں بیان ہوا ہے ارشادِ ربی ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

"اللہ تعالیٰ گرفت رمواخذہ نہیں کرتا ان قسموں پر جو بے ارادہ زبان پر آجائے ہاں اس پر پکڑتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کیئے۔"

اگر چہ پکے ارادے سے قصداً کھائی گئی ہے پھر اس کے خلاف کرے تو تین امور میں سے ایک کی تکمیل کی جائے پہلی بات تو یہ کہ کھانا کھلائے دو وقت پیٹ بھر کر، یا کچا اناج دے، دو سیر گندم، یا چار سیر جو ایک مسکین کو دس یوم تک دے، یا دونوں وقت کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ کپڑا پہنایا جائے بدن واجبی پر تا کہ دس مسکینوں کا ستر ڈھک جائے۔ تیسری بات یہ کہ ایک غلام رکنیز آزاد کرے اگر ان تینوں میں سے کوئی کام بھی نہ کر سکے تو تین یوم تواتر کے ساتھ روزہ رکھے اور زبان کو پابند بنائے اور اس طرح کی قسم اُٹھانے کی عادت نہ ڈالے۔ (بحوالہ تشریح القرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ)

اصل بات یہ بتادی گئی کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس کا ایک سیدھا طرزِ عمل تو یہ ہو سکتا ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائی جائے احتیاط کو اپناتے ہوئے قسم کھائی جائے اور جب قسم اُٹھائی جائے تو اہتمام عمل یہ ہو کہ اس کی پاسداری کی جائے یہ تمام

Marfat.com

طرزِ عمل ادائے شکر کی تلقین کرتے ہیں جس طرح جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ میں شمار ہے اسی طرح قسم کو توڑنا بھی گناہ ہے۔

آیت ۹۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ معاشرے میں چند خرابیاں تو ایسی ہیں جو روزمرہ کا معمول بنتی جارہی ہیں۔ علامہ اقبالؔ کے الفاظ میں:

ع اس دور میں مے اور جام اور ہے جم اور — ساقی نے بناہ کی لطف و ستم اور — اقبالؔ

کے مصداق شراب نوشی اور مہ خوری کو معمولی بات سمجھی جارہی ہے حالانکہ خسارے کے لحاظ سے یہ ایک تباہ کن اور خطرناک لت ہے اس آیت مُبارکہ میں چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیا جارہا ہے ① شراب۔ ② قمار بازی۔ ③ پانسے۔ ④ ایسے مقامات جہاں پر کسی کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز کے چڑھانے کے لئے جگہ مخصوص کردی جائے اور اللہ تعالیٰ کے سواء کسی دوسرے کی عبادت کی جائے۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ شراب کے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں، پہلی تو مکہ مکرمہ میں:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ

اس زمانے میں وہ شراب حلال تھی دوسری اس وقت جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے شراب اور جوئے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آیت مبارکہ اُتری آیت ۲۱۹ سورۃ البقرہ پارہ سیقول ۲:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے۔ تو کچھ لوگوں نے بڑا گناہ ہونے کے سبب شراب نوشی ترک کردی، اور بعض منفعت کے لحاظ سے شراب پینے میں مصروف ہوگئے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

تیسری مرتبہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے یہاں ضیافت کا اہتمام ہوا اور بعض مسلمانوں نے شراب پی کر نماز پڑھنی شروع کی، تو امام نے حالت نشہ میں سورۃ کافرون کی تلاوت کی اور تمام سورۃ میں لفظ لا نہ پڑھا تو اس آیت مُبارکہ کا نزول ہوا آیت ۴۳ سورۃ النساء پارہ وَالْمُحْصَنٰتُ ۵:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، قریب نہ جاؤ نماز کے جب تم حالت نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھو جو زبان سے ادا کرتے ہو۔

اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا جس چیز کا پینا، نماز اور ہمارے درمیان میں حائل ہوجائے اسے پینا مناسب نہیں! دفعۃً شراب بالکل ترک کردی۔

اور چوتھی مرتبہ اس زمانے میں جب عتبان بن مالک نے دعوت کی جس میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بھی بطور مہمان تھے، کھانے کے بعد شراب کا دور ہوا اور حالتِ کیف و مستی میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک شعر انصار کی ہجو میں پڑھا اہلِ مجلس

Marfat.com

میں سے ایک نے سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر ضرب لگائی اس بات کی شکایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس عالیہ میں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی: "اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا" اس پر یہ مذکورہ آیت تحریم نازل ہوئی، حدیث مُبارکہ میں مذکور ہے "کل مسکر خمر و کل مسکر حرام" ہر نشہ کرنے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ (الحدیث)۔

آیت ۹۱ میں وضاحت اس بات کی ہے کہ شیطان تو اس بات پر اظہار خوشی کرتا ہے کہ تمہیں شراب اور جُوئے میں مُبتلا کر دے تم میں کینہ اور دُشمنی پیدا کر دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کی ذات عرفان کی حقیقت کو پہچان لینے سے روکے رکھے، اس آیت مُبارکہ میں شراب اور جُوئے کے وبال بتائے گئے ہیں شراب نوشی اور جُوا کا ایک وبال اور آفتِ جان تو یہ ہے کہ اس سے کینہ، بُغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے جو اس لت میں مُبتلا ہو جاتا ہے وہ نماز کی پابندی، اہتمام اور اِنصرام نماز سے قطعی محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے یہ فتنے اس لئے اختراع کر لئے ہیں کہ اس میں ہمیں شامل کر کے ہمارے مابین عداوت اور انتقام کی آگ بھڑکا تا رہے اور یاد اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے ہمیں خود اپنی قدر و قیمت سے بے خبر کر دے۔ عرب کی تاریخ شاہد ہے کہ تاریخ میں ایسی معرکۃ الآراء جنگ وجدال کے قصّے موجود ہیں جن کی آگ کا شعلہ، شراب اور جوئے نے بھڑکایا۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ شراب کے نشے میں آدمی چور ہو کر اصل حقائق سے رُخ موڑ کر خیالی دنیا میں کھویا کھویا رہتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسلام طرزِ زندگی نے زیست کی تمام تر رفعت، عظمت اور آسانی ذکر اللہ کے ساتھ وابستہ کر رکھی ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ بقول غالب: ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

آیت ۹۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو شعارِ زندگی اور شعارِ بندگی بنالو، اگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات سے اعراض کرنے کی کوشش کرو گے تو جان لو! یہ تمہارے لئے خسارہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم تمہاری منفعت کی بات ہے اگر کوئی نہ مانے تو بھلا اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات اگر تسلیم کرنے میں تساہل سے کام لیا تو اس سے اس کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جس قدر کام اُن کے سپرد تھا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے صاف صاف پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارا کام ہے عمل کرنا۔

ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے — اقبال

آیت ۹۳ میں بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے اور عملِ صالح اختیار کر لیا، انہوں نے جو کچھ کھایا اور نوش کیا اس پر گرفت نہیں البتہ آئندہ زندگی میں ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں جو کچھ اچھے اُمور سرانجام دیئے اور نیک نیتی کے ساتھ خدا ترسی کے رویہ کو شعارِ زندگی اور حق بندگی جان کر عمل کیا ایسے نیک کاروں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اک مؤمن کے لئے روحانی عروج کی منزل یہی ہے کہ راہِ تقویٰ اپنائے اور اس مقام پر پہنچ جائے جہاں اللہ ﷻ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے اکثر صحابہؓ جو غزوۂ اُحد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اسی حالت میں جام شہادت نوش کیا پیٹ میں شراب بھی تھی اس پر یہ آیت اُتری۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

۲۴۶۹۸

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ ضرور تمہیں آزمائے گا ایسے موقع پر جبکہ تمہارے ہاتھ اور نیزے بالکل آسانی سے شکار کی زد تک پہنچ جائیں گے تاکہ اللہ اپنے علم سے عیاں کرکے بتادے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے خوف کھانے والا ہے/اس سے کون ڈرتا ہے پس وہ شخص حد سے تجاوز کرے اس کے لئے دردناک سزا ہے۔ (۹۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم شکار نہ کرو جس وقت حالتِ احرام میں ہو، اور تم میں سے جو اسے قصداً ہلاک کردے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور/ہم پلّہ مویشی دے، جیسا کہ اُس نے قتل کیا ہے اس کا فیصلہ دو معتبر/عادل آدمی کریں، اور یہ نیاز، نذر، قربانی کعبہ تک پہنچائی جائے یا اس گناہ کا کفارہ دے محتاجوں مسکینوں کو کھانا کھلانے سے ہوگا یا اس کے بقدر روزے رکھے جائیں، تاکہ اپنے کئے ہوئے کام کا وبال/سزا چکھے جو سرزد ہوچکا، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ گزر چکا/گزشتہ کو معاف کردیا، جواب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اب اس سے انتقام لے گا، اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔ (۹۵)

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

تمہارے لئے حلال ہے دریائی شکار، اور اُس کا کھانا استفادہ اُٹھالو! یہ تمہارے اور مسافروں کے لئے منفعت کا سامان ہے اور خشکی کا شکار پکڑنا حرام قرار دے دیا گیا جب تک حالت احرام میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے حضور تم کو اکٹھا کیا جائے گا۔ (۹۶)

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

اللہ تعالیٰ نے ادب والے گھر/مقام تقدس کعبۃ اللہ کو لوگوں کے قیام کا مرکز بنایا، حرمت والے اور اللہ کی قربانی نذر و نیاز کے جانور، جن کی گردنوں میں علامت آویزاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی نیاز کے نشان پڑے ہیں یہ چیزیں قابلِ ادب/پُر تقدس ہیں یہ اس لئے کہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بے شک اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کے اندر جو کچھ ہے، اس کا علم رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ (۹۷)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اچھی طرح جان جائیے! اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب دینے والا ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔ (۹۸)

مَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

رسول ﷺ پر تو صرف صاف پیام پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ واقف ہے جو کچھ تم ظاہری طور پر کرتے ہو یا جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ (۹۹)

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰

آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو۔ (۱۰۰)

الفاظ و معانی آیت ۹۴ تا ۱۱۰

﴿ لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ ﴾ البتہ ضرور آزماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں، گویا تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والوں کا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کلی طور پر اختیار حاصل ہے کہ خاص حالات میں تمام خاص خاص چیزوں کو حرام قرار دے۔ (بحوالہ بیان القرآن) ﴿ مِنَ الصَّیْدِ ﴾ [1] ساتھ ایک چیز کے شکار سے، اس وقت کہ تم احرام باندھے ہو اور ایسا شکار کہ ﴿ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ ﴾ پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اس تک۔ ﴿ رِمَاحُكُمْ ﴾ [2] تمہارے نیزے۔ ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى ﴾ پھر جو کوئی حد سے گذرے اور شکار کرے۔ ﴿ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ بعد اس آزمائش کے۔ ﴿ اِعْتَدٰى ﴾ اُس نے زیادتی کی۔ اِعْتِـدَاءٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ ﴿ مُّتَعَمِّدًا ﴾ قصداً اور یہ جان کر کے کہ وہ حالتِ احرام میں ہے اور شکار مارنا اُن پر حرام ہے۔

﴿ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ﴾ تو اس پر واجب ہے کہ جو جزاء اس کے مانند/مساوی ہے جو اس شخص نے ہلاک کیا ہے اس کا فدیہ دے۔ ﴿ النَّعَمِ ﴾ چوپایہ میں سے ہو، اونٹ، بکری، گائے وغیرہ۔ اَنْعَامٌ اور نُعْمَانٌ۔ اِسم ہے قواعد کے مطابق، صیغہ جمع ہے۔ ﴿ هَدْیًا ﴾ قربانی کا جانور اِسم نکرہ ہے قواعد کے لحاظ سے۔ ھُدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم میں کی جاتی ہے عام عرب کا یہ معمول تھا کہ ایسے جانور جس فرد کے ساتھ ہوں اس کو وہ کچھ نہ کہتے، وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ سفر کرتا اور اپنے مقصد کی تکمیل کرتا۔ ﴿ لِیَذُوْقَ ﴾ تاکہ چکھے، ذوق مصدر مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَبَالَ ﴾ ناگواری، بداعمالی کی سخت سزا، اِسم ہے۔

﴿ وَمَنْ عَادَ ﴾ اور جو اب پھر گیا، عَوْدٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے بٹ جانے کے پھر اس کی طرف لوٹ آنے کے ہیں عود قواعد کے مطابق ماضی واحد مذکر غائب۔ ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ ﴾ حلال کیا گیا تمہارے واسطے شکار دریا کا، جیسے دریائی شکار اور اس کا کھانا۔ ﴿ دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾ رہو تم حالت احرام میں۔ ﴿ دُمْتُمْ ﴾ تم ٹھہرے رہے، دَوَام سے فعل ماضی کا صیغہ۔ ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ ﴾ بنایا ہے اللہ نے کعبہ کو، لفظ کعبہ عربی لغت کے مطابق ایسے مکان کو کہا جاتا ہے جو مربع چکور ہو، مکعب ہونے کی وجہ سے کعبہ کہا جاتا ہے۔ ﴿ الْبَیْتَ الْحَرَامَ ﴾ تقدس والا گھر، قبیلہ خثعم کا تعمیر کردہ ایک مکان اور تھا جس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا بیت اللہ/حرمت والا کہہ کر اِس کعبہ کو ممتاز کر دیا گیا۔

﴿ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ﴾ دینی اُمور کے قیام کا مُوجب لوگوں کے واسطے حج، اور مناسک کا قیام اسی کے

---

[1] ......صید بمعنی شکار کے، صید اُن جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں اور عادۃً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں شکار اہل عرب کی معاش کا ایک اہم ذریعہ تھا، چنانچہ حالتِ احرام میں ان کو منع کر کے ان کا امتحان لیا گیا مخصوص طور پر حدیبیہ میں قیام کے دوران، بہ کثرت شکار صحابۂ کرام ﷺ نے کئے۔ ان دنوں میں ان آیات کا نزول ہوا۔ اس حکم سے مسلمانوں کو آزمائش کے طور پر بتایا جا رہا ہے کہ جب تم احرام باندھ چکو، تو کسی جانور یا پرندے کا شکار مت کرو۔

[2] ......رماحکم، جو تیزوں کی زد میں آجائے یہ آزمائش بنی اسرائیل کے واقعہ کی طرح ہے جو اُن کو سبت/ہفتہ کے دن کے معاملے میں درپیش ہوئی اس نوعیت کے ابتدائی احکام کا مدعا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کو جانچنا اور پہچاننا ہے۔

Marfat.com

سبب ہے لفظِ قیام اور قوام اس کا مصدر ہے، لفظ الناس لوگ/انسان، اصل میں اُناس تھا کیونکہ انسان ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں یا ایناس (دیکھنا) کیونکہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

گو قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کا مفہوم یہ ہوا کہ کعبہ اور اِرد گرد متعلقات لوگوں کے قیام وبقا کا ذریعہ ہیں ''اگر ایک سال بھی ایسا ہو جائے گا کہ کوئی حج نہ کرے یا کوئی شخص بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوکر نماز ادا نہ کرے تو پوری دنیا پر عذاب عام آجائے گا''۔ (بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیعؒ تفسیر سورۃ المائدہ)

﴿والمراد مایقوم به امر الناس﴾ کعبہ مکرم تکوینی اور تشریعی دونوں لحاظ سے لوگوں کے آماجگاہ امن ہے۔ (بحوالہ المنار) تشریعی لحاظ سے اس وجہ سے کہ عمرہ وحج اور مناسکِ حج کی عبادات یہاں ہی ادا کی جاتی ہیں کعبۃ اللہ کہ حبیب اللہ کا مسکن اور مولد مُبارک ہے قرآن حکیم میں قیما للناس ہونے میں کعبہ کے ساتھ تین اور چیزوں کی شمولیت ہے۔ ﴿وَالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ﴾ حرمت وعظمت والے ماہِ مُبارک، عام مفسرین نے اظہارِ خیال کیا ہے کہ اس جگہ شہر حرام سے ''ماہِ ذی الحجہ'' مراد ہے جس میں مناسکِ حج اور اعمالِ حج سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ دوسری چیز (والھدی) حرم کی قربانی اور تیسری چیز (قلائد)، اس کا واحد قلادۃ ہے گلے کے ہار کو کہا جاتا ہے۔ عرب میں جاہلیت کی ایک رسم یہ تھی کہ جو کوئی فرائض حج کے لئے جاتا اس کے گلے میں بطور ''علامت حج'' ہار ڈال دیا جاتا تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ یہ شخص سفر حج کے لئے عازم سفر ہے اور کوئی اس کو ایذا نہ دے، قربانی کے جانور ہدی کے گلے میں اس طرح کے پٹے ڈال دیئے جاتے، اور یہ قلائد قیام امن وراحت کا موجب ٹھہرے۔

﴿ذٰلِكَ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ﴾ یہ کہا گیا کہ جان لو تم، اچھی طرح سے، اللہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین اور آسمان کے مابین ہے گویا ہم نے بیت اللہ اور اس کے قُرب وجوار کو بنی نوع انسان کے لئے گہوارہ امن وآشتی اور قیام وبقا بنا دیا ہے۔ ﴿اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ﴾ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ مغفرت عطا کرنے والا بھی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ جو احکامات حلال وحرام کے صادر ہوئے ہیں ان میں حکمت ومصلحت مُضمر ہے اُن کی تعمیل اور تکمیل باعثِ خیر ہے اور ان پر عمل سے غفلت موجبِ وبال اور سخت سزا میں مُبتلا ہونا ہے۔ باری تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے! توبہ کرنے والوں اور احساسِ ندامت کرنے والوں کے لئے مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ ﴿مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ﴾ ہمارے حبیب ﷺ کے ذمہ تو اتنا ہی کام ہے کہ ہمارے حُکم کو مخلوق تک پہنچا دے۔

﴿قُلْ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے ہر ذی عقل کے نزدیک پاک اور ناپاک، حلال اور حرام مساوی نہیں ہوسکتے لفظ خبیث سے مراد ناپاک، حرام اور طیب سے مراد حلال اور پاک ہے۔

﴿وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ﴾ گو کہ دیکھنے والوں کو اکثر بُری اور خبیث شے کی زیادتی اچھی نظر آنے لگتی ہے لیکن یہ قضائے بشریت کی علم وشعور کے مرض کا احساس ہے جو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ ﴿اَعۡجَبَكَ﴾ وہ تجھ کو بھلا دیکھائی دیا، اَعۡجَبَ فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۹۴ تا ۱۰۰

آیت ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ احرام خواہ، حج کا ہو یا عمرہ کا، حالت احرام میں شکار نہ کیا جائے، البتہ یہ ضرور ہے کہ درندہ حملہ کرے یا سانپ بچھو یا باؤلا کُتا❶ جن کے کاٹنے کا امکان ہو تو ان کو از روئے حدیث اس حُکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندوں کے لئے یہ گھڑی آزمائش کی ہے وہ حالتِ احرام میں جب کہ شکار اُن کے روبرو ہو اور سہولت کے ساتھ مارا اور پکڑا جاسکتا ہو شہر مکہ میں بطورِ احساسِ ادبؒ کے شکار کرنا بلکہ ان جانوروں کو ڈرانا، بھگانا بھی ممنوع ہے۔ ۶ھ میں حُدیبیہ کے واقعہ کے موقع پر پرندے اور طیور بہ کثرت دیکھائی دیتے تھے اور لوگوں کی سواریوں پر چھا جاتے تھے ایسی صورت میں ہتھیار سے اور ہاتھ سے شکار کر لینا قدرے آسان بھی تھا اور ممکن بھی، لیکن ایمان والے اس امتحان میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اطاعت شعار رہے اس پر اس آیت کا نزول ہوا، اللہ تعالیٰ کے حُکم کو ماننے میں وہ ثابت قدم رہے۔(بحوالہ خازن) جو لوگ حد سے تجاوز کرنے لگے/ بڑھنے لگے، یعنی نافرمانی کرنے لگے، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۹۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اگر احرام کی حالت میں شکار پکڑ ہی لیا ہے تو لازم ہے کہ اس کو چھوڑ دے اگر شکار کر لیا گیا ہے تو اس کی مساوی قیمت کا جانور، بکرا، بھیڑ، گائے، یا اونٹ، حدودِ حرم میں کعبۃ اللہ❷ میں اللہ تعالیٰ کی نذر کر کے، نیاز کے طور پر پہنچادے اور ذبح کرلے اور خود نہ کھائے بلکہ اس ذبح کو مفلس محتاج کو کھلا دیا جائے یا اس جانور کی قیمت کا اناج لے کر غریبوں میں بانٹ دے، یا پھر اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جتنے غرباء میں صدقۂ فطر کی مقدار کے مطابق وہ اناج تقسیم ہوسکتا ہے اتنے ہی ایام کے روزے رکھے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، محمد کرم شاہ الازہریؒ)

آیت ۹۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ احرام کی حالت میں دریائی شکار کی اجازت ہے اور خُشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام ہے جب تم حالت احرام مین ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرتے رہو، اس لئے کہ سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ہے حدیث مُبارکہ میں مذکور ہے کہ سمندر کا مُردار حلال ہے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر)

آیت ۹۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حُرمت اور تقدّس والا گھر بنایا ہے یہ لوگوں کی بقا کا مَسکن ہے ابنِ آدم علیہ السلام یا بنی نوع انسان کی بقا کا دارومدار، اس کی توقیر اور عظمت سے وابستہ کردیا گیا ہے، بیت اللہ شریف ذاتی تجلّیات باری تعالیٰ کا مظہر ہے، خانہ کعبہ کی احساسِ حرمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس مقامِ تقدس پر دینی اور دنیاوی اُمور کا قیام ہوتا ہے، عوام الناس کو وہاں دائمی سکون قلب عطا ہوتا ہے، ضعیفوں کو وہاں امان ملتی ہے، تاجر وہاں نفع بخش کاروبار کرتے ہیں حج اور عمرہ کی وہاں "لبیک" کی نداد یکھ کر مَناسکِ حج کی ادائیگی کرتے ہیں ذی الحجہ میں تمام دنیا کے فرزند توحید، اس ایک مرکزِ امن میں اکٹھا ہو کر رحمتِ باری تعالیٰ کے انعام واکرام سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اس طرح تم جان لو! کہ اللہ تعالیٰ خوب علم رکھتا ہے ان تمام چیزوں کا جو کچھ اَرض وسماء میں پائی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔

---

❶ ......ان موذی جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہے جن کا استثنا احادیث مُبارکہ میں مذکور ہے ان کی تعداد پانچ ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا، اور باؤلا کتا۔ بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب الحج، باب ماینذب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم، اور موطا امام مالکؒ۔

❷ ......"یہ فدیہ جانور یا اس کی قیمت/رقم کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے۔" بحوالہ فتح القدیر

Marfat.com

آیت ۹۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اچھی طرح جان لو! اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اور بہت ہی مہربان اور بخشنے والا بھی ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ جو احکامات، تقدس کے حالتِ احرام کے متعلق بتائے گئے اور اقدام کعبہ کی حرمت میں بتائے گئے اگر ان کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت سے سخت ہے البتہ نسیاں اور تقصیر، بھول چوک سے سرزد ہو جائے پھر ادائیگی کفارہ کے بعد اس کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ تو رحم کرنے والا اور معاف کر دینے والا ہے۔

آیت ۹۹ میں بتایا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دستور، قانون اور پیغام صاف صاف پہنچا کر اپنا فرضِ منصبی ادا کر دیا اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت تمام ہوئی اب تمہارا عمل خواہ مخفی ہو یا ظاہری جو کچھ کرو گے وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے حساب و کتاب اور یوم جزا ذرّہ ذرّہ کا وقت عمل سامنے آشکار ہو جائے گا۔

آیت ۱۰۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ طیّب / پاک اور ناپاک پلیط باہم برابر نہیں ہو سکتے، ناپاکی کے سبب اس عمل کی منفعت اور برکت کم ہو جاتی ہے البتہ جس شئے میں پاکیزگی کا عنصر غالب ہو تو پاک ہونے کی برکت اور منفعت میں اضافہ ہوتا ہے اگرچہ بُرائی کا غلبہ اور کثرت خباثت اپنے اندر کشش ضرور رکھتی ہے لیکن طیب و طاہر شئے اپنا کر لوگ راہِ فلاح پر گامزن ہوتے ہیں۔

آیت ۹۴ تا ۱۰۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

اہلِ ایمان کو احرام کی حالت میں شکار نہ کرنے کا حکم آزمائش کے طور پر ہے۔ یہ آزمائش درحقیقت بنی اسرائیل کے اس امتحان کے مطابق ہے جو اُن کو سبت / ہفتہ والے دن، شکار کرنے سے منع کیا گیا اس طرح آزمائش اور امتحان کی گھڑی سے گذرنے کا مقصد اور احکامات کا اصل مُدعا اللہ ﷻ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ وفاداری کے پیکرِ عزم کو جانچنا ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرتا ہے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اگر تم میں سے کوئی جان کر ایسا کر گذرے جو جو جانور اس نے شکار کیا ہے ویسی کے مطابق یعنی ہم پلّہ جانور اُسے مویشیوں سے نذر دینا ہو گا اس بات کے فیصلے کا اختیار دو (۲) عدل کرنے والے آدمی کریں گے یہ نذرانہ حدودِ حرم / کعبۃ اللہ پہنچایا جائے گا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس گناہ کے پاداش میں بطورِ کفارہ چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا یا یہ استطاعت نہ ہو تو روزے رکھنے ہوں گے اس سے قبل جو کچھ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا لیکن اب اگر ایسی غلطی سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ بدلہ لے گا اور بدلہ لینے کا کُلّی اختیار بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ البتہ سمندر کا شکار اور اس کا کھانا طیّب قرار دیا گیا جو تم پر حرام کیا گیا ہے اس سے اجتناب کرو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہئے۔

پاک اور ناپاک بہر نوع یکساں نہیں! ناپاکی کی بُہتات تمہیں بُرائی کی طرف مائل کرتی ہے اہلِ عقل و خرد کو سوچنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رہیں ایسی صورت میں بھلائی ہی ملے گی اگر ہم سورۃ المائدہ کی ابتدائی آیات کو زیرِ مطالعہ رکھیں علم ہو گا کہ اہلِ ایمان کے لئے مویشی قسم کے تمام جانور حلال قرار پائے بجز ان کے جن کے بارے میں مزید بتایا جائے گا کہ احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے حلال نہ کرو قربانی کے جانوروں پر دست درازی سے گریز کرو البتہ جب احرام کی مُدت ختم ہو جائے تو احرام اُتارنے کے بعد شکار کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار لگیں، اگر یہ باتیں ایسے وقت میں دریافت کی جائیں گی جب قرآن کا نزول ہو رہا ہو، تو تم پر اس کا جواب عیاں کر دیا جائے گا اس سے قبل جو کچھ ہو چکا اللہ نے معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا حلم والا ہے۔ (۱۰۱)

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

پھر ایسی باتیں آپ سے پہلے بھی لوگوں نے دریافت کی تھیں، انہیں باتوں کے سبب وہ کفر میں مبتلا ہو گئے۔ (۱۰۲)

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾

اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا ہے نہ بحیرہ، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام/ان رسومات پر چلنا، اور ماننا اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا، لیکن یہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو وہ ہیں جو بے عقل/کم ہیں، کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ (۱۰۳)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾

اور جب ان کم عقلوں کو کہا جاتا ہے آؤ اُس جانب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو تو جواباً کہتے ہیں ہمارے لئے تو بس وہی طریقہ مناسب/کافی ہے جو ہم نے اپنے باپ دادا کو کرتے ہوئے پایا، کیا یہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید/کی پیروی کرتے چلے جائیں گے جب کہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ ہدایت پانے والے رہے ہوں۔ (۱۰۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر لازم ہے اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، تم سیدھے راستے پر گامزن رہو، جو بہک گیا وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کر سکتا، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے/رجوع ہونا ہے پھر وہ آگاہ کرے گا، جو کچھ تم اس دنیا میں کیا کرتے تھے۔ (۱۰۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارا آپس میں دو شخص کو گواہ بنا لینا مناسب ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو وصیت کے وقت شہادت دینے کے لئے تم میں سے دو عادل/انصاف پسند/دیندار ہوں تمہارے غیر بھی دو گواہ بن سکتے ہیں، اور تم زمین میں کہیں حالت سفر میں ہو اور وہاں موت آ پڑے، اور تم کو اُن گواہوں پر شک ہو جائے تو

Marfat.com

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝

ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو، پھر یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے عوض منفعت نہیں چاہتے، ہم اپنی قسم فروخت کرنے والے نہیں، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ کیوں نہ ہو، ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی کو پوشیدہ رکھنے والے نہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گناہ گار ہوں گے۔ (۱۰۶)

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

پس اگر اس بات کا پتہ چل جائے کہ وہ خود گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو اُن کی جگہ دو اور شخص کھڑے ہوں اللہ کی قسم کھا کر یہ دونوں اقرار کریں کہ ہماری گواہی پہلے دو گواہوں کی شہادت سے زیادہ سچ ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی اور ہم نے ذرّہ بھر حد سے تجاوز نہیں کیا اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔ (۱۰۷)

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ایسا کرنے سے قریب ہے کہ لوگ گواہی دینے میں درُست سمت میں آجائیں یا اس بات سے خوف زدہ ہو جائیں کہ اُن کی قسمیں، دوسروں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راہِ ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ (۱۰۸)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸

﴿ لَا تَسْـَٔلُوْا ﴾ نہ پوچھو۔ ﴿ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ ﴾ اگر وہ ظاہر کر دی تم پر، تُبْدُ وہ ظاہر کی جائے گی۔ ﴿ اِبْدَاءٌ ﴾ سے ظاہر کے معنوں میں آتا ہے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ تَسُؤْكُمْ ﴾ وہ تم کو ناگوار گذرے، وہ تم کو رنجیدہ کرے، سُوْءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔

کچھ لوگ نبی کریم ﷺ سے عجیب فضول سوالات دریافت کرتے جن کی نہ تو دین کے سلسلے میں کسی معاملے کی اہمیت ہوتی اور نہ ہی دنیا ہی کے معاملے میں اس کی ضرورت ہوتی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو قدرے ان باتوں میں ملال ہوتا، حضرت عبداللہ بن خذافہ کے بارے میں لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے تو وہ اُٹھے اور سوال کیا! مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ میرا والد کون ہے! حضور ﷺ نے جواب دیا ابوک خذافة تمہارا باپ خذافہ ہے اس کی والدہ اپنے بیٹے کے اس سوال پر لرزہ براندام ہوئیں اور کہنے لگیں اے عبداللہ اس قدر نافرمانی بھی کسی کا سپوت ہو سکتا ہے۔ تُو تو مجھے سرِ محفل رُسوا کرنا چاہتا تھا۔

﴿ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ﴾ اگر نزولِ قرآن کے وقت ایسے سوالات دریافت کرو گے تو وحی کے ذریعہ ان کا جواب آئے گا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے زیادہ سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے حدیث میں مذکور ہے۔

”ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألته“

Marfat.com

''مسلمانوں میں وہ سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال، دریافت کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام کردی گئی گو کہ اس سے قبل وہ حلال تھی۔'' (بحوالہ صحیح البخاری وصحیح مسلم شریف، کتاب الفضائل باب توقیرہ)

﴿ قَدْ سَاَلَهَا ﴾ تحقیق پوچھا ان چیزوں کا حال۔ ﴿ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ﴾ ایک گروہ/جماعت نے پہلے تم سے، قَدْ، کبھی، یہ حرف فعل کے ساتھ مخصوص ہے ماضی میں بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی، ماضی پر تحقیق وترتیب کے لئے اور مضارع پر تحقیق وتقلیل کے لئے آتا ہے مضارع پر داخل ہو تو فعل کے کسی وقت ہونے پر اور کسی وقت نہ ہونے کو بتلایا ہے۔ (قاموس القرآن)

﴿ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴾ پھر ہو گئے اُن سوالوں کے سبب کافر، ﴿ اَصْبَحُوْا ﴾ ہو گئے، انہوں نے صبح کی، یہ اصباحٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے ایک شخص نے دریافت کیا! کیا ہر سال؟ حضور ﷺ نے سکوت/خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ایسا ہو جاتا تو ہر سال حج کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوتا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب الحج، مسند احمد، سنن ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ)

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا۔ ﴿ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ ﴾ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو پانچ مرتبہ بچے پیدا کر چکی ہو اور آخری مرتبہ اس کے یہاں نر بچہ، مذکر پیدا ہوا ہو، جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا پھر نہ اس کا دودھ پیا جاتا اور نہ کوئی اسے اپنے کام میں لاتا۔ ﴿ وَّلَا سَآئِبَةٍ ﴾ اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اس کو سواری اور بار برداری کے طور پر استعمال نہ کرے۔ ﴿ وَّلَا وَصِيْلَةٍ ﴾ ایسی اونٹنی جس سے پہلی بار مادہ/مؤنث جانور پیدا ہوا ہو اور پھر مادہ پیدا ہو، اس کو بھی بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے۔ ﴿ وَّلَا حَامٍ ﴾ وہ نر اونٹ، جس کی نسل سے بکثرت کئی جانور پیدا ہوں اور بتوں کے نام پر چھوڑ دیا ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب ان جانوروں کو اپنے بتوں کی نذر کے طور پر پیش کرتے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف بہ روایت حضرت سعید بن مسیب ؓ)

﴿ وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ اور جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد (باپ دادا) کو پایا، گویا ہمارے لئے تو وہ طریقہ بہتر/کافی ہے جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو دیکھا۔ ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ اگر چہ ان کے باپ دادا جاہل اور گمراہی ہی میں کیوں نہ ہوں یہ اُن کی تقلید کریں گے، یہ کوئی درست بات تو نہیں ہے عقل وفراست اور علم رکھتے ہوئے ہدایت کے معیار کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے طریقہ رسوم کو اپنایا جائے یہ تو ایک غیر معقول حرکت اور عمل ہے۔

﴿ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ جو گمراہ ہو گیا جب تم راہ پائے ہوئے ہو، گویا اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ تم راہِ ہدایت پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے مضر رساں نہیں۔ ﴿ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ ﴾ گواہی وصیت کی جو تم میں ظاہر ہو۔

﴿ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ ﴾ روکو ان دو گواہوں کو نماز کی ادائیگی کے بعد، تو وہ قسم کھائیں اللہ کی۔ ﴿ تَحْبِسُوْنَهُمَا ﴾ ان دونوں کو تم روک سکو۔ یَحْبِسُوْنَ، حَبْسٌ سے بمعنی روک رکھنے کے آتا ہے۔ فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ ﴾ سے مراد نماز عصر لی گئی ہے اس وقت کو ظاہر کرنے کی وجہ یہ

Marfat.com

ہے کہ اہلِ کتاب اس وقت کا تقدس کرتے تھے اس وقت میں جھوٹ کہنا اس لئے ممنوع تھا کہ قسم میں کسی خاص مقام یا خاص وقت کی قید لگا کر تغلیظ کرنا جائز ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ اگر شبہ ہو تمہیں۔ ﴿ اِرْتَبْتُمْ ﴾ تم شک میں پڑے، تمہیں شبہ ہوا اِرْتِـعَـابٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ﴾ اور نہ پوشیدہ رکھیں ہم گواہی اللہ کی، کُتْمٌ مصدر، مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔

﴿ فَاِنْ عُثِرَ ﴾ پس اگر خبر کر دی گئی، عُثُـوْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ ﴾ ان میں کہ حق ثابت ہے، اِسْتَحَقَّ، وہ حق دار ہوا، اِسْتِحْقَاقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ اَوْ يَخَافُوْا ﴾ ساتھ اس بات کے کہ ڈریں۔ ﴿ اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ ﴾ رد کر دی جائے گی قسم ہماری۔ ﴿ تُرَدَّ ﴾ پھیر دی جائے کی رَدّ لوٹانے کے معنی میں آتا ہے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸

آیت ۱۰۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ بلاضرورت سوال کرنے کی قطعی ضرورت نہیں اگر اس کا جواب تمہیں مل گیا تو یہ بات تمہاری خاطرِ معصوم میں گراں گزرے گی البتہ اگر تم اُن ایام میں سوال کرو گے جب نُزول قرآن ہو رہا ہے تو تم پر سب اُمور ظاہر کر دیئے جائیں گے اب اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حکم دیا، اس پر عمل کرو جو ظاہر نہیں کیا گیا اسے معاف سمجھو! اب جو کچھ ہو چکا سو ہو گیا، اگلے وقتوں کے لوگوں نے دین میں بحث وتکرار کر کے دین کو اُلجھا دیا اور خود بھی بے یقینی کی کیفیت میں رہے اللہ تعالیٰ نے سب معاف کر دیا اللہ تو مغفرت فرمانے والا اور بڑے حلم والا ہے۔

آیت ۱۰۲ میں بتایا جا رہا ہے تم سے قبل کے لوگ ایسے ایسے سوال کرتے رہے اور جواب ملنے پر اُن گھتیوں کو سُلجھانے سے محروم رہے اور وہ راہِ کفر میں بھٹک گئے، کیونکہ وہ ان باتوں سے مُنکر رہے حدیث مُبارکہ میں اس مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے کہ ”تمہیں جن چیزوں کے بارے میں نہیں بتایا گیا تم مجھ سے ان کے بارے میں سوال مت کرو اس لئے کہ سابقہ اُمتوں کی ہلاکت کا سبب، ان کا کثرت سے سوال کرنا اور اپنے انبیاء سے اختلاف بھی تھا۔“ (بحوالہ صحیح مسلم)

آیت ۱۰۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ دَورِ جاہلیّت میں اہلِ عرب میں چار رسومات عام تھیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام، نادان لوگ کسی جانور کے کان چیر کر بطورِ نذر ونیاز کسی بُت یا دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے، اِن سے کوئی کام لینا نہیں ذبح کرنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانا حرام فعل سمجھا جاتا۔ بحیرہ: جس جانور کو بُتوں کے نام سے وقف کر دیتے اسے اپنے کام میں نہ لاتے، یہ چاروں رسومات شعائرِ شرک کے دائرہ میں آتی ہیں۔ سائبہ کسی جانور کو کسی مورتی کی نذر بیماری سے نجات پانے کے لئے وہم میں آزاد کر دیتے وصیلہ ایسا جانور جس کا پہلا بچہ نر ہوتا تو اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جاتا، حام کی رسم یہ قرار پائی کہ جب کسی اونٹ کا بچہ سواری کے قابل ہو جاتا تو یہ اونٹ ”تقدس والا“ سمجھا جاتا یا کسی اونٹ کے نطفہ سے دس بچے جنم لیتے تو اسے بھی آزاد کر دیا جاتا، ستم ظریفی کی انتہا تو دیکھئے کہ اِن مُشرکانہ طرزِ عمل اور رسومات کو حق تعالیٰ کی رضا سمجھا جاتا رَبّ جلیل نے یہ رسومات مقرر نہیں کیں یہ کافر اللہ تعالیٰ پر بُہتان باندھتے ہیں ان کی اکثریت بے عقل ہے اور

یہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

آیت ۱۰۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اے عقل وفہم وفراست سے بے نیاز ہونے والو! اُن فضول رسموں کو ترک کردو، جب اُن سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی پیروی کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل فرمائی تو ان کا جواب ہوتا ہے ہم نے اپنے آباؤاجداد کی پیروی اختیار کر رکھی ہے یہی ہمارے لئے کافی ہے جاہلوں کی ایک حجت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو کام ہمارے اسلاف میں ہوتا آیا ہے اس کی خلاف ورزی کیوں کی جائے کیا یہ اپنے دادا کی رسم توہمات کو اپناتے جائیں گے جبکہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ راہِ ہدایت کی سمت کی انہیں کوئی خبر نہیں۔

آیت ۱۰۵ میں خطاب اہلِ ایمان سے ہے کہ تم پر لازم یہی ہے کہ اپنی خبر لو، اپنی ہی فکر میں مُنہمک رہو، تم سیدھے راستے پر گامزن رہو، جو راہِ ہدایت سے بہک گیا سو وہ بہک گیا، وہ تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا، ہر مسلمان پر مقدور بھر سعی وکوشش کرنا لازم ہے دوسروں کی ہدایت کے لئے مقدور بھر کوشاں رہو یہ تمہارے فرائض منصبی میں شامل ہے اس کے بعد بھی کسی نے غلط روش اختیار کی تو تمہیں چنداں تفکّر کرنے کی ضرورت نہیں! سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور رجوع ہونا ہے جس نے گمراہی اختیار کی اور جس نے راہِ مستقیم پائی سب کے نیک اعمال اور بُرے اعمال اور اُن کے نتائج سب کچھ سامنے کر دیا جائے گا۔

آیت ۱۰۶ میں اظہار بیان ہے کہ موت سے کس کو انکار ہے ساعت مرگ کے لمحات قریب سے قریب ہونے لگیں، تو دو مُعتبر رانصاف کرنے والے مسلمان آدمیوں کے روبرو وصیت کر دو یہ احسن کام ہے ہاں اگر حالتِ سفر میں موت کی گھڑی پہنچ گئی ہے اور اگر مسلم موجود نہ ہوں تو دوسری قوم رغیر مسلموں کے معتبر اشخاص کو گواہ روصی بنالو، اگر بات میں اختلاف کی نوعیت آجائے تو نماز تک شہادت رگواہی دینے والوں کو روک لیا جائے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں، اور قسم کھا کر کہیں کہ ہم اپنی قسم کے بدلے کوئی منفعت حاصل نہیں کر رہے ہیں یعنی جھوٹی قسم نہیں کھا رہے ہیں۔

آیت ۱۰۷ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر اس بات کی خبر ملے کہ ان دونوں نے جھوٹی شہادت کا ارتکاب کر کے حق کو چھپا لیا، تو میت کے قریبی اعزّ اجن کا حق دبایا گیا ہے دیگر دو اشخاص کو منتخب کیا جائے پھر یہ بیان دیں کہ ہماری گواہی پہلے دونوں شہادت دینے والوں کے مقابلے میں سچّی اور صادق ہے اگر ہم زیادتی رظلم کا ارتکاب کریں تو ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

آیت ۱۰۸ میں اظہار بیان ہے کہ بہتر طرزِ عمل تو یہ ہے کہ گواہی دینے والے ایسی شہادت دیں جیسا کہ شہادت دینے کا صحیح طریقہ ہے اور اس بات کا احساسِ خوف رکھیں کہ ان کی قسمیں لوٹا دی جائیں گی میت کے وارثوں کی طرف ان قسموں کے بعد، تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور یہ اصول عمل یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔

Marfat.com

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

جس روز، تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا، تب ارشاد ہوگا ان سے، تم کو کیا جواب دیا گیا تھا، تو وہ کہیں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر نہیں آپ ہی پوشیدہ حقیقتوں کو جاننے والے ہیں۔ (۱۰۹)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اے عیسیٰؑ! مریمؑ کے فرزند، تم کو اور تمہاری والدہ کو جو نعمت ہم نے عطا کی ہے جب میں نے ''روح القدس'' سے تمہاری مدد کی تم شکم مادر میں لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی تم نے لوگوں سے کلام کیا، اور جب میں نے تمہیں کتاب کا علم عطا کیا، اور حکمت دانش کی تعلیم دی، توریت اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے گارے/مٹی سے ایک شکل بناتے، پرندوں کی صورت، میرے اذن سے جب اسی میں پھونک ماری جاتی، تو وہ پرندہ بن جاتا تھا اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی (سفید داغ والے) کو میرے حکم سے شفایاب کردیتے، اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو زندہ نکال لیتا اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم اُن کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچے جو کُفر اختیار کئے ہوئے تھے کہنے لگے یہ صریحاً جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔ (۱۱۰)

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائیں گے اے اللہ، تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ (۱۱۱)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَاۗىِٕدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ، مریمؑ کے فرزند! کیا آپ کا ربّ یہ کر سکتا ہے کہ آسمان سے ایک خوان نعمت رکھانوں سے بھرا دسترخواں اُتارے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (۱۱۲)

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

جواب میں انہوں نے کہا کہ بس ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خواں سے کھائیں، اور ہمارے قلب مطمئن ہوجائیں اور ہمیں آگاہی ہوجائے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے! اور ہم ہوجائیں اس پر گواہی دینے والے۔ (۱۱۳)

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا

تب مریمؑ کے بیٹے، عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے ربّ! ہم پر آسمان سے نازل فرما کھانے کا ایک طشت/تھال، تاکہ ہم سب کے

مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

لئے ایک مسرت کی بات ہوجائے ہمارے اگلوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی، اور تیری طرف سے ایک نشانی بن جائے، اور ہمیں رزق عطا فرما، اور تو، تو سب سے بہترین روزی عطا کرنے والا ہے۔(۱۱۴)

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بلاشبہ! میں تم پر خواں نعمت رکھانے کا طشت اتاروں گا، پھر تم میں سے اب جو کفر کرے گا اس کو ایسا عذاب دوں گا رایسی سزا، جو دنیا جہان میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔(۱۱۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵

﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ جس روز اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تمام رسولوں کو، ﴿یَجْمَعُ﴾ وہ اکٹھا کرے گا مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ اس دن کو یاد کیا جائے جس روز، اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو حساب کے لئے جمع کریں گے۔ یہ بات تو یقینی ہے قیامت میں سارے عالم کو اکٹھا کیا جائے گا لیکن اول اول حساب تو انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوگا تاکہ تمام مخلوق کو پتہ چل جائے آج کے دن یوم حساب ہے اور حساب و کتاب سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔﴿مَاذَآ اُجِبْتُمْ﴾ کیا جواب ملا تمہیں! اُجِبْتُمْ، اِجَابَۃ، بمعنی جواب دینے کے فعل ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے لحاظ سے۔

﴿قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ہمیں ان کے ایمان و عمل کی کوئی واقفیت نہیں آپ تو خود ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں، ''ابن جریر نے اس توجیہ کی یوں وضاحت کی ہے کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے باری تعالیٰ کے علمِ محیط اور کامل علم کے سامنے بطور تکریم و تعظیم اور پاس ادب کی خاطر اپنے علم کی سرے سے نفی کردی۔'' (بحوالہ ابن جریر جلد ہفتم)

امام ابوعبداللہ رازیؒ نے اس کے جواب میں تشریح بیان کی ہے اس مقام پر دو اُمور علیحدہ علیحدہ قابلِ ذکر ہیں ایک علم جس کا معنی اور مفہوم ''یقین کامل'' کے آتے ہیں اور دوسرا ظن، جس کو غلبہ یا گُمان، دلوں کا بھید، اور ایمان کے حقیقی جس کا تعلق ربط قلب سے ہے وہ تو کسی کو بھی وحی الٰہی کے بغیر یقینی طور پر علم نہیں ہوسکتا۔ (بحوالہ تفسیر محیط) میدان حشر میں تمام حقائق آشکار ہوجائیں گے اور وہاں پر ہر فعل و عمل اور اُمور کی مکمل حقیقت بیان کردی جائے گی۔

﴿اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ جب میں نے مدد کی تمہاری روحِ پاک سے، اَیَّدْتُّكَ میں نے مدد فرمائی تمہاری، تائید سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ تم لوگوں سے گفتگو کرتے تھے، گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصی معجزہ عطا ہوا تھا کہ کوئی بچہ آغوش مادر یا گہوارہ میں بولنے کی صلاحیت پائے تو یہ اس کا خصوصی اعجاز اور امتیاز ہے وہ بڑی عمر کو پہنچنے پر بھی بات چیت کرتے، بڑی عمر میں گفتگو کرنے سے مراد نبوت عطا ہونے کے بعد دعوتِ دین و تبلیغ ہے۔

Marfat.com

﴿ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور جب تعلیم دی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائیں، ﴿ عَلَّمْتُكَ ﴾ میں نے تجھے علم دیا، عَلَّمتُ، تعلیم سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿ هَيْئَةِ ﴾ صورت اسم مضاف۔ ﴿ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ ﴾ میرے حکم سے پھونک مارتا تھا، تُنْفَخُ، نَفْخٌ، پھونک مارنا، فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے، اِذْنِیْ میری اجازت سے اسم ہے۔ ﴿ تُبْرِئُ ﴾ تندرست کرتا ہے اِبْرَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ﴿ كَفَفْتُ ﴾ میں نے اُس کو روکا، ماضی معروف واحد متکلم۔ ﴿ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ انہوں نے کہا کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو بنی اسرائیل کے چشم و چراغ تھے نئی نئی باتیں تجویز کرنا ان کا آبائی طرزِ عمل تھا اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک مطالبہ تجویز یہ پیش کیا کہ آسمان سے خوان نعمت کا نُزول ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب تھا کہ تم ایمان والے ہو بس اللہ تعالیٰ ڈرتے رہو، اس نوعیت کی فرمائش زبان پر لا کر باری تعالیٰ کو آزمانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ طلبِ رزق کے لئے وہی طرزِ ذرائع اختیار کئے جائیں جو قدرت نے متعیّن کر دیے ہیں۔

﴿ نُرِيْدُ ﴾ اَرَادَةٌ مصدر، ہم چاہتے ہیں فعل مضارع کا صیغہ جمع مُتکلّم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ بے شک آپ نے ہم پر سچ بولا تھا، اور ہم ان خوان نعمت کے نُزول پر گواہ رہیں۔ ﴿ صَدَقْتَنَا ﴾ تو نے ہم سے سچ بولا، صَدَقْتَ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مُتکلّم۔

﴿ ارْزُقْنَا ﴾ تو ہم کو روزی عطا کر، اُرْزُقْ سے فعل امر کا صیغہ جمع مُتکلّم۔ ﴿ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ روزی عطا کرنے والے، رِزْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵

آیت ۱۰۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے دریافت فرمائے گا میں نے تم کو جن لوگوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے تمہاری دعوت حق کو قبول کیا یا نہیں؟ جب تم نے اپنی اُمّتوں کو دعوتِ ایمان دی تو انہوں نے کیا جواب دیا۔ انبیاءؑ کمالِ ادب کو برقرار رکھتے ہوئے جواب دیں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر ہی نہیں غیب کی باتوں کا جاننے والا تو بس اللہ تعالیٰ ہی ہے کسی کے دل کی خبر تو ہمیں نہیں ہے۔ یوم حشر جو ایک ہولناک دن ہے جب اللہ تعالیٰ کی شان قہاریت ظہور پذیر ہوگی، کسی کو کچھ ہوش نہ ہوگا برگزیدہ انبیاءؑ کے لَب مُبارک پر نفسی نفسی ہوگا اس وقت انتہائی عالم خوف و رجاء ہوگا ربّ جلیل کے سوال کے جواب ''لاعلم لنا'' ہمیں تو کچھ علم ہی نہیں، کے سوا اور کوئی جواب زبان پر نہ ہوگا۔ پھر شافع محشر حضرت محمد ﷺ کے طفیل، اللہ تبارک و تعالیٰ کی التفات لُطف و رحمت عطا ہوگی۔ اس نفس مضمون کا ذکر آیت ۶ سورۃ الاعراف پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا میں آیا ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ

''سو یاد رکھو! ہم ان لوگوں سے دریافت کریں گے جن کی طرف رسول آئے اور خود رسولوں سے بھی ہم استفسار کریں گے۔''

گویا اس حقیقت کا اظہار سورۂ اعراف میں بھی کیا جا رہا ہے کیا انہوں نے اپنی اپنی اُمّتوں کو ہمارے پیغام پہنچا دیے اور ان اُمّتوں نے انہیں کیا جواب دیا چنانچہ آگے آیت ۷ میں ارشاد ہوا:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ

''پھر تمام واقعات ہم اپنے علم کی اساس پر خود بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں ہو گئے تھے۔''

آیت ۱۱۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تم اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شمار نہیں کر سکتے جو انعام آپ علیہ السلام پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر ہوئے ہیں روح القدس سے آپ علیہ السلام کی مدد فرمائی گئی گویا جبریل امین علیہ السلام کو آپ کے ساتھ، معاونت کے لئے مقرر کیا آپؑ دنیا میں جلوہ نُما ہونے کے بعد ہی گھوارے/آغوش مادر میں ہم کلام ہوئے ان کا گفتگو کر لینا ایک بڑے مُعجزے کی علامت ہے اس آیت کریمہ سے بہت سی باتوں کی آگاہی ہوئی تمام انبیاء اور رسولوں کے مُعجزات بہ اِذنِ رَبی/اللہ تعالیٰ کے حُکم سے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حُکم کے بغیر کوئی مُعجزہ دکھانا نبی کے بس کا کام نہیں۔ آغوش مادر میں ہمکلامی کا شرف ملنا، بغیر کسی کے بتائے اور سمجھائے صرف اللہ کے حُکم سے کتابِ حکمت یعنی تورات اور انجیل کا علم سیکھ لینا، مُعجزہ تو دیکھئے! مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر پھونک مارا تو پرندے میں طاقتِ پرواز آ گئی، اندھے اور برص میں مُبتلا مریض کو شفایاب کر دیا، ایسے مریض جو لا علاج قرار پائے آپ کے ہاتھوں تندرست ہو جاتے، اور تو اور اعجازِ مُعجزہ تو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے حُکم سے مُردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے بنی اسرائیل کے صاحبِ اقتدار اور اپنی تمام تر توانائی لگا کر بھی آپ کا کُچھ نہ بگاڑ سکتے تھے دشمنوں کے ہاتھوں اللہ ﷻ نے انہیں محفوظ رکھا۔ ذرا اہلِ یہود کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ آپ علیہ السلام کے مُعجزات سے متاثر ہو کر ایمان لانے کے بجائے آپ کو ساحر اور شعبدہ باز کے نام سے موسوم کیا۔ (العیاذ باللہ)۔ بار بار یہود اس کوشش میں مُنہمک رہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں مگر باری تعالیٰ نے ان کی ان تمام کوششوں کو ناکامی سے ہمکنار کیا آخری بار سلطنت رومی سے آپ کو سولی پر چڑھانے کے احکامات بھی صادر ہوئے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا اور اپنی طرف آسمان پر اُٹھالیا۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ۱۵۷ سورۃ النساء پارہ ۶ لایحب اللہ۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

''اور اُن کا یہ جُھوٹا دعویٰ کہ ہم نے قتل کر ڈالا، مریمؑ کے فرزند عیسیٰ مسیح تو جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ نہ تو وہ اس کو قتل کر سکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے۔''

آیت ۱۱۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے حواری/پیروی کرنے والے جو اُن پر ایمان لائے اور اُن کے ساتھی رہے ان کی تعداد بارہ (۱۲) بتائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن حواریوں کے دلوں میں ایمان قبول کرنے کی بات ڈال دی، وہ اللہ تعالیٰ کے حُکم کو سن کر ایمان لے آئے اور رسول کو ''رسول صادق'' تسلیم کر لیا اور پھر اس عزم کا اقرار کیا اور کہا کہ اے باری تعالیٰ! تو ہماری اس بات پر گواہ رہ کہ ہم تیری اور تیرے رسول علیہ السلام کی کُلّی طور پر اطاعت کریں گے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ ''حواریوں کا اصل دین اسلام تھا نہ کہ عیسائیت''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

محمد کرم شاہ الازہریؒ ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں ''تمام انبیاء کا دین جس کی وہ دعوت دیا کرتے تھے وہ اسلام ہی تھا، یہ کوئی

نیا دین نہیں ہے جو پہلے ادیان سے الگ ہو، بلکہ اُن ہی کی ایک کامل، توانا اور حسین صورت ہے۔'' (بحوالہ ضیاء القرآن جلد اوّل)

آیت ۱۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے یہ محسوس کیا کہ اُن کے پاس اتنے روشن مُعجزات ہیں تو انہوں نے پکا ہوا خوان نعمت آسمان سے نازل ہونے کو کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، طمانیت قلب کے ساتھ اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اس کی پیروی کی راہ اختیار کرو۔ ایماندار آدمی کو یہ قطعی زیب نہیں دیتا کہ ایسا سوال کیا جائے ایسی غیر معمولی فرمائش کرنے کی ضرورت نہیں کہیں یہ تمہاری آزمائش کا مُوجب نہ بن جائے بتایا جا رہا ہے کہ رزق ان ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہیئے جو قدرت نے ان کے حصول کی خاطر متعین کر دیئے ہیں اگر روشِ تقویٰ اپنا لی جائے تو اللہ تعالیٰ رزق اس جگہ سے باہم پہنچائے گا جہاں تم کو وہم گُمان تک نہ ہوگا چنانچہ ارشادِ ربی ہے آیت ۳ سورۃ طلاق پارہ ۲۸ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ''اور اُسے ایسی جگہ سے روزی عطا کرتا ہے جس کا اُسے گُمان بھی نہ ہو۔''

آیت ۱۱۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ انہوں نے معذرت کا لہجہ اپناتے ہوئے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اِس ''خوان نعمت'' سے تناول کریں اور ہمارے بے قرار دلوں کو سکون میّسر آ جائے یہ اطمینان پانے کی صورت یہ بھی ہے کہ اس سے ہم اپنی بھوک کی تسکین بھی کریں گے'' کچھ علاج اس کا اے چارہ گراں ہے کہ نہیں'' کے مصداق یہ بھی ہوگا کہ ہمیں آپ کی سچائی کی دلیل بھی مل جائے گی اور ہم ہو جائیں گے شہادت دینے والے اور جب مُعجزہ ہم اپنی نظروں کے سامنے دیکھ لیں گے تو دوسرے کو بھی بتائیں گے اس سے وہ بھی ہدایت قبول کر سکتے ہیں / پا سکتے ہیں۔

آیت ۱۱۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ مریم علیہا السلام کے فرزندِ عزیز نے باری تعالیٰ سے دستِ دعا دراز کی! اے رَبّ، آسمان سے مَائِدَۃ / خوان نعمت عطا فرما، جو ہمارے لئے ایک یادگار بن جائے اور ہمارے اگلے پچھلے لوگوں کے لئے یوم مُسرّت / عید قرار پائے اور رُبُوبیت اور الوہیّت کی نشانی قرار پائے۔ اے پالنے والے ہمیں رزق عطا فرما تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔

آیت ۱۱۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آسمان سے ضرور خوان اُتاروں گا[1] لیکن بات سب کو اچھی طرح جان لینی چاہیئے کہ اس کے بعد تم میں سے کسی نے ناشکری کی راہ اختیار کی تو ایسا عذاب دوں گا کہ گیتی کائنات میں ایسا عذاب کسی کو نہ ملا ہو، اس سے اس بات کا اعتراف ہوا کہ نبی سے اگر مُعجزہ طلب کیا جائے اور مُعجزہ کے ظہور ہونے پر کوئی مُنکر ہو جائے تو تمام تر عالم میں سب سے زیادہ عذاب کا حق دار ہوگا اب مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات، فرمان کو تکمیلِ حُکم کی خاطر دلیل سے تسلیم کرے اور خرقِ عادت نہ چاہے۔

(خرقِ عادت (ع) مذکر (کنایۃً) اولیاء کی کرامات۔ (بحوالہ فیروز اللغات اردو مولوی فیروز الدینؒ)

❁❁❁❁❁

[1] ......امام شوکانی اور امام ابن جریر طبری جیسے دیگر جمہور علماء اس کے نزول کے قائل ہیں۔ (بحوالہ طبری) چنانچہ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ'' میں اسے تم پر اُتارتا ہوں'' آسمان سے خوان نازل ہوا اس کے بعد جنہوں نے ان میں سے کفر کیا وہ صورتیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیئے گئے اور تین روز میں سب ہلاک ہو گئے۔ (بحوالہ خزائن القرآن فی تفسیر القرآن سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ)

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾

اور جب اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ اے عیسیٰؑ، مریمؑ کے فرزند کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا، اللہ کے سوا مجھ کو اور میری والدہ کو معبود بنا لینا، تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، اے اللہ تو پاک ہے ہر شرک سے، مجھ کو زیب / روا نہیں کہ وہ بات کہوں، جس کا مجھ کو حق نہیں پہنچتا، اگر میں نے ایسا کیا ہوتا / کہا ہوتا تو ضرور جانتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں اس سے آگاہ نہیں ہوں جو تیرے علم میں ہے بے شک تمام پوشیدہ باتوں / تمام غیبوں کا جاننے والا تو باری تعالیٰ تو ہی ہے۔ (۱۱۶)

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

میں نے تو وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھ کو حکم صادر کیا تھا، کہ بندگی اختیار کرو کو ایک اللہ کی، جو میرا ربّ بھی ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور میں اُن پر گواہ رہا، جب تک اُن میں رہا، جب تو نے مجھے اُٹھا لیا، تو، تو ہی ان کا نگران تھا، تُو تو ہر شے کی پوری طرح واقفیت رکھنے والا ہے اور ساری چیزوں پر نگراں ہے، (۱۱۷)

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

اگر تُو انہیں عذاب میں مُبتلا کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے / معاف کر دے تو بلاشبہ آپ اے اللہ، بڑے غالب اور حکمت والے ہیں۔ (۱۱۸)

قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾

باری تعالیٰ ارشاد کریں گے، یہ وہ دن ہے جس میں نفع پہنچے گا اُن کو، جو صادق تھے، ان کا سچ کہنا سودمند ہوگا، ان ہی کے لیے بہشت کے باغ ہیں جس کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں جہاں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اُن سے اللہ راضی اور خوش ہوگیا اور یہ لوگ اللہ سے راضی اور خوش ہوگئے، یہی بڑی کامیابی اور کامرانی ہے اُن کے لئے۔ (۱۱۹)

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾

آسمانوں اور زمین اور اس کے مابین جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی بادشاہت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۲۰)

الفاظ و معانی آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰

﴿ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ﴾ اے عیسیٰؑ کیا آپ نے کہا تھا اُن لوگوں سے، ٹھہرالو مجھ کو اور میری والدہ کو دو معبود، اللہ کے علاوہ۔ اس سوال پر باری تعالیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کی گمراہی کے بارے میں دریافت کرے گا کیا تم نے نصاریٰ کو یہ تعلیم دی تھی کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو اپنا معبود

Marfat.com

بنالو، اس سوال کا مدعا یہ ہوگا کہ نصاریٰ جن کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا کا شریک بنایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے لوگوں کے بھرے مجمع میں اُن کی تذلیل ہو، یہ سوال قیامت کے دن ہوگا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود سمجھ لیا بتایا جارہا ہے جن کو تم معبود اور حاجت رواجان بیٹھے تھے وہ تو خود ربِّ جلیل کی بارگاہ میں جواب دہ ہیں اب یہ بات کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مریم علیہا السلام کو بھی معبود بنالیا'' جب کہ حضرت مریم علیہا السلام کی الوہیت کے بارے میں کوئی اشارہ تک بائبل میں موجود نہیں ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن از ابواعلیٰ مودودیؒ)

﴿ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''دو خدا بنالو اللہ کے سوا'' اس خطاب کو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانپ اُٹھیں گے اور کہیں گے:

﴿ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ ﴾ اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر شے سے، یہ بات غور طلب ہے کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا ہے آپ نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ مقرب بندہ لب کشائی کی جرأت بھی نہیں کررہا ہے بلکہ اللہ جل جلالہ کی عظمت اور پاکی بیان فرمارہا ہے۔ اے اللہ! تیرے اس بندے پر تو یہ محض لطف وکرم ہے اور بارانِ رحمت ہے بھلا یہ میری کیا مجال کہ میں ایسا کہہ سکوں۔ ﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ ﴾ میں نے انہیں وہی کچھ کہا جس کا تم نے حکم دیا تھا۔ ﴿ اَمَرْتَنِيْ ﴾ تو نے مجھے حکم دیا فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَا دُمْتُ ﴾ جب تک میں رہا، ماضی فعل ناقص، واحد متکلم، دُمْتُ میں ٹھہرا رہا، دَوَامٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ ﴿ تَوَفَّيْتَنِيْ ﴾ تو نے مجھے اُٹھالیا، تَوَفَّيْتَ توفی سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث حاضر قواعد کے لحاظ سے، تَوَفِّيْ کے معنیٰ کسی چیز کو اپنی طرف پوری طرح سے قبضہ میں کرلے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ تَوَفَّيْتَنِيْ ﴾ کا مفہوم جب تو نے مجھے دُنیا سے اُٹھایا اس کی تشریح معنیٰ کا اظہار آیت ۵۵ سورۂ آلِ عمران پارہ ۳ تِلْکَ الرُّسُلُ سے ہورہا ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا، اے عیسیٰؑ میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے مخلوق کو اے اللہ الوہیت، اور عبودیت کا پیام دے دیا ہے جب تک ان کے اندر موجود رہا، جو مُدّت آپ نے مقرر کی تھی وہ پوری کرکے آپ نے مجھ کو آسمان پر اُٹھالیا۔

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ﴾ اگر تو اُن کو عذاب دے تو بلاشبہ وہ بندے ہیں تیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم اور زیادتی نہیں کرسکتا اگر ان کو عذاب میں مُبتلا کیا جائے گا تو یہ عین انصاف اور حکمت پر ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ تمام رات ایک ہی آیت تلاوت کرتے رہے تو وہ یہی آیت مُبارکہ تھی، رکوع میں اور سجدے میں اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر حضور ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا'' میں نے اپنے رَبّ سے اپنے واسطے شفاعت کی التجا کی ہے جو مجھے عطا ہوئی اور انشاء اللہ وہ ملنے والی ہے ایسے شخص کو واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔'' (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ جنّتوں میں داخل ہونا اور ﴿ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ اور وہ راضی ہوئے وہ اللہ تعالیٰ سے حصول کرامت کے باعث، دراصل بہشت میں داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا حاصل ہونا ہی ''فوز العظیم'' ہے ابن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑی کامرانی ہے۔ بہشت بریں اور

Marfat.com

جنّت نعیم ہے اسی لئے مطلب یہ ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہوئے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰

آیت ۱۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور وہ ساعت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جبکہ باری تعالیٰ، روزِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور کفّار نصارٰی کی ساعت کے لئے ارشاد کریں گے اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ عقیدۂ تثلیث کے قائل لوگوں کو کیا آپ نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ، مجھ کو اور میری والدہ ماجدہ کو معبودِ برحق بنالینا؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام برملا اظہار کریں گے "میں خود، آپ کو وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہوں بھلا یہ ناحق بات میں کیسے کہہ سکتا تھا، بھلا اس کا مجھے کہا اختیار، کہ حق اور صداقت کے منافی کوئی بات کرنے کی جرأت کرسکوں، اے باری تعالیٰ آپ تو خوب جاننے والے ہیں آپ تو میرے دل کی گہرائی اور گیرائی سے واقف ہیں، آپ تو غیب باتوں کو جانتے ہیں۔

آیت ۱۱۷ میں وضاحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیان کررہے ہیں کہ میں نے تو اُن سے کچھ کہا نہیں صرف وہی بات بتادی ہے جس کے پہنچانے کا مجھ کو حکم ملا تھا، کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا پروردِگار ہے وہی تمہارا بھی رَبّ ہے جب تک میں ان میں موجود رہا، اس وقت کے حالات کا حال تو میرے مشاہدے میں ہے اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں اور جب آپ نے اُٹھالیا زندہ آسمان کی طرف دوبارہ وفات کے طور پر تو اُس کے بعد اُن کے احوال کی آپ کو خبر رہی، مجھ کو تو اس بات کی کچھ بھی خبر نہیں، اے اللہ تو ہی اُن کے احوال کا نگران ہے۔

آیت ۱۱۸ میں اظہار بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام روزِ محشر اپنی اُمّت کے ان لوگوں کے متعلق، اللہ تعالیٰ سے محوِ گفتگو ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو بھی حاجت سمجھ لیا تھا اگر اس عقیدہ پر آپ ان کو سزا دیں رعذاب میں مُبتلا کریں جب بھی آپ مختارِ کُل ہیں یہ آپ کے بندے ہیں مالک بااختیار ہوتا ہے کہ بندوں کو ان کے جُرم پر سزا تجویز کرے، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ ان کو معاف فرمادیں، اے اللہ! آپ غالب ہیں غفور الرحیم ہیں آپ کا بخش دینا بھی آپ ہی کی حکمت کے مطابق ہوگا اور سزا دیں گے تو سزا میں بھی عین حکمت ہوگی۔

آیت ۱۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا آج یوم آخرت ہے، سچائی کا دن ہے حساب وکتاب کی ساعت ہے آج صادق لوگوں کو سچائی پر قائم رکھنے کا اَجر ملے گا، جنّت کے باغات اُن کا مُقدر ہوگا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت ۱۲۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ تم کو خبر ہے گیتی کائنات ہوں یا اَرض وسماء ہوں سب پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکومت ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ "لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اس کلمہ سے یہ تاثر ملتا ہے یہاں اللہ وحدہٗ الٰہ ہے اور وہی قادرِ مطلق ہے اللہ جل جلالہ کے تمام نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور سب رسول آخری فیصلہ باری تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بھی اپنا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اس سورت کا مرکزی موضوع بیان "الدین" ہے اور دین کا اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضمر ہے۔

(الحمدللہ سورۃ المائدہ اختتام پذیر ہوئی)

Marfat.com

سلسلہ وار ترتیب ٦، ترتیب نزول ٥٥،
آیات ١٦٥، رکوع ٢٠

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ ❶

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی کل کلمے
٣١٠٠، حروف ١٢٩٣٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ①

تمام خوبیاں اور تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے اور تاریکیاں، اندھیرے اور نور روشنی پیدا کی، پھر وہ لوگ جنہوں نے دعوتِ حق کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا یعنی کافر، لوگ غیر اللہ کو، اپنے ربّ کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔(١)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ②

اللہ تو وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک میعاد مقرّر کردی، اور مُعین وعدہ اس کے یہاں ہے گویا دوسری مدت/لمحات بھی ہیں جو طے شدہ ہیں، پھر بھی تم شک میں پڑے ہو۔(٢)

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، تمہارے مخفی اور پوشیدہ حال سے واقف ہے، اور تمہارے کام جانتا ہے، جو تم کمارہے ہو، جو کچھ اچھا یا بُرا تم کرتے ہو وہ سب کچھ اُس کے علم میں ہے۔(٣)

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④

اور کوئی نشانی بھی، اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے، اُن کے پاس نہیں آتی، مگر وہ اُس سے اِعراض برتتے ہیں/مُنہ پھیر لیتے ہیں۔(٤)

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤

پس اب جو حق اُن کے پاس آیا تو انہوں نے حق کو جھٹلایا، سو اب جلد ہی/عنقریب ہی آیا چاہتی ہیں اُن کے پاس ایسی خبریں، اس چیز کی، جس کے ساتھ وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔(٥)

❶ ......اس سورۂ مبارکہ میں رکوع ١٦، ١٧ میں چوپائے، انعام/مویشیوں کی حرمت اور بعض کی حلّت کے بارے میں اہل عرب کے ''توہم پرست'' عقائد کی تردید کی گئی ہے اسی مناسبت سے الانعام کے نام سے موسوم ہوئی۔ زمانۂ نزول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن اسماءؓ بنت یزید کا کہنا ہے۔ جس وقت اس سورۃ کا نزول ہورہا تھا اس وقت محمد ﷺ اُونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل تھامے تھی بوجھ کے سبب اُونٹنی کا یہ حال تھا جیسے اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں گی۔

الفاظ و معانی آیت ١ تا ٥

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ سب تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں، اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ سے کی گئی ہے سب خوبیاں لائق ستائش ہیں باری تعالیٰ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، خبر یہ بتائی گئی کہ سب وصف اللہ کے لئے ہیں، گویا حمد کا بیان کرنا ایک تعلیم ہے۔ جس میں اس لطیف اشارہ یہ مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی تعریف اور توصیف کا محتاج نہیں ہے کوئی اس کی ثنا بیان کرے یا نہ کرے اللہ اپنے ذاتی کمال، اور صفت کی بناء پر خود محمود (تعریف کیا ہوا) ہے خَلَقَ کے معنیٰ ہیں پیدائش، صحیح اندازہ کرنا، جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں "کسی چیز کو بغیر نمونہ کے عدم سے وجود میں لانا" ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ انسانوں کو نطفہ سے بنایا، خلق اس نے بنایا خلق سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن از سجاد میرٹھی) سمٰوات آسمانوں کو جمع اور ارض/زمین کو مفرد کے طور پر استعمال کیا گیا۔ "یہ بات قابل غور ہے کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کو لفظ خلق سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ اور بنایا بہت سے اندھیروں کو اور روشنی کو، ظلمات سے رات کی تاریکی، کُفر کی تاریکی اور نُور سے دن کی روشنی اور ایمان کی روشنی مُراد ہے، نور کو صیغہ واحد اور ظلمات کو صیغہ جمع کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے ظلمات کے اسباب اور علل بہت سارے ہیں اور اُن کی اقسام بھی کئی ہیں اور نُور کا تذکرہ بطور جنس ہے جس میں انواع کو شامل کیا گیا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

نُور کو واحد ذکر کرنے سے اشارہ لطیف یہ ملتا ہے کہ نُور تعبیر ہے درست راہ/سمت سے، اور صراطِ مستقیم سے اور وہ ایک ہی ہے اور ظلمت تعبیر ہے غلط سمت اور راہ کی اور اس کی کثرت زیادہ تعداد میں ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری، بحرِ محیط) قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمان کا بنانے والا، اور اندھیرے اُجالے کا پیدا کرنے والا بتا کر تمام عقائد اور نظریات کی تردید کردی ہے، ہر تاریکی اور روشنی خواہ اندھیری رات کی ہو یا کُفر کی، جہل کی ہو یا دوزخ کی اور روشنی خواہ دن کی چمک دمک کے لئے ہو یا ایمان و ہدایت کی، سب کا خالق باری تعالیٰ ہے۔

بحر الحقائق میں بتایا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے دل کا آسمان اور نفس کی زمین اور صفات بہیمی حیوانی اور اخلاق سَبُعی شیطانی سے نفسوں کی تاریکیاں پیدا کیں اور اوصاف مکمل روحانی اور اخلاق ملکی ربانی سے دلوں کا نُور ظاہر کیا"۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ثُمَّ﴾ پھر ساتھ دلیلوں اور نشانیوں کے ثُمَّ حرف عطف ہے لیکن کوئی دوسرا لفظ اس کے برابر نہیں ہوسکتا یہ دلیل کے طور پر کُفار کی کج فہمی اور ان کے باطل عقائد کو ظاہر کر رہا ہے۔ ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ وہ لوگ جو کافر ہوگئے۔

﴿بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ اپنے رَبّ کے ساتھ اوروں کو ہمسر قرار دیتے ہیں کس قدر نادانی ہے مسیحی لوگ دنیا میں ایک اللہ تعالیٰ کے بجائے باپ، بیٹا اور روح القدس تین خداؤں کی پرستش میں مصروفِ عمل تھے، اب خود ہی غور کرو کیا تمہیں زیب

دیتا ہے کہ اپنے رَبّ سے رُخ موڑ کر مخلوق کے بندے بن جاؤ۔ العیاذ باللہ
کس قدر نادانی اور زیاں کاری کے مُرتکب ہیں کہ اپنے معبود/اللہ تعالیٰ کو بتوں اور باطل خداؤں کو اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیتے ہیں، گویا وہ عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں، صاف ظاہر ہے ہر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ (بحوالہ امام ابن جریرؒ) مشرکین سے خطاب ہو رہا ہے کہ جب تمہیں اس حقیقت کا علم ہے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گردش لیل و نہار کی تبدیلی اور تغیّر اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار میں ہے تو یہ کون ہوتے ہیں کہ اُن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو اور اُن سے حاجت طلب کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو، حتیٰ کہ پتھروں کو پُوجتے ہو۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا، گویا انسان کی ابتداء آفرینش مٹی سے وجود میں آئی، ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اسی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا، پھر حکم ایک مُدّت/میعاد تک، جب وہ مدت تمام ہو تو اَجَل/موت کا پیغام بادِ سموم کے جُھونکوں سے لپٹ کر اس چراغِ زیست کو گُل کر دے گا اور ایک وقت مقرر کیا، یعنی موت کا وقت، گویا یوں کہیے موت کا ایک دن معیّن ہے۔ غالب کی زبان میں۔ پہلی اجل سے مُراد یہ ہے کہ عمل پیدائش سے لے کر مرنے تک انسان کی عمر عزیز ہے، یہ حضرتِ انسان کی شخصی انتہاء ہے جس کو موت کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے اور دوسری منزل مرنے سے قیامت کے وقوع پذیر تک کی ہے، جس کے بعد فناء و بقا کی منزل ہے اور ایک کائنات یعنی آخرت کی حیاتِ ابدی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور سلسلہ آخرت ہے اور آخرت کی ساعتوں کا علم صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے اَجَلٌ مسمًّی عندهٗ اور ایک مُدت اس کے یہاں مقرر ہے اور وہ گذر جانے کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی، اس اظہارِ حقیقت کی اصل ترجمانی آیت نمبر ۱ اور آیت نمبر ۲ سورہ واقعہ پارہ نمبر ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں بتائی گئی ہے۔ ارشادِ ربی ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ

جب ہونے والی چیز ہو کر رہے گی، یعنی جب قیامت برپا ہو جو ہونے والی ہے۔ اُس وقت کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ بھی نہیں۔
گویا ان آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قیامت کے آنے میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔
﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴾ پھر تم شک کرتے ہو، اے مشرکو! باوجود اس نشانی کے تم کج بحثی کرتے ہو توحید اور بَعثت میں اس قدر واضح دلیل کے بعد تم قیامت کے بارے میں شُبہات میں پڑے ہوئے ہو، کافروں اور مشرکوں کا یہ خیال و گمان کہ ہم موت کے بعد مٹی میں دفن ہو جائیں گے تو کس طرح ہمیں ''حیات نو'' عطا ہو گی، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا سورہ یٰس پارہ نمبر ۲۲ وَمَنْ یَّقْنُتْ آیت نمبر ۱۲ میں ہے

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ

بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم تحریر کرتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں

﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ بے شک انہوں نے جھٹلایا جب حق اُن کے پاس آیا اور مفسرین نے لکھا ہے یہاں حق سے مُراد، قرآنِ مجید یا ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۱ تا ۵

آیت نمبر ۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ہی لائقِ ستائش ہے، جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، آسمانوں کو بے ستوں اور بے سہارا کیا اور زمین کو بے مادے سے معرضِ وجود میں لے آیا، اور تاریکیوں اور روشنی کو پیدا کیا، جو خوراک ہمیں میسّر ہے، جو غذائیں ہمارے کھانے میں آتی ہیں، سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ آیت نمبر ۱۱ سورۂ رحمٰن پارہ نمبر ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ

اس میں مختلف قسم کے میوے اور کھجور پیدا کئے گئے جن کے اوپر غلاف لپٹے ہوئے ہیں۔

ان ہی غذاؤں سے جو نطفہ، منجمدِ خون ہوتا ہے وہ رحمِ مادر میں جا کر، انسان کی تخلیق کا مُوجب ہوتا ہے اور انسانی عدم سے وجود میں آتا ہے یوں کہنا چاہئے کہ ہماری پیدائش مٹی سے ہوئی، پھر بھی یہ کافر اپنے ربّ کو اوروں کے ساتھ، غیر اللہ کے مساوی قرار دیتے ہیں سرزمین ہندوستان کے کروڑوں مُشرک دیوتاؤں کی پرستش کے قائل ہیں، عیسائی باپ بیٹے کا توازن برقرار رکھنے کے لئے تین ایک اور ایک تین کا عقیدۂ تثلیث کے قائل ہیں، عرب کے مشرکین نے تو کمال حد کردی پہاڑ کے ہر ذرہ نما پتھر کو معبود بنا لیا، غرض کیا کہا جائے اللہ تعالیٰ نے انسان کو "اشرف المخلوقات" کے اعزاز سے سرفراز کیا راہِ حق سے مُنحرف ہو کر اس نے نہ صرف آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو بلکہ آتش کو یزداں بنالیا، آگ، پانی شجر، حجر کو اپنا مسجود اور معبود اور حاجت روا بنالیا، اس آیتِ مُبارکہ میں ان باطل عقائد کی تردید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیّت میں کوئی شریک نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے تخلیق کیا، حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے خمیر سے عدم سے وجود میں لا کر ان میں جان ڈال دی، اِس آیتِ مُبارکہ میں انسان کو بتایا گیا کہ انسان کا اپنا وجود خود ایک عالمِ اصغر ہے گویا انسان کی پیدائش عمل سے موت کے معین کردہ وقت اور قیامت کے یوم کے برپا ہونے تک کیونکہ انسان کو جن عناصر سے ترتیب دیا گیا ہے وہ ایک مقررہ مُدّت / میعاد کے موت کی آغوش سے ہمکنار ہو کر بکھر بکھر جاتے ہیں تو اسی طرح یہ کائنات رنگ و بو بھی قیامت کے آنے پر فناء ہو جائے گی اس کے بعد یہ کافر لوگ قیامت کی بابت شک وشبہات میں گُم کردہ منزل کی تلاش میں گُم ہو گئے ہیں اُنہیں خبر ہی نہیں۔ سورۂ یٰسین آیت نمبر ۷۹ پارہ نمبر ۲۳ وَمَالِیَ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ

آپ کہہ دیجئے کہ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ دوبارہ بھی تمہیں زندہ کرے گا

آیت نمبر ۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پوشیدہ اور ظاہر عمل ہم جو

Marfat.com

کچھ کرتے ہیں سب کو جانتا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر) اللہ تعالیٰ کے مکافات سے کوئی شے نہیں بچ سکتی کائنات رنگ و بو میں انسان جہاں کہیں بھی ہو، اس کے خیالات، تخیلات، افکار، قول و عمل کی ایک ایک بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے انسان جو کچھ کرتا ہے، کر رہا ہے، کر چکا ہے، سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے تو پھر عابد کو اپنی عبادت اور زاہد کو ذکر و استعانت میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی چنداں ضرورت نہیں!۔

سِرَّكُمْ سے مُراد آدمی کی نسبت باطنی کی طرف اشارہ ہے اور جَهْرَكُمْ نسبت ظاہری سے عبارت ہے. بحر الحقائق میں تحریر ہے بِرَّ سے مراد خلافت ہے انسان میں امانت رکھا ہے اور جہر اس کے صفات حیوانی اور احوال نفسانی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کی صورت جسمانی ہے اور معنیٰ روحانی جسم کے سبب سے عالم خلق ہے اور روح کے باعث عالم امر ہے بِرَّ کا مرتبہ امر ہے اور جہر اس کا خلق سے ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں تمہارے خصائص کے اسرار، مرتبۂ غیب میں جانتا ہوں اور تمہارے نقائص کے آثار عالم شہادت میں پہنچتا ہوں۔

انسان آئینہ ہے اور اس کے دو رُخ ہیں ایک رُخ میں خصائصِ رُبُوبیّت، نمایاں ہے اور دوسرے رُخ میں نقائص عَبودیت پیدا ہیں، جب خصائص ربوبیت کے ساتھ اسے دیکھا جائے تو سب موجودات سے زیادہ افضل اور بزرگ تر ہے اور جب نقائص کا شمار کیا جائے تو سب کائنات خوار اور بے مقدار ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

آیت نمبر ۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ انسان بھی کس قدر تغافل برت رہا ہے عقلِ سلیم پر غفلت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ باری تعالیٰ کی نشان دہی کو جانتے ہوئے، دیکھتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کو اپنانے سے گریزپا ہے گویا بندگی اختیار کرنا پسند ہی نہیں کرتا، حالانکہ ذرا تفکّر، تدبّر کے دائرہ فکر سے کام لے عقل خرد کو بروئے کار لائے تو اِن ظلمات کے اندر نور حقیقت کی حقیقت دیکھ سکتا ہے جو حق اُن کے پاس آ گیا اس کو بھی جھٹلاتے ہیں۔

آیت نمبر ۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ ہر دور میں انسان نے یہ شیوہ اپنا لیا ہے کہ حق کی تکذیب کی جائے اُنہوں نے قرآن کے احکامات کو بھی جھٹلایا، مشرکین نے تو طرح طرح کی الزام تراشی کی، کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا اس کے بارے میں کہا کہ یہ قول کاہن کا ہے، طرح طرح کی غلط باتیں کیں اور اس کا تمسخر اڑایا، آخر کار یوم قیامت ان سب حقیقتوں کا ان کو مکمل طور پر پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ اب جو حق اُن کے پاس آیا تو اسے بھی انہوں نے جُھوٹ سمجھا انہیں پتہ ہی نہیں زمین آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی طرف سے جو ہدایت ملی وہ سچّی تھی، دعوتِ حق، دعوتِ اسلامی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس بات کے انجام اور آخری خبر آنے کا انتظار کریں اُن پر عذابِ الٰہی کس وقت نازل ہو سکتا ہے اُن کی حقیقت کے رُموز اور صداقت کی حقیقت جلد معلوم ہو جائے گی وہ اپنی آنکھوں سے عذابِ الیم دیکھ لیں۔ تاریخی حقائق پر اُن کو نظر رکھنی چاہئے احقاف میں قوم عاد کا اور حجر میں قوم ثمود کا کیا حشر ہوا۔

Marfat.com

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا! اُن سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا غلبہ اور تسلّط تھا زمین میں، ہم نے ان کو بہت قوت اور اقتدار بخشا تھا، جو ہم نے تمہیں نہیں دی اور اُن پر بادل بھیجے گئے، جو آسمان سے خوب بارش برساتے رہے اور اُن کے نیچے نہریں بنا دیں جو بہتی تھیں، اُن کے گھروں اور باغات کے نیچے سے، پھر ہم نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں اُنہیں (سب کو) ہلاک کر ڈالا، اس کے بعد دوسری قوموں / اُمتوں کو پیدا کر دیا۔(٦)

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧

اور اگر ہم اُن پر کاغذ پر تحریر کردہ / کوئی نوشتہ / لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے، چھو بھی لیتے، تب بھی جنہوں نے کُفر اختیار کرنے والے لوگ کہتے یہ کھلا ہوا / صریح جادو ہے۔(٧)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨

اور اُنہوں نے کہا تھا اُن پیغمبر پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو فیصلہ ہو چکا ہوتا ہر بات کا، پھر اُنہیں مہلت ہی نہ دی جاتی۔(٨)

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩

اگر ہم کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے، تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اُتارتے، پھر بھی وہی شبہ رکھتے جس شبہ میں اب پڑے ہوئے ہیں۔(٩)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠

اے حبیبؐ! بے شک آپؐ سے پہلے بہت رسولوں کا تمسخر اُڑایا جا چکا ہے، مگر ان مذاق اُڑانے والوں کو اسی عذاب نے آ گھیرا جن کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔(١٠)

الفاظ و معانی آیت ٦ تا ١٠

﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ ہم نے اس سے بیشتر کتنے قرنوں کو ہلاک کیا، ﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا ﴾ کتنے ہلاک کر دیئے ہم نے ﴿ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ پہلے ان سے ﴿ مِنْ قَرْنٍ ﴾ گروہ / جماعت گزرے ہوئے ہیں، یعنی اس دور میں سے جس زمانہ میں پیغمبر موجود تھا قرن کو سو (١٠٠) سال مانا گیا۔(بحوالہ معارف القرآن) جن اقوام کی ہلاکت کا یہاں ذکر ہے ان کا بیان سورۂ اعراف پارہ نمبر ٨ وَلَوْ اَنَّنَا آیت نمبر ٤ میں آیا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ

اور بہت سی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، ان میں ہمارا عذاب، رات کے وقت پہنچا یا ایسی کیفیت میں جب وہ دوپہر کے وقت محوِ آرام تھے۔

جب پہلی قوم کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور احکام باری تعالیٰ ماننے سے انکار کیا تو ان پر عذاب آیا اور سب کے سب نیست و نابود ہوئے، اور اہلِ مکّہ کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کو اتنی ہی کچھ توانائی، طاقت حاصل نہیں جس قدر قوم عاد و ثمود کو تھی، اُن کے لئے مقامِ عبرت ہے اُنہوں نے غلط روش اختیار کی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی تو قانونِ مکافات عمل، معرضِ وجود میں آیا مخالفت کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب میں مبتلا کر دیا اور صفحۂ ہستی سے مِٹ گئے۔

﴿ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾ اور پیدا کیں اُن کے بعد اور اُمتیں/اقوام، اور اُن کا جانشین دوسری قوم کے لوگوں کو بنا دیا بلکہ چشمِ زدن میں جاہ و حشم والے لوگ، تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے۔ بقول اسد اللہ خان غالب ''خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں'' کے مصداق اِن لوگوں کو گیتیِ کائنات سے ہلاک کرنے کے بعد اُن کی جگہ دوسری جماعت، گروہ پیدا کر کے اس طرح آباد کر دیا کہ دیکھنے والوں کو قطعی طور پر اس بات کا احساس تک نہ ہو سکا کہ یہاں کبھی بھی کسی انسان کی کمی ہوئی ہے۔'' اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ '' مگر یہ صریحاً رکھلا ہوا جادو ہے، چونکہ اُن کی تمام تر باتیں محض عناد اور بغض کے سبب سے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴾ اور ہم اگر ان پر فرشتہ اُتارتے تو فیصلہ ہو جاتا ہر کام کا اور پھر اُنہیں مہلت بھی نہ دی جاتی، یہ بات ذہن میں رہے کہ باری تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جتنے بھی اَنبیاء اور رسول بھیجے، سب ہی بشر تھے اور ہر قوم اور اُمّت میں اُن ہی لوگوں میں ایک فرد کو چُن کر وحی اور رسالت سے سرفراز کیا گیا، اس کے بغیر کوئی نبی اور رسول دعوت تبلیغ کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا۔

﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ بلاشبہ مذاق/ٹھٹھہ کیا گیا ان رسولوں سے اس سے پہلے بھی۔ اِسْتُهْزِئَ اس سے مذاق کیا گیا، اِسْتِهْزَاء سے فعل ماضی کا صیغہ، مجہول کا ہے واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۰

آیت نمبر ۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ کیا اُن کی آنکھوں نے نہیں دیکھا کہ پہلی اُمتوں/قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں قومِ عاد، قومِ ثمود جیسی اُمتوں کو گیتیِ کائنات میں ایسی قوت جسمانی اور مالی مدد دی گئی تھی جو وہ تم سے کہیں زیادہ تھی اُن کے باغات کے نیچے نہریں جاری تھیں، ابر باراں برسا ''میرے کھیتوں کو میری نمو چاہئے'' کے مصداق ہرے بھرے کھیتوں میں پھلوں میں ترقی ہوئی رزق میں فراوانی ہوئی، خوش حالی سے ہمکنار ہوئے، لیکن گناہوں کی پاداش میں عذاب کے سبب ان کی ہلاکتیں ہوئیں، اس کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کیا اس لئے کہ اُنہوں نے تکذیب اور سرکشی کی راہ اختیار کی، منکرین اور تکذیب کرنے والوں کے ساتھ یہ سلسلہ جاری و ساری رہا مجرم تباہ و برباد ہوتے گئے اور دنیائے رنگ و بُو کی آبادی میں کمی کا بھی کوئی احساس نہیں ہوا۔

آیت نمبر ۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر ''کاغذ پر نوشتہ'' تحریر اُن پر نازل کیا جاتا اور وہ اُسے نہیں جانتے، قرآنِ مجید، وحی کے ذریعہ حضرت جبریل آمین علیہ السلام کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر اُتارا گیا، اگر کاغذ کے اوپر ان پر لکھا ہوا بھیجا جاتا اور لوگ اس کو ہاتھ سے چھو بھی لیتے تب بھی وہ حرماں بد نصیب یہی کہتے کہ یہ جادو ہے۔

Marfat.com

قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کے مضامین ہدایت کے لئے سرچشمہ رحمت ہیں جن کو ہدایت سے کچھ غرض نہیں ہوتا وہ صرف اعتراض کرنا جانتے ہیں اور اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، قرآنِ کریم میں آیت نمبر۱۴۔۱۵ سورۃ الحجر پارہ۱۴ رُبَمَا میں ارشادِ ربی ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاۤءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝

اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول بھی دیں تو وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے/ہماری نظر بند کر دی گئی ہے اور ہم پر جادو ہوا ہے۔

مختصر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جس بدنصیب کے حصہ میں ہدایت کا نور نہیں اس کا شبہ کبھی دور نہیں ہوتا۔

آیت نمبر۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ مشرکین بول پڑے کہ اُن پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا، اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو پھر بھی یہ ایمان نہ لاتے، یہ سوال کرنے والوں کی فطرت بھی عجیب ہے، فرشتوں کو بھیجنے کا مطالبہ ہے، بات تو یہ ہے کہ اگر فرشتہ اپنی اصل ہیئت اور شکل میں سامنے آجائے تو اس کی ہیبت، شوکت جلال کو کوئی انسان برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا بلکہ رُعب وہیبت دیکھتے ہی اس دنیا میں بے ہوش ہوجائے یہ تو انبیاء علیہم السلام کا کمال ظرف ہوتا ہے کہ اصل شکل میں فرشتے کو دیکھنے کے لئے متحمل ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرِ عزیز میں دوبار حضرت جبریل علیہ السلام کو اصل شکل میں دیکھا ہے اگر ہم فرشتہ اسی طرح بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہوگیا ہوتا اور اُن کو ذرا بھی کوئی مہلت نہیں دی جاتی، یوں سمجھئے کہ اگر پردہ غیب کی حقیقت اس دنیا میں ہویدا ظاہر ہوجائے تو پھر امتحان کی گھڑی کا وہ مدعا پایۂ تکمیل نہ پہنچ سکے گا اور زندگی کی یہ مہلت بھی ختم ہوجائے گی۔

آیت نمبر۹ میں بتایا جارہا ہے کہ اگر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے اور وہ شکل انسانی کا روپ دھارتا، تب بھی وہ شک وشبہ میں مُبتلا ہی رہتے اور اگر فرشتہ اپنی اصل ہیئت میں نازل ہوتا تو یہ اُسے دیکھ کر ہی عالم بے ہوشی میں آجاتے اور عظمت کمال وجلال سے مرعوب ہوکر سیدھے عالم آخرت پہنچائے جاتے اور غور وفکر اور سوچنے، سمجھنے کا کوئی موقع بھی نہ ملتا، یہ بات ذہن میں رہے کہ فرشتے کو رسول بنا کر نہ بھیجنا اس بناء پر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ناممکن تھا اس کا سبب یہ تھا کہ رسولوں کو فرشتے کی اصل ہیئت رشکل میں نہیں بلکہ انسان کی ہی شکل میں دیکھ سکتے ہیں، جب فرشتہ بشر کی شکل میں ہوتا تب بھی وہ شک اور شبہ میں رہے اور اعتراض کرنے کی جسارت کررہے ہیں۔

آیت نمبر۱۰ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے کہ آپ ﷺ کبیدہ خاطر اور ملول نہ ہوں کہ کُفار کا سابقہ اَنبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے کہ اُن کا تمسخر اُڑایا تو اس کا وبال ان کافروں کو اُٹھانا پڑا انہوں نے انبیاء علیہ السلام کی تکذیب کی رتضحیک کی، تو ان کا یہ عمل اُنہیں ہلاکت سے نہ بچاسکا۔

اے حبیبؐ! آپ کے ساتھ جو مذاق اور ایذا رسانی کا معاملہ یہ اہلِ مکہ اور کُفار کررہے ہیں آپ اُن کے تمسخر کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ نہ ہوں وہ اپنے سابقہ رسولوں کو بھی ایذا دیتے تھے، اُن کے ساتھ ٹھٹھہ کرتے تھے جس کا سبب ذلت اور رُسوائی کے ساتھ تباہ وبرباد ہوگئے اور اُنہیں عذاب نے آگھیرا۔

Marfat.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾

آپ کہہ دیجئے! زمین میں ذرا چل پھر کر دیکھو! کیا انجام ہوا (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا۔(١١)

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾

اُن سے دریافت تو کیجئے! کہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔آپ جواب میں کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مہربانی رکرم فرمانا لازم کرلیا ہے ررحمت اپنے ذمّہ لکھ دی ہے، یقینی طور پر تم کو روزِ قیامت جمع کرے گا اس میں بھلا کیا شک ہے! وہ جنہوں نے اپنی جان کو نقصان میں ڈال دیا ہے راللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو کر اپنے آپ کو خود ہی خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔(١٢)

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾

اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو چیز رات میں ساکن ہوتی ہے اور دن میں متحرک ہوتی ہے، یعنی وہ زمان ومکان کا اور اُن چیزوں کا مالک ہے جن کو زمان اور مکان گھیرے ہوئے ہے، وہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔(١٣)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾

آپ کہہ دیجئے! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنالوں وہ اللہ تعالیٰ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو، جو سب کو روزی دیتا ہے راور وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھلایا جاتا۔بلاشبہ آپ کہہ دیجئے! مجھے تو یہی علم دیا گیا ہے میں سب سے پہلا، سرتسلیم خم کرنے والا ہو جاؤں اور تم بھی کبھی شرک کرنے والوں میں نہ ہونا۔(١٤)

قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾

اے حبیبؐ! کہہ دیجئے! میں ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے اگر میں نافرمانی رسرکشی کروں اپنے ربّ کی۔(١٥)

الفاظ ومعانی آیت ١١ تا ١٥

﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ اے محمدؐ! آپ فرمادیجئے اگر یہ لوگ رمشرکین (سابقہ قوموں کے مشرکین) انکار کریں تو ذرا زمین میں سیر وسیاحت کرکے عبرت حاصل کرتے، کبھی یمن، کبھی شام کی سرزمین اور عاد اور ثمود کے مقاموں پر گذر کر دیکھیں۔سِيْرُوْا، سیر وسیاحت کرو علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں ''ایسا سفر باعث تسکین اور موجب مستحب ہے جو اجڑے ہوئے دیار، اور سابقہ قوموں کے مسمار شدہ کھنڈرات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا جائے''۔

﴿ كَيْفَ كَانَ ﴾ کیونکر ہوا ہے۔﴿ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ انجام کار جھٹلانے والوں کا۔﴿ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ کفار سے پوچھا گیا آسمان اور زمین اور ان کی تمام کائنات کا خالق ومالک کون ہے پھر محمد ﷺ کی زبان اطہر سے یہ جواب ارشاد کیا گیا کہ سب کا مالک باری تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے مانا کہ ان کا شیوہ شرک اور بُت پرستی تھا مگر کُل کائنات کا مالک ان کے

نزدیک اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

﴿ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ [1] لکھ لی ہے اللہ نے، اس نے لازم کرلیا ہے فضل، اس کی راہ سے رحمت کہ قبول کرے، توبہ، عفو اور معصیت، احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ باری تعالیٰ نے ایک کتاب لکھ دی ہے وہ اس کے پاس عرش پر ہے مضمون اس کا یوں ہے ''بے شک میری رحمت غالب ہوگئی ہے میرے غضب پر'' اُس سے مراد رحمتِ ذاتیہ ہے، اس کو رحمت مطلقہ اور امتنانیہ بھی کہتے ہیں اور وہ ایسی رحمت ہے کہ سب چیزوں کو پہنچی ہے اور نتیجہ اُس کا عطا کرنا ہے، بے سوال کئے، بے مانگے، اور بغیر حاجت اور استحقاق کے۔'' (ماخوذ تفسیر مولوی فخر الدین مطبوعہ ۱۸۸۷ء)

﴿ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ بے شک تمہیں قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرے گا، اور اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ جنہوں نے اپنی جان خسارے میں ڈال لی، کفر کی راہ اختیار کرکے، جب کہ فطرت اصلی اور عقل سلیم جو انہیں ملی تھی اسے ضائع کیا، آغازِ آیت میں اشارۂ لطیف یہ دیا گیا کہ اگر کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہے تو وہ خود اپنے عمل کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ پاسکے، اور حصولِ رحمت کا طریقہ کار اپنانے سے گریزاں رہے، ایمان اختیار کرنے سے قاصر رہے یہاں ''خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ'' سے مفہوم یہ مُراد ہے کہ انہوں نے اس انمول استعداد اور قیمتی صلاحیّت کو ضائع کردیا جو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے باری تعالیٰ نے بندوں کو بخشی ہے۔

﴿ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ جو کچھ بس رہا ہے شب و روز میں سَكَنَ وہ ٹھہرا اس نے آرام پکڑا، سکون سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق، یعنی جو شے گردشِ رات، دن میں موجود ہے وہ سب کچھ اللہ کی ہی ملکیت ہے یوں سمجھئے زمین اور آسمان ظرف مکان ہیں مکان ''جگہ'' مرتبہ کون سے اسم ظرف۔ (بحوالہ قاموس القرآن) رات اور دن ظرف زمان ہیں پہلے یہ واضح کیا گیا کہ بلندی/عروج اور زوال/پستی میں جو کچھ ہے وہ سب حق تعالیٰ کا ہے اور پتہ چلا کہ زمانے کے پیمانے میں جو موجود ہے اس سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے کسی انسان، کسی صنم، سنگ، یا کسی اور چیز کی کیونکر پرستش کی جاسکتی ہے۔

﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ ﴾ میں ڈرتا ہوں، خوف کھاتا ہوں۔ ﴿ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ اپنے رَبّ سے ایک بڑے دن کے عذاب سے۔ اگر میں حکم اللہ سے منحرف ہوجاؤں تو مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ میں عذاب میں مبتلا ہوجاؤں گا۔

﴿ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ﴾ جس شخص سے اس روز عذاب ٹال دیا گیا اس پر پس اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی، یَصْرِفُ وہ پھرتا ہے، وہ پھرے گا صرف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب، (قاموس القرآن) عَنْهُ اس سے یَوْمَئِذٍ اس دن، یوں سمجھئے روز محشر کا عذاب انتہائی ہولناک، المناک، اور سخت ہے جس کسی سے بھی یہ عذاب ٹل گیا تو جان جائیے کہ اس پر حق تعالیٰ کی بہت رحمت ہوئی۔

﴿ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴾ اور یہ رحم/مہربانی چھٹکارا پانا ہے کھلا ہوا، یعنی یہی بڑی کامیابی اور کھلی کامیابی ہے یہاں

---

[1] ...... مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب باری تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی تو اپنے ذمہ وعدہ تحریر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ''اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ عَلٰی غَضَبِيْ'' ''میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔'' (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

Marfat.com

اس عزم کو دوہرانا ہے مجھے دولت کی تمنا نہیں، ثروت اور دنیاوی عزت میرے نزدیک فلاح کا کوئی معیار نہیں، اصل کامیابی تو یہ ہے کہ روزِ قیامت اللہ کے عذاب سے نجات مل جائے، یہاں کامیابی اصل تو یہ ہے کہ عذاب نار رجہنم سے نجات ملے اور بہشتِ بریں، مقامِ منزل ہو، چنانچہ آیت ۱۸۵ پارہ لَنْ تَنَالُوْا (۴) میں ارشادِ ربی ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: "پس جو شخص آگ سے ہٹادیا گیا دور کردیا گیا اور بہشت میں داخل کردیا گیا بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱ تا ۱۶

آیت ۱۱ میں اظہار بیان ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار میں سیر کر کے تو دیکھو، اے دنیا کے رنگ وبو کے رہنے بسنے والو تم حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہو اور تمہارا یہ فردِ جرم، باطل کے تاریک اندھیروں میں لے جارہا ہے، تم کو کیا خبر نہیں ہے اُن قوموں کا کیسا دردناک انجام ہوا۔ غالب کے الفاظ میں یوں کہنا پڑتا ہے۔ "دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہے"۔

اگر ماضی کے حالات کو نظرِ عبرت سے دیکھو گے تو انبیاءؑ کی تکذیب کرنے والی اقوام کا کیا حشر ہوا۔ وہ کائنات رنگ وبُو میں صاف دکھائی دے رہا ہے اگر تم تکذیب کی روش برقرار رکھنا چاہتے ہو تو سوائے تباہی کے تمہارے حصّے میں کچھ نہیں آئے گا۔

آیت نمبر ۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ کفار سے سوال تو کیا جائے آسمان، زمین اور تمام تر کائنات کا خالق ومالک کون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے ارشاد ہوا کہ سب کا مالک باری تعالیٰ ہے اس بات سے کفارِ مکّہ کو بھی اختلاف نہ تھا، مانا کہ وہ شرک اور بُت پرستی کے مُرتکب ہو رہے تھے، پھر بھی زمین اور آسمان اور کائنات گیتی کا مالک کل مُختارِ کُل اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں مذکور ہے "کہ جب باری تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی تو عرش پر تحریر کردیا" اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ عَلٰی غَضَبِیْ" (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب التوحید وبدءالخلق، مسلم شریف کتاب التوبہ)

یقینی طور پر میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ذرا خیال رہے کہ یہ رحمت، یوم قیامت صرف اہل ایمان کے لئے مخصوص ہوگی اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہوگا چنانچہ واضح ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، بالیقین عام ہے جس سے اہلِ ایمان، مؤمن، نیک وبد، اطاعت کرنے والے نافرمان اور کافر لوگ سب ہی مستفیض ہو رہے ہیں، کسی بھی شخص کی روزی میں تنگی اور کبھی نافرمانی کے سبب نہیں ہے بلکہ یوم آخرت جس میں دارالجزاء ہے وہاں باری تعالیٰ کے وصف اور عدل وانصاف کا کلی طور پر ظہور ہوگا، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اہل ایمان، راحت قلب وجان پائیں گے اور امان ورحمت میں مقام پائیں گے اور اہل کُفر، کُفر وفسق، کے سبب دائمی طور پر دوزخ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

چنانچہ آیت ۱۵۶ سورۃ الاعراف پارہ ۹ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربی ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ

"میری رحمت نے ہر ہر شے کو اپنے گھیرے میں رمحیط کر رکھا ہے، تو عنقریب میں اپنی رحمت رنعمتوں کو اُن کے لئے لکھ دوں گا جو میری نافرمانی سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور میری آیات پر یقین رایمان لائے ہیں۔"

بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اکٹھا کرے گا اس میں کچھ شک نہیں سو جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں مُبتلا

کرلیا ہے وہ ایمان لانے کے نہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو کر اپنا خسارہ خود ہی کرلیا۔

آیت ۱۳ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو شے رات کی تاریکی میں ساکن ہوتی ہے اور جو دن کی روشنی میں متحرک ہوتی ہے اللہ ﷻ ہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت ۱۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ کل کائنات، رنگ بُو، اپنی تخلیق اور بقائے حیات اور تولید میں اللہ ﷻ کی محتاج ہے تو یہ بندہ عاجز اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ضعیف یا خود محتاج مخلوق کا ہی سہارہ کیوں تلاش کرنے میں سَرگرداں ہے بھلا بتائے تو سہی وہ کسی غیر اللہ کا دست نگر کیوں بن رہا ہے، اللہ تعالیٰ جو زمین وآسمان کا خالق ہے جو روزی عطا کرتا ہے وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا، اس مقام پر ایک لطیف اشارہ تعریض کی نشان دہی کی گئی ہے مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، ''اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم، آج بُت خانے میں بھگوان بنے بیٹھے ہیں'' کے مصداق وہ سب کے سب اپنے بندوں کو روزی دینے کے بجائے الٹا اُن سے روزی پانے کے محتاج ہیں کوئی فرعون خدائی کے دعوٰی میں سچا نہیں ہوا، کسی دیوتا کا مندر، اس وقت عالیشان مندر کا روپ نہیں اختیار کرلیتا جب تک اس کا مجسمہ تزئین وآرائش کے مرحلے سے نہ گذر جائے سارے کے سارے بناوٹی دیوتا رُبت خود اپنے ہی بندوں کے محتاج ہیں کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! تو پھر یہ بات حرفِ حق کی طرح سچ ہے کہ صرف ذات حق تعالیٰ واحد ہے جس کی حاکمیت اور سلطنت اپنے بل بوتے پر قائم ہے اس (اللہ تعالیٰ) کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں سب اللہ کے محتاج ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی الوہیئت، اللہ کی کبریائی اور جلال وجمال کی تابانی کے سامنے سر جھکا دیا جائے [1] اور شرک کی آلودگیوں سے پاک ہوا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے ہمیں یہ سبق ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تسلیم ورضا کو ہر وقت قبول کرنے میں پہل اختیار کرکے تیار رہو اے مسلمان! شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا۔

آیت ۱۵ میں اظہار بیان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی فرمارہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتا ہوں اگر میں نے حق تعالیٰ کی اطاعت نہ کی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالیا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا۔

یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے معصوم اور برگزیدہ بندوں سے بھی اسی طرح کا نسیان رعصیان واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندیشہ ہوتا ہے ایک دوسرے کو کب لائق زیب ہے کہ شرک وکفر میں مُبتلائے بلا ہونے کے، تکذیبِ انبیاء اور دیگر طرح طرح کے جُرم میں مُبتلا ہونے کے عذاب الٰہی سے بے فکر ہوجائیں۔ جُرم تو جُرم ہے گُناہ تو گُناہ ہے شرک تو شرک ہے اگر انسان نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو معبود بنالیا تو عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

---

[1] ......قابل ذکر بات یہ ہے کہ جس دین کی دعوت فکروعمل دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے تھے اس دین کی دعوت پر عمل پیرا ہونے اور اس کو قبول کرنے کی پہل بھی حضور اکرم ﷺ نے کی تھی اس لئے ارشاد ہوا کہ تمام امت سے قبل مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیئت پر ایمان لانے کا حکم صادر ہوا، اور حکم یہ ملا کہ میں اللہ کی اطاعت رفرمانبرداری کرنے والوں میں اپنے آپ کو پہلا بشر ثابت کروں اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ذات یکتائی اور صفات کبریائی میں کسی کی شرکت کا احساسِ تصور تک دل میں نہ لاؤں میرا تو یہی عمل ہوگا اور تمہیں بھی یہی راہ اپنانی چاہئے کہ یہی انسانیت کی عظمت کی راہ ہے ''میں ہوں اول وہ شخص جس نے مانا، اللہ تعالیٰ کا حکم، اس واسطے کے نبی دین میں اُمت سے سابق اور پہلے ہوتا ہے۔'' (از تفسیر مولوی فخر الدینؒ)

Marfat.com

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯	اُس دن جس شخص سے عذاب ٹال دیا گیا، ضرور اُس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی رعنایت ہوئی اور یہی کھلی کامرانی رکامیابی ہے۔(١٦)
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑰	اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی ضرر رد کھ پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تمہیں نقصان سے بچانے والا نہیں رکوئی اللہ کے سوا دکھ دور کرنے والا نہیں اور اگر تمہیں نفع پہنچائے رکسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔(١٧)
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ⑱	اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر ،وہی حکمت والا، دانا اور باخبر ہے۔(١٨)
قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑲	اے حبیب (ﷺ)! آپ پوچھئے! کون سی بڑی سے بڑی شہادت قبول کرو گے؟ آپ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ گواہ ہے میرے اور تمہارے مابین اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اور ان لوگوں کو بھی ڈراؤں جن تک یہ پہنچ جائے رتاکہ دوسروں کو بھی خبردار کردے۔ کیا اب بھی تم یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ فرما دیجئے! ایسی جھوٹی شہادت تو میں نہیں دے سکتا آپ کہہ دیجئے وہ تو صرف ایک اللہ ہے، بلاشبہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔(١٩)
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳	جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس نبی ﷺ کو پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں راُن کو کوئی اشتباہ نہیں آتا، مگر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(٢٠)

الفاظ و معانی آیت ١٦ تا ٢٠

﴿ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ﴾ جس شخص سے یہ عذاب ٹل گیا رعذاب پھیر لیا جائے تو وہ جان لے کہ اس پر باری تعالیٰ کی رحمت ہوگئی، یوم محشر کا عذاب انتہائی ہولناک، المناک اور وہ سخت ترین ہے یَصْرِف رٹال دیا، یُصْرَف وہ پھیرا جائے گا صَرْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ، قاعدہ کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴾ اور یہی کامیابی ہے کھلی، یہاں کامیابی سے مُراد عطائے بہشت ہے اس سے پتہ چلا کہ عذاب سے نجات اور جنت کا مل جانا لازم وملزوم ہیں ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ ﴾ اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ، بِضُرٍّ سختی، جیسے مرض اور غُربت۔ ﴿ فَلَا كَاشِفَ ﴾ تو کوئی باز رکھنے والا نہیں۔ کَاشِفْ، کھولنے والا، کسی ضرر رتکلیف کو دور

کرنے والا، ظاہر کرنا، اسم فاعل مفرد مذکر ہے قواعد کے مطابق، ﴿ بِخَیْرٍ ﴾ نعمت، خیر، بھلائی، نیک کام، پسندیدہ، بہتر مال، پانچویں معنی میں اسم تفضیل ہے اور اس کی اصل اَخْیَر ہے اور چھٹے معنی میں مجازی اطلاق ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ ﴾ اور وہ ہے قہر کرنے والا۔ قَاهِرٌ غالب، زبردست قہر سے اِسم فاعل قاہر، اصل میں اس غالب کو جس کے مقابلے میں اس کا حریف بیچارہ ذلیل ہو کہتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ فَوْقَ عِبَادِهٖ ﴾ غالب ہے اپنے بندوں کے اوپر یہ فوقیت ہے، بلکہ قدرت اور قہر کے سبب سے تمام تر مخلوقات پر حق تعالیٰ کے غالب ہونے اور قدرت رکھنے رقادر ہونے کی تصویر ہے۔ فَوْق ، اوپر اسم ظرف ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْحَكِيْمُ ﴾ ہے محکم کار اپنی تدبیر میں، لفظ حَكِيم دانا، پختہ کار، حکمت والا، حَكِيم جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی اور ہوتے ہیں اور بندہ کے لئے استعمال ہو تو اور اللہ حکیم ہے اس کے تمام افعال عین حکمت ہیں۔ ﴿ الْخَبِيْرُ ﴾ جاننے والا، چھپے حال بندوں کے، اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جاننے والا ہے۔ ﴿ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ﴾ آپ ﷺ اُن سے پوچھئے! کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر معتبر کس کی گواہی ہے جس کے دائرہ قدرت میں کُل جہاں اور سب کا نفع وضرر ہے، اللہ کی شہادت کا ذکر کر کے اس مفہوم کو واضح کیا کہ وہ معجزات آیاتِ ربانی ہیں جو حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کے بارے میں ظاہر کی ہیں۔

﴿ قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی گواہ ہے۔ ﴿ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ﴾ میرے اور تمہارے درمیان، یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی وحدانیت اور ربوبیت کا خود گواہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی شہادت دینے والا نہیں ﴿ اُوْحِيَ ﴾ حکم بھیجا گیا، وحی کی گئی۔ ایحاءٌ سے فعل ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔

﴿ بَلَغَ ﴾ وہ پہنچا بُلُوغ اور بَلَاغ سے اس کے معنی حصول مقصد تک پہنچنے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ﴾ کیا تم گواہی دیتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں۔

" لَا اَشْهَدُ " میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا۔ اَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں ردوں گا۔ شَهَادَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے معبود بننے کی شہادت دو تو میں ایسی لغو اور بے ہودہ بات ماننے کے لئے قطعی آمادہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ ہے جو صفات میں " اِلٰهٌ وَّاحِدٌ " یکتا اور تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، میں تو صرف ایک اللہ کو مانتا ہوں اور اِلٰہ پر میرا یقین کامل ہے، باقی تمہارے بے مصرف اور محتاج دیوتا اور بُت میرا تو ان سے کوئی تعلق نہیں وہ ﴿ وَاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ ﴾ اور بے شک میں بیزار ہوں۔ ﴿ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ اس سے کہ تم شریک بناتے ہو۔ "میرے چارہ گر کو نوید ہو" کے مصداق ذرا غور سے سن لو میں ان سے بری ہوں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ ﴿ يَعْرِفُوْنَ ﴾ وہ پہچان لیں گے۔ عرفان سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ يَعْرِفُوْنَهٗ ﴾ میں ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں مفہوم یہ ہے کہ اہلِ کتاب رسول اللہ ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات صفات کا تذکرہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے ان

Marfat.com

خوبیوں کے سبب وہ خاتم النبیین ﷺ کے منتظر بھی تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام سے سوال کیا کہ تم حضرت محمد ﷺ کو کیسے پہچانتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواباً کہا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ، کمالات اور علامات کا ذکر ہماری کتابوں میں تحریر ہے۔ جب ہم نے حضرت محمد ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو پہچان لیا، جس طرح ہم اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں، مجھے اپنے بچے کی والدہ پر اتنا بھروسہ نہیں جس قدر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی علامات پر یقین ہے۔ تورات اور انجیل میں رسول اکرم ﷺ کے عادات اور آپ کے اوصاف اخلاقِ حمیدہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مُبتلا کر رکھا ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ''خَسِرُوْٓا'' نقصان کر چکے۔ اُنہوں نے زیاں کاری کی، خُسر ٹوٹا، نقصان باب سَمِعَ سے مصدر خُسر سے ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) یہ یہود اور نصاریٰ جو اہلِ کتاب ہیں جو محمد رسول ﷺ کو جانتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہوتے یہ خود اپنے ہاتھوں تباہی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۶ تا ۲۰

آیت نمبر ۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ جو ایک بہت بڑے دن میں وقوع پذیر ہوگا وہ دن ایک مثالی دن ہوگا جس وقت تمام تر انسانیت جمع ہو کر اپنے اعمال و افعال کا بدل پائے گی، جس دن وہ شخص عذاب سے بچ گیا یا اس پر سے عذاب ٹال دیا گیا تو ایک بڑی کامیابی ہے کہ اس روز انسان حق تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جائے اور بخشا جائے بہشت اور رضائے باری تعالیٰ کے اعلیٰ مدارج کا حصول تو ایک بلند مرتبے کو پانا ہے، اگر بشر سے یوم قیامت کا عذاب دور کر دیا جائے تو یہ بھی کامیابی کی ایک عظیم منزل ہے گویا آگ سے نجات پالینا صریحاً کامرانی ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۱۸۵ سورۃ آلِ عمران پارہ نمبر ۴ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشادِ ربّانی ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

''پھر جو آگ سے بچایا گیا اور بہشت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔''

گویا مجھے دولت کی تمنا نہیں، ثروت اور وقار و عظمت میرے لئے کامیابی کی کوئی کلید نہیں، جس کو یوم قیامت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا مل گیا تو صاحب فروغ عطائے منزل ہو گیا۔

آیت نمبر ۱۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر اُفتاد ڈال دے اور تمہیں دُکھ پہنچ ہی جائے تو تمام تر مخلوق یکجا ہو کر اسے دور کرنا چاہے تو ہرگز اسے ہٹا نہیں سکتے گویا تمام تر راحت و آرام، صحت و بیماری، افتخار، عزّت ذلّت سب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ اکرام اور انعامات عطا فرما دے تو کوئی توانائی نہیں رکھتا کہ اُسے چھین لے، اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کسی ذرّہ میں جنبشِ توانائی نہیں، گویا نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم و قضاء کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اس کی توضیح حدیثِ مُبارکہ سے ہوتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

Marfat.com

''جس کو تو دے اس کو کوئی ردّ کرنے والا نہیں، اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔''

(بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب الاعتصام والقدر والدعوات مسلم شریف الصلوٰۃ ومساجد)

آیت نمبر ۱۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں اور مخلوق پر ''اختیارِ کُل'' حاصل ہے وہ سب کے حال سے واقف ہے اور حکمت ودانائی میں سب پر حاوی ہے وہ دانا تر ہے اُس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہی کائنات رنگ وبو میں ہر کام ہو رہا ہے اور دنیا میں ہر کام اور ہر ہر امر تکمیل پذیر ہو رہا ہے بلکہ یوں کہیئے اس میں لاتعداد حکمتیں مُضمر ہیں۔

آیت نمبر ۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر عالم رنگ وبُو میں حقائق کے اظہار کے لئے تمہیں شہادت کی ضرورت ہے تو بھلا اللہ جَلّ شانہٗ سے بڑا کون گواہ ہے، اُس کی گواہی کافی ہے اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب اہلِ مکّہ حضرت محمد ﷺ سے سوال کرنے لگے کہ ایسی ہمیں کوئی قلب پر اثر انداز ہونے والی دلیل دکھایئے جس سے آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت مل جائے تو اس پر یہ آیت اُتری، یعنی باری تعالیٰ میری نبُوّت کی گواہی دیتا ہے اس لئے اُس نے میری طرف اس قرآن کے ذریعہ وحی بھیجی یہ ایک معجزہ ہے، باری تعالیٰ کا اس کتاب کا مجھ پر نازل کرنا، میرے رسول ہونے کی گواہی کا روزِ قیامت تک، جن تک، اِنس وجن تک یہ پیام قرآن پہنچنے میں سب کو حکم الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں، اب میری یہ ذمّہ داری ہے کہ تم کو اور جس تک یہ کلام اللہ پہنچے اس کو اس پیغام سے خبردار کروں جس میں توحید اور اصول دین کی تعلیم سے بہرہ مند کیا گیا ہے اس دعوتِ توحید، سننے کے بعد بھی اگر نہیں مانتے اور یہ کہنے پر اصرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں تو تم وک اختیار ہے جو چاہو راہ اختیار کرو میں تو صاف صاف واضح طور پر بتاتا ہوں۔ ''کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے'' کے مصداق لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے جو کچھ تم شرک کی روش اپنائے ہوئے ہو میں اس سے قطعی طور پر بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت انس بن مالک ؓ نے فرمایا ''جب یہ آیت اُتری تو حضرت محمد ﷺ نے مکتوب لکھ کر سلاطین کسریٰ وقیصر کو دعوت اسلام دی۔ (بحوالہ مدارک اور خازن)

آیت نمبر ۲۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہودی ونصاریٰ کو رسول اللہ ﷺ کی نبوّت کا یقین دلایا جا رہا ہے کہ ان کی کُتب سماوی میں تفصیل کے ساتھ علامات، حالات، اور نشانیاں بیان کر دی ہیں کہ یہ میرے رسول ﷺ کو اس طرح یقین کامل کے ساتھ جانتے اور پہچانتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنی اولاد کو پہچان جاتا ہے اس کے باوجود ان کے عقل میں گمراہی اور تاریکی کا حجاب ہے، اُنہوں نے گھاٹے کا سودا کر لیا ہے یعنی مَعصیت کی زندگی اور گُناہ آلود حیات اُن کا شعار ہے کیا اُنہیں علم نہیں، رفتہ رفتہ اُنہوں نے دل کو سیاہ کر لیا، رفتہ رفتہ اپنے بربادی کے سامان پیدا کر لئے ہیں اب ان میں ایمان قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اب اُن کو توفیق ہی نہیں کہ ''مُشرف بہ ایمان'' ہو کر اپنی جانوں کو خسارے سے بچائیں۔

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اوراس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، بلاشبہ ظلم کرنے والے فلاح /کامیابی نہیں پائیں گے۔ (۲۱)

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جس دن ہم سب کو جمع /اکٹھے کریں گے، پھر ہم کہیں گے اُن مشرکوں سے وہ شریک کہاں ہیں! جن کو تم معبود ٹھہرانے کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ (۲۲)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾

پھر اُن کے پاس فتنہ کا کوئی عذر نہ رہے گا، پھر وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کی قسم! جو ہمارا ربّ ہے ہم مُشرک نہ تھے /شرک کرنے والے نہ تھے۔ (۲۳)

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

دیکھو! اُنہوں نے اپنے آپ پر کیسا جھوٹ باندھا اور گم ہوگئیں /کھوگئیں اُن سے فتنہ پردازی کی وہ باتیں جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۲۴)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال رکھا ہے تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ /گرانی ڈال دی ہے اور اگر یہ لوگ سب ہر ایک نشانی /علامت دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو صرف آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کُفر کیا وہ یہ کہنے آتے ہیں کہ یہ تو ایک قصہ پارینہ کے سوا کچھ نہیں، /یہ تو داستان ہے پہلے لوگوں کی۔ (۲۵)

الفاظ ومعانی آیت ۲۱ تا ۲۵

﴿ مِمَّنِ افْتَرٰى ﴾ جس نے تُہمت لگائی۔ ﴿ اِفْتَرٰى ﴾ اِفتــــریٰ جھوٹ گھڑا۔ ﴿ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا، اللہ کو جھٹلایا، یہ کہنا کہ ملائکہ /فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے بُت اللہ کے پاس شفیع ہوں گے۔ اِفتــــریٰ سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ پر جُھوٹ گھڑنا، نبوّت کا دعویٰ کرنا سب سے بڑا ظلم کرنے والا ہے۔

﴿ وَكَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ﴾ جو اللہ کی آیات اور رسولِ صادق کی تکذیب کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے کہ دیگر معبود اللہ کے صفات سے مُتصف ہیں اور اللہ کے اختیارات کے حامل ہیں یہاں کافروں کی دوہری خطا کا ذکر ہے ایک تو وہ لغو اور بے سرو پا، طرزِ تکلّم جس کے بارے میں اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں، اپنے پتھر کے صنم کو خدا کا شریک ٹھہرانا، کارزارِ ہستی کے امور انجام دینے کے لئے جدا جدا دیوی اور مہاراج دیوتا کا تصوّرِ باطل، اس کے بعد دوسرے یہ کہ توحید سے انکار، قرآن کی تعلیمات سے انکار، قیامت کے واقع ہونے سے انکار، ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ بے شک ظالم لوگ کے نصیب میں بھلائی نہیں۔

Marfat.com

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ان سب کو وہ لمحات اور ساعتیں یادرکھنے کے قابل ہیں کہ جب تمام خلائق کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، یعنی شرک کرنے والا اور اُن کے تراشے ہوئے معبودوں رُبتوں کو جمع کریں گے۔﴿ نَحْشُرُ ﴾ حشرٌ مصدر ہم اکٹھا کریں گے فعل مضارع کا صیغہ جمع مُتکلّم قواعد کے مطابق۔

﴿ ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ﴾ پھر کہیں گے ہم ملامت کرنے کے طور پر، اُن لوگوں سے جنہوں نے ارتکابِ شرک کیا۔

﴿ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ کہاں ہیں وہ معبود تمہارے، جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک، اپنا مشکل کشا سمجھتے تھے جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ تمہاری شفاعت کریں گے۔﴿ تَزْعُمُوْنَ ﴾ تم دعویٰ کرتے ہو، زَعْمٌ سے کسی بات کے بارے میں اظہار دعویٰ کرنا فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ فِتْنَتُهُمْ ﴾ ان کا غدر/ان کی بہانہ سازی، فِتْنَةٌ، مضاف ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ قواعد کے لحاظ سے، "قرآن مجید کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ فتنہ کا اسناد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے تو اس سے امتحان اور آزمائش کے معنی مراد ہیں اور جب اس کا اسناد انسان کی طرف ہوا ہے تو ظلم وزیادتی کرنا، قبول حق سے لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کرنا، گمراہ کرنا" (قاموس القرآن)

﴿ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! رَبّ ہمارا ہے اور ہم نہ تھے شرک کرنے والے۔

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ دیکھو تو کیونکر جھوٹ بولتے ہیں۔﴿ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بولا، جھوٹ بولنے کا یہاں مفہوم یہ ہے کہ وبال اس جُھوٹ کا ان ہی کے نفسوں پر آپڑا ہے۔﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ اور غائب ہوگیا اُن سے جو کچھ افتراء کرتے تھے، گویا مُفسرین "افتراء سے مراد مشرکین کی تاویل بتاتے ہیں جو اپنے معبودانِ باطلہ کے بارے میں وہ دنیا میں کرتے تھے۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد سوئم) ﴿ يَفْتَرُوْنَ ﴾ وہ بہتان باندھتے ہیں افتراء سے مضارع جمع مذکر غائب، (قاموس القرآن)

﴿ مَنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ کچھ لوگ ہیں کہ کان لگائے رہتے ہیں، جس وقت آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

﴿ وَجَعَلْنَا ﴾ اور ڈال دیئے ہیں ہم نے۔﴿ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ ان کے دلوں پر۔﴿ اَكِنَّةً ﴾ پردے/غلاف۔
﴿ يُجَادِلُوْنَكَ ﴾ تو جھگڑا اور عداوت کرتے ہیں آپ ﷺ سے۔﴿ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾ ان کے کانوں میں گرانی ہے۔
﴿ وَقْرًا ﴾ بارگراں، وقر بہرا پن، کم سُننا قواعد کے مطابق اسم مصدر۔

﴿ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ آپ ﷺ سے کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی کہ یہ کچھ نہیں صرف یہ کہ پہلے لوگوں کے قصہ پارینہ، داستان اور کہانیاں ہیں گویا اُن کا مطلب کلامِ پاک کا وحی باری تعالیٰ ہونے کا انکار ہے صاف صاف واضح حقیقت تو یہ ہے کہ اہلِ کُفر گمراہی کے اُس مقام پر آگئے ہیں کہ بڑے سے بڑا مُعجزہ دیکھ لیں تب بھی ایمان لانے کی توفیق سے یکسر بے بہرہ رہیں گے اور ان کا عِنادا س قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ قرآنِ حمید کو پہلے لوگوں کی بے سند داستان کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ

تشریح وتوضیحات آیت ۲۱ تا ۲۵

آیت نمبر۲۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو باری تعالیٰ پر بہتان باندھے اور ظلم کرنے والا تو وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کے رسول برحق ﷺ کی تکذیب کرے، بلاشبہ نہیں فلاح پائیں گے ظلم کرنے والے۔ گیتی کائنات میں دو ہی نوعیت کے لوگ دائرۂ ظلم میں آتے ہیں ایک وہ جو خیالات اور افکار کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے دعوٰی نبوّت کرنے لگیں جبکہ وہ نبی نہیں ہیں اور دوسرے وہ جو نبی برحق وصادق سے دینِ حق کی دعوت کا پیام سُنیں اور پھر بَرملا اظہار کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیام وپیغام نہیں ہے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں جھوٹی نبوّت کا مدعی کامیاب وکامران نہیں ہوگا، تاریخ بتارہی ہے کہ مکّہ شریف اور مدینہ منوّرہ کے علاوہ تمام عرب سے اسلام کے مخالفین کا نام ونشان باقی نہ رہا یہ تو ہوا کہ مکّی زندگی میں ایک عرصہ تک آزمائش کا دور رہا، اس کے بعد مدنی زندگی میں اسلام کو غلبہ عطا ہوا اور کائناتِ رنگ وبُو کے ایک بڑے حصّے میں پرچم اسلام لہرانے لگا۔

آیت نمبر۲۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ وہ ساعت بھی یاد رکھنے کی گھڑی ہے جس روز اللہ تعالیٰ سب تمام خلائق کو اکٹھا کریں گے اور اُن سرکشوں، منکرین اور مُشرکین سے پوچھا جائے گا کہ وہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک کہاں گم ہوگئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے، آج اُن کو پکارو! بلاؤ! تاکہ وہ اللہ کے عذاب سے تمہیں چھٹکارا دلائیں ایسی اُفتادِ بدر مصیبت اور سختی کے وقت وہ کہاں چلے گئے جن کو تم اپنا خدا سمجھ بیٹھے تھے، اس آیت میں دورِ جدید کے مسلمانوں کے لئے دعوتِ فکر وعمل ہے کہ کہیں ہم بھی نیرنگیِ زمانہ میں کھو جائیں اُن مشرکوں جیسے طرزِ عمل اپنائے ہوئے تو نہیں؟ اگر ہمیں مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو ہم اخلاق رزیلہ میں کیوں مُبتلا ہیں۔

آیت نمبر۲۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان مشرکوں کے فریب کا پردہ چاک ہوجائے گا، پھر جھوٹا بیان دیں گے کہ اے پروردگار! قسم تیری! ہم ہرگز شرک کرنے والے نہ تھے، جب میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا مشاہدہ کریں گے تو اُن باطل معبودوں کا کہیں پتہ تک نہ ہوگا تو پھر وہ جھوٹ کا سہارا لے کر واضح طور پر بتائیں گے۔ اے اللہ! ہم تو تیرے سوا کسی اور مَعبود کو جانتے ہی نہیں! جب مُشرکین اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اہلِ توحید تو بہشت کی طرف جارہے ہیں تو یہ باہمی گفت وشنید کر کے اپنے شرک سے انکار کردیں گے تب باری تعالیٰ ان کے ہونٹوں پر مُہر ثبت کردے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں اس بات کی گواہی دیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اور پھر یہ حق تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ رکھنے پر قادر نہ ہوں گے۔

(بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر)

آیت ۲۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ دیکھ! کیسا جھوٹ باندھا اپنے تئیں! عمر بھر کے شرک سے ہی مُکر گئے، مقامِ فکر اور غور طلب بات یہ ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے اوپر کیسا بُہتان تراشا، جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی جانِ عزیز کو اور زیادہ آفت میں ڈال رہے ہیں حالانکہ دنیا میں اپنی خواہشات کی تکمیل میں کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں، اُن کے باطل معبود، جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کو انہوں نے اپنے مددگار سمجھ لیا تھا وہ تمام غائب ہوگئے۔ اے کاش!

Marfat.com

مشرکین اس ذِلت اور رُسوائی کے انجام سے دنیا میں باخبر ہوتے۔

آیت ۲۵ میں اظہار بیان یہ ہے کہ مُشرکین اور سرداران مکّہ جب قرآن سنتے تھے تو یہ کہا کرتے یہ تو داستانِ پارینہ کے سوا کچھ بھی تو نہیں، اُن کی اسی شامتِ اعمال کے سبب اللہ ﷻ نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن کر دیا تاکہ وہ سماعت سے محروم رہیں اور اس کو نہ سن سکیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر دعوتِ حق کے کلام سننے سے پہلوتہی اختیار کی، مشرکین تک ہدایت کی بات ہی نہیں پہنچ سکتی ان کی عقل میں اتنی استعداد ہی باقی نہیں کہ کلام اللہ کا حسن انہیں متاثر کر سکے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان کے کانوں میں پردے پڑے ہیں وہ ساری نشانیاں اور مُعجزات دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے کے نہیں بات یہ ہے کہ جب ابوسفیان، ولید، نضر اور ابوجہل اکٹھا ہو کر رسول اللہ ﷺ کی تلاوتِ قرآن سننے لگے تو نضر سے اس کے ساتھیوں نے پوچھا محمد ﷺ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ لب کُشا ہوتے ہیں اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں، ابوسفیان نے کہا مجھے ان کی باتیں حق معلوم ہوتی ہیں، ابوجہل نے کہا اس کے ماننے سے بہتر مرجانا ہے اس پر اس آیتِ کریمہ کا نزول ہوا حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ ان مُشرکوں نے لطافت توانائی کی صلاحیت اور استعدادِ حق کو ہی ضائع کر دیا بھلا حق کو تسلیم کرنے کی اُن میں کہاں جرأت و ہمت ہے، منکرینِ حق کا سب کچھ سماعت کرنے کے باوجود نہ سمجھنا اور داعیِ حق کی کسی بھی بات کو دل سے نہ ماننا تعصب اور اظہارِ جمود کا فطری نتیجہ ہے۔ ناداں لوگوں کا تو یہ شیوہ ہے کہ جب حق بات بتائی جاتی ہے تو ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے یہ کون سی نئی بات ہے یہ تو سب قدیم باتیں ہیں جو ہمارے علم میں ہیں۔

آیت ۲۱ تا ۲۵ کے اہم نکتہ پر ایک مطالعاتی نظر:

ظُلم کی انتہا تک تو پہنچ گیا، جس نے آیاتِ رَبانی کی تکذیب کی، بھلا ایسے لوگوں کو کہاں امان اور فلاح ملے گی جب اُن کے فریب عمل سے پردے چاک ہونے کو ہوں گے تو ان کا کہنا ہوگا اے اللہ! ہم نے تو شرک نہیں کیا یہ مُشرک جس فتنہ اور دروغ اور موہوم آرزوؤں میں کھڑبے ہوئے ہیں جب ان کی نظروں کے سامنے پردے اُٹھائے جائیں گے تو اُن کو احساسِ علم ہوگا جن سہاروں پر وہ زندگی کی سانس لے رہے ہیں وہ محض فریب نظر نہیں بلکہ اصل دھوکہ ہے پھر اُن کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ جس طرح آج جُھوٹ کا شکار ہیں اسی انداز میں جُھوٹ بول کر شرک کا انکار کر دیں۔

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بات پر کان لگاتے ہیں مگر غفلت کا پردہ اُن کے دلوں پر ڈال دیا گیا ہے گویا ان کے مابین حجاب اور بہرے پن کا غلبہ ہے اس کو معنوی اور روحانی حجاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جس کے سبب وہ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں، جب اہلِ عرب کو خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ رحمت بن کر جلوہ فگن ہو گیا ہے اور اگر تم نے حضور اکرم ﷺ کی بات نہ سنی تو فنا ہو جاؤ گے جس طرح ماضی میں اقوام انکارِ حق کے سبب فنا کر دی گئیں، کس قدر حیرت کی بات ہے عالم طیش میں آکر کہتے ہیں اقوام کا عروج و زوال تو گردشِ حالات کے کرشمے ہیں اور جو بات قرآن نے بتائی یہ تو بس ماضی کا افسانہ ہے۔

Marfat.com

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور وہ باز رکھتے ہیں اس امرِ حق سے لوگوں کو، اور خود بھی دُور بھاگتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اپنے آپ نفسوں کو ہلاک کر رہے ہیں/خود ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر اُنہیں اس کا شعور نہیں!۔ (٢٦)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾

اور اگر آپ ﷺ اُن کی حالت دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے دہکتی ہوئی آگ/دوزخ کے پاس تو کہیں گے اے کاش! ہمیں دُنیا میں پھر لوٹا دیا جائے، تو ہم پھر اپنے رَبّ کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم شامل ہو جائیں گے ایمان دار لوگوں میں۔ (٢٧)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾

بلکہ ظاہر ہو گیا اُن پر، جسے وہ پوشیدہ رکھتے تھے اس سے قبل اور اگر وہ واپس بھیج دیئے جائیں تو صرف وہی کریں گے جس سے اُن کا منع کیا گیا تھا، بے شک وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ (٢٨)

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾

اور کہتے ہیں یہی دنیاوی زندگی ہی ہماری متاعِ حیات ہے اور ہم مرنے کے بعد ہرگز اُٹھائے نہیں جائیں گے۔ (٢٩)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۗ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۗ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۗ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾

اور اے کاش! آپ ﷺ دیکھیں جب وہ اپنے رَبّ کے سامنے/حضور کھڑے کئے جائیں گے تو ارشادِ رَبّی ہو گا کیا یہ قبروں سے بیدار ہونا/اُٹھ کھڑا ہونا حق نہیں! جواب میں کہیں گے اے ہمارے رَبّ! یہ حق/سچ ہے، رَبّ کی قسم! تو اللہ کہے گا اپنے انکار کے سبب عذاب چکھو۔ (٣٠)

الفاظ و معانی آیت ٢٦ تا ٣٠

﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ﴾ اور کافر باز رکھتے ہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے۔ ﴿ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ﴾ اور دور ہوتے ہیں اپنی ذات سے، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گویا نہ تو خود ایمان لاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ایمان قبول کرنے دیتے ہیں۔ ﴿ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ﴾ روکتے ہیں اس سے، ﴿ يَنْـَٔوْنَ ﴾ نـائی، مصدر وہ دور رہتے ہیں قواعد کے مطابق جمع غائب مذکر فعل مضارع کا صیغہ، نھی کے معنی ظلم روکنا کے آتے ہیں اور نـائی کا معنیٰ دور کرنا، اہلِ کُفر کی کیفیت/حالت کا عالم تو یہ ہے کہ خود بھی دعوتِ حق قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھتے ہیں، حضرت قتادہؓ، محمد بن حنفیہ، ضحاکؒ جیسے مُفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت کریمہ عام مکہ کے اہلِ کُفر کے بارے میں اتری ہے جو لوگوں کو قرآن سننے اور اس پر اتباع عمل سے روکتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت محمد ﷺ کے چچا ابو طالب اور دیگر آپ کے چچاؤں کے بارے میں ہے جو لوگوں کو آپ ﷺ کو ایذاء دینے سے روکتے اور آپ ﷺ کے حمایتی ہوتے مگر نہ خود قرآنِ حمید پر ایمان لاتے اور نہ اس پر خود عمل کرتے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری، راوی ابن ابی حاتم، عن سعید بن ابی ہلال)

Marfat.com

﴿ وَلَوْ تَرٰٓی ﴾ اور اگر آپ دیکھیں۔ ﴿ اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ ﴾ جب روک رکھے ہوں گے آگ کے درمیان تو رُسوائی اور ذِلّت اور عذاب کی سختی کے سبب فریاد بہ لب ہوگی۔ ﴿ فَقَالُوْا ﴾ پھر کہیں گے۔

﴿ یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا ﴾ اے کاش ہم دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں اور ربّ کی آیتوں اور نشانیوں کو نہیں جھٹلائیں گے اس آیت کے الفاظ سے پتہ چلا کہ جب کافروں کو آتش دوزخ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور آگ کے دہکتے ہوئے اور لپکتے شعلوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو حواس باختہ ہوجائیں گے اور تمام ترغرور اور نخوت وانبساط ختم ہوجائے گا پھر اللہ کے رسول کی تکذیب نہیں کریں گے۔

﴿ وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴾ اور وہ بولے نہیں ہیں یہ زندگی مگر زندگی ہماری دنیا میں اور ہم قبروں سے نہیں اُٹھائے جائیں گے اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ اگر ان کو دنیائے رنگ وبُو میں، دوبارہ لوٹا دیا جائے تو بھی ان کا کہنا یہ ہوگا کہ دنیا میں پہنچ کر، ہم اس دنیا کی متاعِ حیات کے سوا، کسی اور زندگی کو نہیں مانتے، بس یہاں کی زندگی ہی زندگی ہے دوبارہ ہم کو زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اب غور طلب بات تو یہ ہے کہ جب روزِ قیامت دوبارہ زندہ ہونے والے اور روز جزاء حساب وکتاب کو اپنی نظروں سے دیکھ چکیں گے تو بتائے تو سہی، یہ کیونکر ممکن ہوگا اس کا پھر انکار کردیں گے۔

﴿ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴾ اٹھائے جانے والے، دوبارہ زندہ کئے جانے والے، قواعد کے مطابق اسمِ مفعول ہے۔

﴿ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا! پھر چکھو عذاب اس سبب کہ تم انکارِ حق کرتے تھے اور کُفر میں مبتلا رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۶ تا ۳۰

آیت ۲۶ میں اظہار بیان ہے کہ لوگوں کی کج فہمی کا تو یہ عالم ہے کہ قرآن کی تعلیمات سے دور بھاگتے ہیں ان افراد کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ نہ تو خود ایمان لاتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہیں حالانکہ اُن کی اِن باتوں سے دینِ حق کو پھیلانے، سمجھانے اور بتانے میں کوئی امر رکاوٹ کا باعث نہیں ہوسکتا اور نہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کو کسی خسارے کا احتمال ہوسکتا ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی اپنی جان عزیز کو ابدی ہلاکت میں مبتلا کرنے والے ہیں یہ ناداں اپنے ہاتھوں اپنی تباہی وبربادی کا سامان کررہے ہیں ان لوگوں کے ناپاک عزائم سے دینِ حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے انہیں اس کا شعور نہیں ہے کہ وہ خود اپنی حرکتوں سے اپنا ہی نقصان کررہے ہیں۔

آیت ۲۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مشرکین کو آخرت میں احساسِ ندامت ہوگا جب وہ جہنّم کے کنارے دہکتی ہوئی آگ میں کھڑے کئے جائیں گے تو دوزخ کی آتش کا ہولناک منظر ان کے تمام ترغرور وتکبّر کے عمل کو ختم کردے گا اور اُن کی آرزو ہوگی اے کاش! ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ پھر کبھی اپنے اللہ کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور مکمل طور پر صاحبِ ایمان بن کر رہیں لیکن ان نادانوں کو احساس ہی نہیں ہوگا کہ وہاں سے دوبارہ دنیا میں آنا مشکل ہے وہ اپنی تمنّا کی تکمیل سے محروم رہیں گے کافروں کی اس آرزو کی تکمیل کا ذکر قرآن میں مذکور ہے چنانچہ آیت ۱۰۷، ۱۰۸ سورۃ المؤمنون پارہ

Marfat.com

١٨ قَدۡ اَفۡلَحَ میں ارشادِ ربی ہے:

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ۞ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ۞

اے اللہ! ہمیں یہاں سے نجات دیجئے! اگر اب ہم ایسا کریں تو بلا شبہ ہم ظالم ہیں۔ (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دھتکارے ہوئے، پھٹکارے ہوئے، اس میں پڑے رہو اب ہم سے مزید سہولت طلب کرنے کی بات نہ کرنا۔

عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کیا آج کے دورِ جدید کے تعلیم یافتہ، مغرب زدہ، مسلمانوں کا طرزِ فکر و عمل بھی ایسا نہیں ہے اپنی اپنی خواہشات کی تکمیل میں دینِ حق سے روگردانی کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

آیت ٢٨ میں اظہار بیان ہے کہ وہ کفر و عناد اور عملِ تکذیب عیاں ہو جائے گا اس سے پہلے دنیا اور آخرت میں چھپاتے تھے اگر انہیں دنیا میں بھی لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کچھ کریں گے جن سے اُن کو روکا گیا تھا۔ اب گیتی کائنات میں واپس جانے کی آرزو عزمِ صمیم اور ایمانی جذبہ کے شوق سے نہیں بلکہ مکافاتِ عمل کا وہ منظر اور پسِ نظر سامنے آ گیا ہے باوجود انکار کے پردے میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ عذاب باری تعالیٰ کو نظروں سے دیکھ لیا تمام وہ افعال اور اعمال جنہیں چھپ چھپ کر کیا گیا انکار از عیاں ہو گیا اور جھوٹ کی حقیقت بھی آشکار ہو گئی اور یہ بات بھی پتہ چل گئی کہ وہ تو ہیں ہی جھوٹے، بالفاظ دیگر یوں کہئے دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش طلبِ ایمان قبول کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف عذاب سے نجات پانے کے لئے جو روزِ قیامت اس پر عیاں ہو جائے گی۔ جس کا وہ خود مشاہدہ کریں گے۔

آیت ٢٩ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ یہ زندگی "برتر زِ اندیشہ سود و زیاں زندگی" کے مصداق زندگی جو کچھ ہے بس یہی کچھ دنیا کی زندگی ہے کھلے الفاظ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار ہے جو ہر کافر کا شیوۂ عمل ہے اس حقیقت سے انکار کرنا ہی اُن کے کفر و عصیاں کا سب سے بڑا موجب ہے ورنہ اگر انسان کے قلب میں صحیح، سمت اور اندازِ عمل میں اس عقیدہ آخرت کی سچائی راسخ ہو تو ظلمتِ کفر و عصیاں کے راستے سے الگ خوف کھا کر راہِ صداقت پر گامزن ہو جائے۔

آیت ٣٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب لوگ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ ﷻ ان سے دریافت کرے گا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اپنی آنکھوں سے معائنہ کرنے کے بعد رجان جانے کے بعد؟ وہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ واقعی آخرت کی زندگی یقینی برحق ہے لیکن اب اس اعترافِ حقیقت کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اب تم اپنے کفر کے سبب عذاب کا مزہ چکھو یہ انجام ان لوگوں کے لئے قطعی مناسب معلوم ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کے جامع تصورِ حیات کے تمام دروازے بند کر لئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر محسوسات کے تنگ دائرے میں بند ہو چکے ہیں جو نیرنگی کائنات سے لطف اندوز ہونے کے بجائے اپنے آپ کو اس عذاب کا مستحق بنا لیا ہے۔ اس سچ کے مطابق تمہارا ٹھکانہ آتش دوزخ ہے اس نے تمہیں بتا دیا تھا جو کیفیت کفر میں ہلاک ہوگا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

Marfat.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنے ربّ سے ملنے کی خبر کو جھوٹ قرار دیا، یہاں تک کہ دفعتاً آموجود ہوگی قیامت کی ساعت / گھڑی اُن پر تو کہہ اُٹھیں گے ہائے افسوس! ہم سے تقصیر ہوئی / کوتاہی ہوئی، اس معاملے میں، اور وہ اٹھائے ہوئے اپنا بوجھ اپنی پشتوں / پیٹھوں پر، ارے کس قدر بُرا بوجھ گناہوں کا لادے ہوئے ہوں گے۔ (۳۱)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور دنیاوی زندگی تو سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ بھی تو نہیں، اور بے شک آخرت کا ٹھکانہ / گھر اُن کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں / آخرت پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے تو کیا اتنی بات بھی تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ (۳۲)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

(اے حبیب ﷺ!) ہم جانتے ہیں آپ ﷺ کو مضمحل / رنجیدہ کرتی ہیں اُن کی لغو باتیں / گفتگو، یہ لوگ صرف آپ کو نہیں جھٹلاتے، یہ ظالم لوگ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے / کرتے ہیں۔ (۳۳)

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور بھلا اس میں کیا شک! آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے / اس سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب ہو چکی ہے سو اُنہوں نے صبر کیا، اس پر کہ انہیں ایذائیں پہنچائیں گئیں یہاں تک کہ اُن کو ہماری مدد آپہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کی کسی میں طاقت / توانائی نہیں! بہت سے رسولوں کے احوال / حالات آپ ﷺ تک پہنچ چکے ہیں۔ (۳۴)

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور ایسا ہے کہ آپ ﷺ پر گراں گذرے اُن کا انکار کرنا دینِ حق سے تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں سُرنگ تلاش کر لیجئے یا آسمان پر کوئی زینہ / سیڑھی لگا کر اُن کے لئے معجزہ لے آئے، تب بھی وہ ایمان قبول کرنے کے نہیں، اگر اللہ چاہتا تو اُن سب کو ہدایت کے لئے اکٹھا کر دیتا / سیدھی راہ پر کر دیتا، سو آپ نادانوں میں سے مت ہو جانا۔ (۳۵)

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

حق بات تو وہی مانیں گے جو سنتے سمجھتے ہیں اور مُردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا پھر اس کی طرف وہ لائے جائیں گے۔ (۳۶)

الفاظ ومعانی آیت ۳۱ تا ۳۶

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ ﴾ بلا شبہ نقصان کیا اُن لوگوں نے۔ ﴿ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ﴾ تکذیب کی دیدار باری تعالیٰ کی، یا

بعد از موت ثواب اور عذاب کا ملنا باور نہ کیا، گویا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے سے انکار کرنے والے، خسارے اور نامرادی سے ہمکنار ہوں گے۔ ﴿قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰی﴾ کہیں گے وائے حسرت! اور پشیمانی ہماری اس بات کی کہ ﴿مَا فَرَّطْنَا﴾ تقصیر رخطا ہوئی ہم سے، ﴿مَا فَرَّطْنَا﴾ تفریط سے فعل مصدر ہے فَرَّطْنَا کا مطلب یہ ہوا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں ہم نے دوسروں کو آگے بڑھنے دیا اور خود پیچھے رہ گئے یہ لفظ تقصیر رخطا، غفلت، اور کوتاہی کے مفہوم میں بھی آتا ہے قواعد کے مطابق فعل ماضی حروف منفی جمع متکلم۔ ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ﴾ اور وہ اٹھائے ہوں گے اپنے اوپر اپنی پشتوں پر اپنے بوجھ۔ روایت حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن صالح لوگوں کے اعمال اُن کی سواری بن جائیں گے اور بدکاروں، گنہگاروں کے، افعالِ بد، بھاری روزنی بوجھ کی صورت میں اُن کے سروں پر لاد دیئے جائیں گے۔ اس بات کو یوں سمجھئے کہ جن سے کوتاہی ہوئی دنیا میں، اُن پر احساسِ ندامت کی کیفیت یہ ہوگی کہ احساسِ گناہ، شرمندگی، تقصیر اُن پر غالب ہوگی اور ایسا محسوس ہوگا کہ کوئی زیادہ وزنی شے ان پر لاد دی گئی ہے اور وہ اس بارِ گراں کے نیچے دبے جارہے ہیں۔

﴿اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ارے کس قدر برا بوجھ وہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ﴿يَزِرُوْنَ﴾ وہ بوجھ اُٹھاتے ہیں وِزْرٌ سے مصدر، قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب، (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ اور نہیں ہے زندگی دنیا کی جن پر انہیں فخر وانبساط ہے۔ ﴿اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ مگر (لڑکوں کا) کھیل اور (دیوانوں کا) شغل۔

﴿وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾ اور البتہ گھر آخرت کا۔ ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اس واسطے کہ آخرت کا گھر باقی ہے اور اس کی لطیف لذتیں خالص ہیں آفتوں کے شائبوں سے اور وہاں کی نعمتوں کا زائل ہونے کا ہرگز خوف نہیں۔

﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کیا تم نہیں سمجھتے ان دونوں گھروں میں یعنی دنیا و آخرت میں سے کون سا بہتر ہے کافر اور مؤمن کی زندگی میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اس بات کو کس قدر بہتر انداز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے واضح کیا ہے۔

"هذا سياة الكافر لانه يزجيها فى غرور باطل فاماحياة المؤمن من فتنطوى على اعمال صالحة فلاتكون لهوا ولعبا"

"لہو ولعب کافر کی زندگی کا نچوڑ ہے اس لئے کہ وہ قیمتی لمحات غرور اور افتخار باطل میں ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن مؤمن کی زندگی اعمالِ صالحہ سے معمور ہوتی ہے اس لئے لہو ولعب نہیں۔"

﴿وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور مگر وہ اصل ظالم ہیں۔ ﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے، عناد اور بغض کے باعث، اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ اللہ کے دین کی دعوتِ عمل و دعوتِ حق دیا کرتے تھے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں نبی ہیں اس لئے ان پر دعوت تبلیغ فرض تھی۔

چنانچہ سورۃ فتح آیت ٢٨ پارہ حٰمٓ (٢٦) میں ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

Marfat.com

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا، ہدایت اور دین حق دے کر، تا کہ اسے ہر دین پر، غالب کر دے۔''

اس آیت کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرنا، آیاتِ ربانی سے انکار ہے اہلِ عرب تو محمد ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے، ابوجہل نے ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ سے برملا کہا ''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے، ہمارے نزدیک آپ صادق ہیں لیکن جو دعوتِ دین آپ لے کر آئے ہیں ہم اسے سچ نہیں مانتے رتسلیم نہیں کرتے۔ (بروایت ترمذی)

﴿ كُذِّبَتْ ﴾ تکذیب مصدر ہے اُس کو جھٹلایا گیا قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ (بحوالہ کشاف)

﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ اور بلاشبہ جھٹلائے گئے ہیں پیغمبر پہلے بھی، آپ سے پیشتر۔ ﴿ فَصَبَرُوْا ﴾ پھر صبر کیا انہوں نے۔ ربّ کا تقاضا تو یہی رہا ہے کہ غم و آلام کے پہاڑ حق کے علمبرداروں پر ٹوٹتے رہیں اور وہ ہمت واستقامت سے وہ اس کو سہتے رہیں اور طوفانِ حوادثات کے باوجود وہ شمعِ توحید کو ہر حال میں مُنوّر و تاباں رکھیں، محمد ﷺ کو کافروں کے کُفر و عناد سے رنج ہوتا تھا۔ باری تعالیٰ بطور تسلی فرما رہا ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء بھیجے گئے کافروں نے ان کو بھی تنگ کیا وہ صبر و تحمل کا دامن تھامے رہے، آپ ﷺ بھی کافروں کی ایذاء رسانی پر صبر کا رویہ اختیار کیجئے۔

﴿ وَاُوْذُوْا ﴾ اور ستائے گئے، ایذاء دیئے گئے۔ ﴿ حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ﴾ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری نُصرت آئی اور ہم نے صبر کرنے والوں سے مدد و نُصرت کا وعدہ کیا ہے اور کافروں پر مؤمنوں کو غالب ہونے کا حکم کر دیا ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ اور صبر کا حق ادا کر دیا اور اہلِ کُفر کا تعصّب اور ایذاء رسانی انتہاء کو پہنچی تو باری تعالیٰ کی تائید اور مدد آئی جس نے باطل کو مٹا دیا اور کُفر کی سحر انگیزی جاتی رہی، اسی طرح سے بتایا جا رہا ہے۔ اے شفیعِ مذنبین ﷺ آپ ﷺ سے ربِّ جلیل نے اسلام کی سربُلندی کا جو وعدہ کیا ہے وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

﴿ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ ﴾ اور اگر ایسا آپ ﷺ کی خاطرِ معصوم پر گراں ہے۔ ﴿ اِعْرَاضُهُمْ ﴾ منہ پھیرنا اُن کا یعنی بالفاظ دیگر انکار کرنا دینِ حق سے ﴿ اِعْرَاضُهُمْ ﴾ رُوگردانی کرنا، قواعد کے مطابق اسم ہے، جمع مذکر غائب کا صیغہ۔

﴿ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ ﴾ تو تم ڈھونڈ لو کوئی سوراخ رُسرنگ زمین۔ ﴿ تَبْتَغِيَ ﴾ تو تلاش کرتا ہے اِبْتِغَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ اور نادانوں جیسا نہ ہو جانا، ان جیسا نہ بن جانا جو حقیقتِ علم کے ادراک سے ناواقف ہیں، کافروں کا تو مطالبہ یہ تھا کہ معجزہ کا اظہار کیا جائے تا کہ ہر کوئی اسے دیکھ لے اور ایمان لانے پر آمادہ ہو جائے اللہ کے قوانین، فطرت و حکمت اور تدبیر کے علاوہ کسی شے کے ظاہر ہونے کی آس رکھنا نادانوں کا کام ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴾ پھر وہ اسی کی طرف پھیر دیئے جائیں گے جزا اور مکافات کے لئے۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۱ تا ۳۶

آیت نمبر ۳۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہی سب سے بڑا نقصان تھا جو ہر فرد و بشر کو سہنا پڑا، جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب قیامت ان پر اچانک آ گئی تو ان کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی، مدعا کی افسوس ہم سے تقصیر سرزد ہو گئی اور ہم اپنی پُشت پر کس قدر بھاری بوجھ لادے ہوئے ہیں، بوجھ سے مفہوم اُن کے گناہ اُن پر لازم ہوں گے اور اُن

Marfat.com

سے جُدا نہ ہوں گے۔ ''معالم'' حدیث میں تحریر ہے کہ ''مؤمن جب قبر سے اُٹھے گا تو ایک نہایت شے لطیف خوشبو اس کا استقبال کرے گی اور کہے گی کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو، مؤمن جواب دے گا نہیں میں تجھے نہیں جانتا، وہ شے کہے گی میں تیرے نیک کام/صالح عمل ہوں آ مجھ پر سوار ہو، کہ میں تجھ پر سوار رہا ہوں:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا

''جس دن ہم پرہیزگار لوگوں کو مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور پیش کریں گے۔'' (سورہ مریم آیت ۸۵ پارہ ۱۶)

حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ ''جب کافر اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے سامنے نہایت گھمبیر اور بھیانک اور بہت بدبُودار شکل نمودار ہوگی وہ کافر سے کہے گی کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں، کافر کہے گا میں تجھے پہچانتا نہیں ہوں تو وہ کافر سے کہے گی کہ میں تمہارا اعملِ بد/خبیث عمل ہوں، دُنیا میں تو مجھ پر سوار تھا آج میں تجھ پر سوار ہوں اور تمام خلق میں تیری رسوائی اور تذلیل کروں گا۔ اور آیتِ مبارکہ: ﴿ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ ﴾ ''اور وہ اپنے بوجھ اُٹھائے ہوں گے۔'' اسی سے عبارت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل، از مولوی فخر الدینؒ)

آیت نمبر ۳۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ دُنیا کی نیرنگی حیات، بالفاظ دیگر دُنیا کی زندگی سوائے کھیل، تماشے کے کچھ اور نہیں، جو لوگ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کو اپنا ''مقصدِ حیات'' بنا لیتے ہیں اُن کے لئے اُخروی زندگی ہی بہترین متاعِ حیات ہے۔ کائناتِ رنگ وبُو کی زندگی کا وہ طرزِ اسلوب جو یادِ الٰہی سے غافل کردے وہ زندگی دراصل لہولعب کی زندگی ہے۔ ذرا یہ بھی یاد رکھئے کہ آخرت کی اعلیٰ ترین زندگی کے حصول کا موقع بھی دنیا ہی میں مُضمر ہے اگر زندگی کے لمحات میں یادِ الٰہی موجزن ہوجائے اور اس کو گذارنے کے لئے وہ انداز اپنا لیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت، سُنت اور اطاعت میں پوشیدہ ہے تو بشر دُنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کو مدِ نظر رکھ کر عمل صالح انجام دیتا ہے تو زندگی تزکیہ نفس سے پاک ہوکر لہو ولعب سے دور سے دور تر ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ عمل اس قدر آسان بھی نہیں، جب تک کہ دِل حزیں اس کو تسلیم نہ کرے، اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات، کتاب وحکمت سے تربیّتِ قلبی اور رُوحانی کیفیّات ایسی سمو جاتی ہیں کہ دنیا کی کیفیّتِ لذّت پر آخرت کا لگاؤ یا دنیا کی لطیف لذّتِ عمل پر اللہ تعالیٰ کی اُلفت غالب آجاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا شعور بیدار ہوجائے تو یقین جانیے یہ ایک نعمت ہے اور اس نعمت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ (۳۰) میں ارشادِ ربّانی ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

''پھر بلاشبہ اُس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پُرسش ہوگی''۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عنایت کی ہیں صحت، فروغ، امن، عیش وراحت، مال ومتاع جس سے دنیا والے لذّتیں رُسر ور اُٹھاتے ہیں اُن کی بابت پوچھا جائے گا، یہ چیزیں تم نے کس کام میں صرف کیں، کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں!

آیت نمبر ۳۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ پر قرآن کی دعوتِ حق اور جزا اور سزا سے انکار کرنے

والوں کے لئے آیاتِ رَبّانی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر ان کی رسوائی پر احساسِ رنج ہوا، آپ خاصے فکر مند ہو گئے کہ تمام کائنات کے لوگ کس طرح شرفِ ایمان کی سعادت حاصل کریں اور اس روح فرسا عذاب سے کس طرح نجات پائیں؟ آپ ﷺ کے اطمینانِ قلب کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ کافروں کی طرف سے اپنی تکذیب پر آپ جو حُزن وملال کی کیفیت دوچار ہیں اور اُن کی باتیں آپ ﷺ پر گراں گذرتی ہیں وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ یہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں ان کی یہ ایذا رسانی اے حبیب (ﷺ)! صرف آپ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے ہم آگاہ رہے ہیں جو کچھ یہ کہتے ہیں اس لئے آپ ﷺ کو ملال ہوتا ہے تو صبر کیجئے۔

آیت نمبر ۳۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ بہت سے انبیاء جو آپ ﷺ سے پہلے تشریف لا چکے ہیں جن کے کچھ واقعات آپ ﷺ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوم کے لوگوں نے بھی تکذیب اور ایذا رسانی کا سلوک برقرار رکھا، جن پر اللہ تعالیٰ کے یہ اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسبِ وعدہ اللہ تعالیٰ کی نُصرت اُن تک پہنچی اللہ تعالیٰ کی مدد و نُصرت کا یہ وعدہ اٹل ہے نبی اکرم ﷺ کو اس نوید بشارت سے یکسوئی ملی، پھر مکّی دور کے بعد مدنی دور میں نُصرت و کامیابی کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ پہلے بھی مدد کی۔ چنانچہ آیت ۵۱ سورۃ المُؤْمِنْ پارہ (۲۴) فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ رَبّانی ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ

"دنیا کی زندگی میں ہم نے رسولوں کی اور اہلِ ایمان کی مدد کی، اور آخرت میں جب گواہی کے لئے کھڑا کیا جائے گا تو اُس دن میں ہم ان کی نُصرت / مدد اور حمایت کریں گے۔"

آیت نمبر ۳۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اہلِ کُفر معجزات اور نشانیاں / دیکھ کر بھی تکذیب سے باز نہیں آتے اور ان کا اعراض آپ پر گراں گذرتا ہے یہ تو مشیتِ ایزدی اور تقدیرِ عمل سے ہونا ہی تھا، اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر آپ ﷺ اُن کو دعوتِ دین، دعوتِ ایمان، دعوتِ اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے، اگر آپ اُن کی ہدایت کے لئے زمین کے اندر سے کوئی سُرنگ کھود کر یا آسمان پر زینہ لگا کر کوئی بھی نشانی لا کر دکھائیں گو کہ ایسا کرنا محال ہے، اگر ایسا کیا بھی جائے تو تب بھی یہ ایمان لانے کے نہیں! آپ کے ذمّے صاف صاف سمجھا دینا، بتا دینا ہے ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کون عقل وآگہی سے کام لے کر شعوری صلاحیت کو بروئے کار لا کر راہِ مستقیم اختیار کرتا ہے بھلا راہِ ہدایت وہ کس طرح پا سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان کافروں کی کیفیّت کا تو عالم یہ ہے کہ جیسے مُردہ لوگوں کا ہوتا ہے ان سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ راہِ ہدایت کو مان لیں گے، بھلا جن کے دل پر ظلمت کی تاریکی چھا جائے، جن کے کان قوت سماعت سے محروم ہو جائیں وہ بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں ان کافروں کی حیثیت تو ایسی ہے جیسے مُردوں کی ہوتی ہے۔ روزِ قیامت سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کو مانیں گے جن کا وہ انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٧﴾

اور وہ بولے، کیوں نہ اُتری اُن پر نشانی اُن کے اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کہہ دیجئے! نشانی کے نزول کی اللہ تعالیٰ پوری طاقت رکھتا ہے لیکن ان میں سے اکثر بے خبر رناداں ہیں راُن میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔ (٣٧)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٨﴾

اور نہیں ہے کوئی جانور زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ، جو پرواز کرتا ہے اپنے دو پروں پر، مگر یہ تمہاری ہی طرح کی انوع ہیں روہ اُمتیں تمہاری جیسی، ہم نے اپنی کتاب ردفتر میں درج کرنے میں کسی چیز کو نظرانداز نہیں کیا، پھر سب اپنے رَبّ کی طرف اُٹھائے جائیں گے۔ (٣٨)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾

اور جنہوں نے ہماری آیات جُھٹلائیں، وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اور تاریکی راندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کردے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر۔ (٣٩)

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! بھلا بتاؤ تو سہی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آجائے یا قیامت کی ساعت رگھڑی آپہنچے تو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکاروگے! بتاؤ تو سہی! اگر تم سچے ہو۔ (٤٠)

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾

بلکہ تم اُس وقت صرف اللہ کو ہی پکاروگے، وہ چاہتا ہے تو دور کردیتا ہے اور دفع کردیتا ہے تم پر سے دنیا میں وہ چیز جسے دور کرنے کے لئے تم اُسے پکارتے ہو اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک ٹھہراتے ہو۔ (٤١)

الفاظ ومعانی آیت ٣٧ تا ٤١

﴿ وَقَالُوْا ﴾ اور بولے روسائے قریش۔ ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ اور کیوں نہیں اتاری گئی محمدؐ پر نشانی اُس کے رَبّ کی طرف سے، یعنی معجزہ جو ہم اُس سے طلب کرتے ہیں۔ ﴿ نُزِّلَ ﴾ تَنْزِيْلٌ مصدر ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

کافروں کا بھی عجیب حال تھا، طرح طرح کی فرمائش کا اظہار کرتے اس طرح کا خیال کہ اِس ریگ زار میں دریا رواں دواں ہو جائیں پَل بھر کی ساعت میں ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگیں ایسے مُعجزہ کا مطالبہ کردیا جو اُن کو ایمان لانے پر مجبور کردے ان کی نگاہوں کے سامنے فرشتے کا نزول ہو یا پہاڑ اٹھا کر ان پر بلند کردیا جائے، جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ کیا گیا، یہ مطالبے قبولِ حق کے لئے تو نہ تھے، اہلِ کُفر کی گمراہی اور سرکشی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ کثیر آیات اور معجزات، جو انہوں نے سرورِ کائنات سے مشاہدہ کئے تھے اُن پر اکتفا نہ کیا اور سب سے انکار کردیا اور ایسی آیت کے نزول کا مطالبہ کردیا جس کے ساتھ عذاب باری تعالیٰ ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا:

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ

ترجمہ ''اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیرے پاس تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔'' (تفسیر ابوالسعود، ماخوذ کنز الایمان احمد رضا خانؒ)

﴿ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ اور اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ اس کا نزول، بلا آنے کا سبب ہے اس لئے کہ حکم الٰہی اس طرح نافذ ہے کہ جب لوگ کوئی معجزہ طلب کریں اور باری تعالیٰ وہ معجزہ ظاہر کردے اور مانگنے والے ایمان قبول نہ کریں تو ہلاک کرنے کا عذاب اُن پر نازل ہو جیسے قوم ثمود۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول)

﴿ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ﴾ مگر وہ اُمّتیں ہیں تمہاری مانند مثل، تمہارے پیدا ہونے میں اور مرنے جینے میں یا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ثناء بیان کرنے میں، کوئی بھی شے حمدِ باری تعالیٰ کی تسبیح سے غافل نہیں، بھلا منکرینِ حق! کی کیا ہمّت کہ وہ حق تعالیٰ کی قدرت اور وسیع عمل کا اندازہ کرسکیں، ربِّ جلیل نے ہر ایک کے فرائض کے مطابق سے شعور وآگہی کی سمجھ دی ہے۔

﴿ مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ ﴾ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ ﴿ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے سیدھے راستے پر۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے چونکہ حق بات سُننے اور حق بات کہنے سے قاصر ہیں یہ کُفر وتاریکی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

اللہ کا گُمراہی کی طرف لے جانا یوں ہے کہ اہلِ جہالت کو آیاتِ ربانی کے مطالعہ کرنے کی سعادت ہی نہیں ملتی، ان حقائق سے آشنا ہونے کے لئے ان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مشاہدہ کرنے کوشش کرتے ہیں تو حقیقت رسی کے نشانات ان کی ہی نظروں سے دور ہوجاتے ہیں غلط فہمیوں میں مُبتلا کرنے والی باتیں وہ حق سے دُور تر کردیتی ہیں اور انہیں علم سے فائدہ پانے کو کوئی صورت نظر نہیں آتی ان حقائق کو حق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ان میں صلاحیّت نہیں ہوتی بے شمار لوگ ایسے ہیں جن کے گردونواح میں آفاق اور انفس میں حق ﷻ کی نشانیاں ان کی نظر کے سامنے ہوتی ہیں مگر وہ جانوروں کی طرح انہیں دیکھنے میں تو مصروف ہوتے ہیں لیکن ان سے سبق سیکھنا اُن کے بس کی بات نہیں، دورِ جدید میں چاند پر کمند ڈالنے والے، سائنسی علوم پر دسترس رکھنے والے، فلکیات Astronomy، ماہر علم الابدان/علم الاعضاء Amatomy اور ماہر معاشرتی علوم Social science تحقیق علوم میں تو مصروفِ کار ہیں اُن کے دائرہ علوم کے مشاہدے میں ایسی کوئی احساسِ کیفیّت نہیں جو قلب کو ایمان سے گرمادے، جو روح کو تڑپادے'' ان کی مادہ پرستی اور قوتِ الحاد انہیں گُمراہی کی سمت لے جاتی ہے اُن کے مقابلے میں ایسے انسان بھی موجود ہیں جو آنکھیں کھول کر کارگاہِ عالم کو دیکھنے کی توانائی رکھتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

ع	کُھول آنکھ زمین دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق کے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ	اقبالؒ

﴿ قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ ﴾ اے حبیب! بھلا بتلایئے تو سہی انہیں! اگر آئے تمہارے پاس عذاب باری تعالیٰ جیسا کہ اگلے کافروں پر دنیا میں آیا۔ اَرَءَ تو دیکھا، اِرَءَ ۃَ سے امر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿ اَتٰکُمْ ﴾ وہ تمہارے پاس آیا۔

Marfat.com

﴿ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ ﴾ بلکہ تم اسی کو پکارو گے اور اس کے سوا کہیں اور فریاد نہ کرو گے۔ ﴿ تَدْعُوْنَ ﴾ تم پکارتے ہو، دُعَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَيَكْشِفُ ﴾ پھر دُور کر دیتا ہے وضع کر دیتا ہے تم پر سے دنیا میں۔

﴿ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾ وہ شئے جس کی دوری کے لئے تم اسے پکارتے ہو۔ ﴿ وَتَنْسَوْنَ ﴾ اور تم بھول جاتے ہو، یعنی اعراض کرتے ہو، نِسیانٌ سے فعل مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾ جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

فطرتِ انسانی تو اس بات کی متقاضی ہے کہ جب انسان ماحول کی اندھی روش اختیار کر کے باطل عقائد مُشرکانہ عقائد اور اعمال اپنالیتا ہے تو غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جاننے لگتا ہے مگر جب اِبتلائے بلا میں گھر جاتا ہے تو پھر یہ سب بُھول جاتا ہے پھر بے بس انسان ذات باری تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اِسی ذات واحد کو پکارتا ہے حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ ﷻ کو پکارنا چاہیئے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۷ تا ۴۱

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اب لوگوں کو یہ کہنا کہ جن مُعجزات کو دیکھنے کا ہم نے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں نہیں نازل ہوئے، ان کے اس جواب میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو قادر ہے جب چاہے جیسا چاہے کر سکتا ہے تمہاری خواہش کے مطابق، نشانیاں ظاہر نہ کر کے تم پر مہربانی کر رہا ہے تم کو ان باتوں کی، سمجھ کا، سلیقہ اور قرینہ نہیں ہے تم ان تمام اُمور سے بے خبر ہو یوں تو آپ پر بے شمار علمی اور عملی مُعجزات اور نشانیاں اترتی رہتی تھی چنانچہ اس کا بیان رکوع ۱۰ سورۂ بنی اسرائیل پارہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ (۱۵) میں آیا ہے آیت ۹۰ میں ارشادِ ربی ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا

”اور انہوں نے جواباً کہا کہ ہم آپ پر ایمان ہرگز نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمیں زمین سے پانی کا جھرنا چشمہ آب جاری نہ کر دیں“۔

اسی طرح آیت ۹۳ بنی اسرائیل میں بیان ہوتا ہے: وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ

”تب بھی ہم یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے ایسی کتاب نہ اتار لاؤ جسے ہم خود ہی پڑھ لیں۔“

ہر آدمی اپنی مرضی کے مطابق نئی نشانیاں دیکھنے کا آرزومند ہوتا ہے اِن مُعجزات نشانیوں کا اترنا اختیار باری تعالیٰ ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی، حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتا ہے بشر اور رسول ربّ کی مشیت میں دخل اندازی کا مجاز نہیں۔

آیت ۳۸ میں بتایا جارہا ہے کہ نشانی طلب کرنے والوں کے لئے کیا زمین میں چلنے، پھرنے والا ہر جاندار اور فضائے بسیط میں پرواز کرنے والا ہر پرندہ ایک نشانی نہیں ہے؟ ان میں شعورِ ہستی کا اجتماعی عمل، اور محکم ومربوط نظامِ امر واطاعت کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کے پیچھے کوئی خالق اور مالک ہے یہ سب تمہاری ہی طرح گروہ ہیں اور سب کو اللہ کے حضور اکٹھا ہونا ہے علماء کرام اور مُفسرین نے اس سے یہ استدلال کا عندیہ دیا ہے کہ جس طرح تمام بنی نوع انسان کو زندہ کر کے ان کا حساب وکتاب کا مواخذہ ہوگا، جانوروں اور دیگر مخلوقاتِ عالم کو بھی، زندگی بخشی جائے گی اور ان کا بھی حساب عمل ہوگا

Marfat.com

حدیث مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "کسی سینگ والی بکری نے اگر بلا سینگ والی بکری کے ساتھ زیادتی رظلم کی ہوگی تو روزِ قیامت سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔" (بحوالہ مسلم شریف) یہ کہ حیوانات میں سے صرف زیادتی کرنے والے اور جس پر زیادتی کی گئی ہے ان کو زندہ کر کے ظالم سے مظلوم کو بدلہ دلایا جائے گا پھر دونوں معدوم کر دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

اس بات کو یوں سمجھئے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک حق تعالیٰ کے علمِ قدیم اور لوحِ محفوظ میں تمام انواع واقسام اور اجناس کی تربیت اور تدبیر کے اصول وضع کر دیئے گئے ہیں کوئی شے اس کارگہ حیات میں نہ مرنے کے بعد اس دائرہ عمل اور مضبطہ سے باہر جا سکتی ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہار بیان ہے کہ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جُھٹلاتے ہیں یا جب لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم وفراست، بصیرت اور بصارت سے بے نیاز ہو کر گویا بہرے، گونگے، ہو چکے ہیں اور تاریکیوں اور اندھیروں میں رہنا اپنا شیوہ بنالیا ہے اُن کے لئے کوئی بھی نشانی رمُعجزہ سودمند نہیں ہو سکتا، اور بھلا انہیں کیونکر حق شناسی کا شعور اور ادراک ہو سکتا ہے اگر انہیں راہِ ہدایت کی طرف مائل کیا جائے تو وہ سننے سے قاصر ہیں اور خود حق بات بولنے اور کہنے کی ان کی توانائی اور آگہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے راہ کر دے اور جس کو چاہے راہِ ہدایت عطا کر دے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی کی طرف اس کو مائل کرتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے پتھر کے صَنم تراشتے ہیں اور ذرائع ہدایت اُن کے لئے مسدود کر لیتے ہیں چنانچہ آیت ۱۷۶ سورۂ اعراف پارہ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربی ہے:

وَلَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

اگر ہم چاہتے تو اسے ان کی آیات کے ذریعہ بلند مرتبہ عطا کرتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کی۔

آیت نمبر ۴۰ میں اظہار بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے بتاؤ تو سہی اگر تم پر عذاب باری تعالیٰ آجائے اور قیامت وقوع پذیر ہو جائے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پُکارو گے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو، یہ تو انسانی زندگی کا شعار رہا ہے کہ جب بھی انسان پر مصیبت ٹوٹتی ہے اور سخت مایوسی کے عالم میں گھر جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پُکارتا ہے۔

آیت ۴۱ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مُصیبت اور پریشانی کو دور کرتا ہے کسی اور کے بس میں یہ بات نہیں کہ عذاب الٰہی کو ٹال دے، جب ان پر قیامت برپا ہوئی تو اس کی ہولنا کی دیکھ کر یہ اپنے اللہ کو پُکاریں گے اس وقت باطل معبود کا سہارا کچھ کام آنے کا نہیں، اگر کوئی آفت ناگہانی آجائے تو مُشرک بھی اپنے باطل ناخداؤں کو فراموش کر دیتا ہے اور بے چارگی اور بے اختیاری کے عالم میں رَبّ جَلیل کو ہی پُکارتا ہے۔ یہ توحید کی ایسی دلیل ہے کہ فطرتِ انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ ایک ہی اللہ تعالیٰ کی شہادت موجود ہے دوسرے اصنام جن کو انسان مانتا ہے اُن کی کوئی گواہی اس فطرت کے باطن میں مضمر نہیں ہوتی! یہی وجہ ہے کہ جب کارزارِ ہستی میں کوئی آزمائش کی گھڑی وارد ہوتی ہے تو انسان فرضی سہاروں کو چھوڑ کر صرف واحدۂ لاشریک کو پُکارتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے اور اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، (جب اُنہوں نے سرکشی اختیار کی) پھر اُمتوں کو سختیوں اور تکلیف میں پکڑا رمُبتلا کیا تا کہ وہ عجز وانکساری کا اظہار کرسکیں۔ (۴۲)

فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

پھر کیوں نہ ہوا جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو اُنہوں نے کیوں راہِ عجز روانکساری نہ اختیار کی، مگر اُن کے دل تو اور سخت ہوگئے اور شیطان نے اُنہیں تسلی دی، اُن کے کام ان کی نظر میں بھلے راچھے کر دکھائے۔ (۴۳)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس جب اُنہوں نے فراموش کردیا وہ نصیحتیں جو اُنہیں یاد دلائی تھیں، پھر ہم نے اُن پر خوش حالی کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو کچھ عطا کیا گیا اس پر وہ اترانے لگے تو اچانک ہم نے اُنہیں پکڑ لیا، پھر ہر طرف سے وہ نا اُمید رمایوس ہوکر رہ گئے۔ (۴۴)

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

پھر ظالم قوم کی جڑ کو کاٹ دیا گیا اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (۴۵)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

اے حبیب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے! بھلا بتاؤ تو سہی اللہ تمہارے کان قوتِ سماعت رقوتِ بینائی اور آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر ثبت کردے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود رغیر اللہ ہے جو تمہیں یہ چیزیں لادے دیکھو کیسی صاف نشانیاں ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔ (۴۶)

الفاظ ومعانی آیت ۴۲ تا ۴۶

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ اور ہم نے بھیجا رسولوں کو اُن کی اُمت کی طرف، آپ ﷺ سے قبل، تو وہ اُمتیں کافر ہوگئیں اور اپنے رسولوں کو جھٹلانے لگیں۔ ﴿ فَاَخَذْنٰهُمْ ﴾ پھر پکڑا ہم نے اُنہیں، اُن کی گرفت ہوئی۔

﴿ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾ سختی اور تنگی کے ساتھ بیماری اور مُصیبت میں مُبتلا کرکے تا کہ دیکھا جائے کہ رنج وتکلیف میں گھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوئے یا نہیں اور شرک سے باز آکر توبہ واستغفار کرتے ہیں یا نہیں۔ ﴿ تَضَرَّعُوْا ﴾ وہ نالہ زاری کرتے، وہ گڑگڑاتے، تَضَرُّع سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾ [1] عاجزی کرتے تَضَرُّع مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ﴾ پھر جس وقت اُن پر عذاب آیا ہمارا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتے اور گریہ زاری رنالہ وفریاد کرتے تو بلا دفع

[1] ......ہم نے جو اُفتاد اور محنت دنیا میں ڈالی اس کا اصل منشاء عذاب پہنچانا نہ تھا، حقیقت تو یہ ہے مصیبت میں مشکل گھڑی میں ہر فرد اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، محنت رمشقت میں ڈال کر اپنی طرف مائل کرنے کی غایت ہی تھی کہ جو اُفتاد بطور عذاب آتی ہے اس میں رحمتِ باری تعالیٰ کارفرما ہوتی ہے۔

Marfat.com

ہوجاتی۔﴿ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ اور سخت ہو گئے دل اُن کے اچھی طرح سمجھ لیجئے توبہ نہ کرنا، گریہ زاری نہ کرنا علامت ہے سخت دل ہونے کی۔﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ اور آراستہ کر دیا رخوش نما بنادیا شیطان نے وہ کام جو اُنہوں نے کیا۔﴿ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ کھول دیئے ہم نے اُن کے اوپر دروازے سب چیزوں کے سب راحتوں اور نعمتوں کے جب اُفتاد بھلا اور محنت ومشقت کے سبب اُنہوں نے نصیحت نہ مانی تو وسعت معیشت، آسان کر کے ہم نے اُن کا امتحان لیا، گویا جب اُن کی نافرمانی حد سے بڑھی تو اب ایک کٹھن آزمائش میں اُن کو ڈال دیا، اُن پر کائناتِ رنگ و بو کی نعمتوں، راحتوں اور کامرانی کے دروازے کھول دیئے اب یہ انسان کا کام ہے کہ ثروت و دولت کی فروانی دیکھ کر عشرت وطرب میں فریب نہ کھائے کہ یہی لوگ سیدھی راہ رسمت پر گامزن ہیں اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم دیکھو کہ باری تعالیٰ سرکشی رنافرمانیوں کے باوجود کسی کو اس کی مرضی رخواہش کے مطابق دنیا دے رہا ہے تو یہ ''استدراج'' ڈھیل دینا ہے آپ ﷺ نے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔(بحوالہ مسند احمد جلد چہارم)

اس حدیثِ مُبارکہ سے اس بات کا علم ہوا کہ دنیاوی ترقی عروج اور خوش حالی اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ وہ باری تعالیٰ کی محبوب ہے نافرمانیوں کی عیش نشاط سے پُر زندگی اُن کو سخت عذاب میں گرفتار کرنے کی ایک علامت ہے۔(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

﴿ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ سو وہ عذاب دیکھنے کے پشیمان اور نا اُمید تھے۔﴿ مُبْلِسُوْنَ ﴾ مُبْلِس اس کا واحد، مایوس ر نا اُمید اسم فاعل ہے قواعد کے مطابق۔﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ﴾ دیکھ اور نگاہ کر، کیونکہ ہم آیات بیان کرتے ہیں ایک اُسلوب سے دوسرے اُسلوب کی طرف گویا کبھی تو میں ترغیب کی بات ہوتی ہے اور کبھی تنبیہ کی۔﴿ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴾ یہ اعراض کرتے ہیں پھر یہ کافر باز رہتے ہیں اُس سے اور حق کی بات نہیں کرتے۔﴿ يَصْدِفُوْنَ ﴾ صَدَفَ مصدر رُوگردانی کرتے ہیں فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۲ تا ۴۶

آیت نمبر ۴۲ میں اظہار بیان ہے کہ پہلی اُمتوں کے حالات شاہد ہیں کہ ہر زمانے میں نبی اور رسول آئے اور جب لوگوں نے اُن کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب میں مُبتلا ہوئے اور سزا پائی۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل بھی ہدایت کی راہ بتانے کے لئے رسولوں کو دنیا میں بھیجا گیا اُن کی تکذیب کرنے پر لوگ مختلف مصائب وآلام کے شکار رہے کبھی بیماری میں مُبتلا رہے، کبھی فقر وفاقہ اور افلاس میں گھرے رہے یہ بھی اُن کے لئے رحمت کا موجب تھا کہ اس سے اُن کے اندر صلاحیت اُبھرے اور رجحان طبع بیدار ہوتا کہ حق تعالیٰ کے حضور عجز وانکساری کے ساتھ گڑگڑائیں لیکن وہ اِس حصول مقصد میں ناکام رہے اس لئے درِ توبہ کُھلا تھا اور اُنہوں نے توبہ استغفار نہیں کی اور سرکشی کی، ان کو مالی اور جسمانی اذیّت میں مُبتلا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں۔

آیت نمبر ۴۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جب کسی گروہ میں بداعمالیاں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جاتی ہیں تو اخلاق وکردار کی پستی کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت حال میں عذابِ الٰہی بھی خوب

غفلت میں مُبتلا کر دیتا ہے اور کوئی بھی اچھی نصیحت و پند اُن کو توبہ و اصلاح کی طرف مائل کرنے سے قاصر رہتی ہے اور شیطان نظر دل فریب کو برائیوں میں اس طرح ملوث کرتا ہے کہ انسان اپنے ظالمانہ رویہ پر نادم ہونے کے بجائے ان پر فخر وانبساط کرنے لگتا ہے اس آیتِ مبارکہ میں ایسی ہی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے، جو اصلاح کی طرف رُخ نہیں کرتے اور مغفرت طلب کے لئے اُن کے ہاتھ نہیں اُٹھتے، اور شیطان اُن پر مسلّط ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اعمال کو خوش کُن سمجھنے لگتے ہیں اور وہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے سے قاصر رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۴۴ میں بتایا جارہا ہے کہ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کو فراموش کر دیتے ہیں اور اُن کے نفس اور دل عاجزی کے بجائے کُفر وتکذیب پر مصر رہتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دوسری طرح سے اُنہیں سزا رعذاب پہنچاتا ہے کہ وہ ہر شے کے دروازے کھول کر مال وثروت کی فراوانی کر دیتا ہے لیکن اس مال میں برکت نہیں ہوتی، عذاب کا انداز پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ مسرور ہوئے ان چیزوں پر جو اُنہیں عطا کی گئی ہیں اور جب نعمتوں کا شکرادا کرنے کے بجائے انعام پانے کے بعد غفلت کی خوب مُصیبت میں مُبتلا رہا تو اچانک بے خبر پکڑا گیا، اب نجات پانے سے مایوس ہوا، یہ آزمائش کی گھڑی بھی بڑی کٹھن ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نجات سے بچائے وہی نجات پاسکتا ہے۔

آیت نمبر ۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس طرح ان لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جو ظلم کرنے کے مُرتکب ہوئے، جب اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آیا تو زیادتی رظلم کرنے والوں کی نسل تک کو قطع کر دیا گیا، اس میں یہ لطیف ارشاد بھی بتایا گیا ہے کہ جب مُجرم اور ظالموں پر کوئی عذاب نازل ہوا اور اُفتاد اور مُصیبت آپڑے تو تمام دنیا والوں کے لئے یہ ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کا کام یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا شکرادا کریں۔

آیت نمبر ۴۶ میں خطاب حضرت محمد ﷺ سے ہے! اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی کی قوت سماعت چھین لے اور قوت بینائی سے کسی کو محروم کر دے اور دل پر مُہر ثبت کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر اللہ کو یہ قوت اور توانائی نہیں کہ کسی کو قوت گویائی عطا کر دے اور کسی کو دیکھنے کی صلاحیت دے دے، قابل غور بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کا اظہار دلائل کے ساتھ اپنی آیات میں کر رہا ہے پھر بھی یہ لوگ اعراض کر رہے ہیں حالانکہ توحید قوی دلیل پر قیام پذیر ہو گئی ہے۔ یہ ایک ایسے منظر کی طرف نشاندہی ہے جس میں لوگ، خود اپنے عقائد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی راہِ سبیل اختیار نہیں کرتے یہ بات تو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا، غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ کس طرح یکے بعد دیگرے اپنی نشانیوں کا اظہار کر رہا ہے اور پھر بھی تم پس وپیش کر رہے ہو اگر اللہ ﷻ تمہیں کسی عقلی، باطنی، اور روحانی پریشانی سے دوچار کر دے تو تمہیں کوئی بچانے والا نہیں۔

Marfat.com

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے! کیا دیکھا نہیں تم نے اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے یا کُھلا، تو ظالم قوم کے ماسوا اور کون ہلاک کیا جائے گا۔(۴۷)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور رسولوں کو ہم اس واسطے بھیجتے ہیں وہ خوش خبری/نوید مسرت سنائیں اور عذابِ جہنّم سے ڈرائیں، پس جو ایمان لائے اور اپنی اصلاح کر لی تو اُنہیں کوئی خوف/حزن غدل نہیں ہوگا اور اُنہیں کوئی اندیشہ غم نہیں!۔(۴۸)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اُن کو عذاب دیا جائے گا (گھیر لے گا) کیونکہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔(۴۹)

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اے محبوب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر اُتاری جاتی ہے پھر آپ ﷺ اُن سے دریافت کیجئے کیا اندھا اور آنکھیں/بینائی رکھنے والا باہم مساوی/برابر ہوسکتے ہیں کیا تم غور وفکر نہیں کرتے!۔(۵۰)

الفاظ ومعانی آیت ۴۷ تا ۵۰

﴿ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً ﴾ اگر آجائے تم پر عذاب، ناگہاں بے آثار پیدا ہوجائے یا آشکار ہو، ﴿ بَغْتَةً ﴾ سے مُرادشب اور ﴿ جَهْرَةً ﴾ خبرداری سے مرادون ہے۔ بَغْتَةً عذاب کی وہ نوعیت ہے جو اچانک بلاتمہید آجائے جَهْرَةً وہ عذاب ہے جو تمہید کے بعد، بہر تقدیر آجائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری مولانا فخر الدینؒ) یہ عذاب قوموں کی ہلاکت کے لئے آتا ہے۔ اور ان پر جو ظلم کے سبب کُفر، اور مَعصیت میں حد سے زیادہ مُبتلا ہوتے ہیں۔ اس نوعیت کا بیان آیت ۵۰ سورۃ یونس پارہ یَعْتَذِرُوْنَ (۱۱) میں آیا ہے ارشادِ ربی ہے: (قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا) ''آپؐ کہہ دیجئے! یہ تو ذرا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو آجائے یا دن میں آجائے''۔

﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے رسولوں کو مگر خوش خبری دینے والے مسلمانوں کو بہشت کی اور ڈرانے والے کافروں کو دوزخ سے، انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد صرف یہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ نت نئے عجائبات کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری)

﴿ نُرْسِلُ ﴾ اِرْسَال مصدر، ہم بھیجتے ہیں۔ ﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ ﴾ کہہ دیجئے نہیں کہتا ہوں میں تمہیں۔

﴿ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ﴾ کہ میرے پاس خزینے/خزانے ہیں، روزی کے، جو کچھ تم طلب کرتے ہو وہ میں لے آؤں۔

Marfat.com

﴿ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ اور میں نہیں جانتا غیب کی بات، جب مجھ پر وحی کا نزول نہ ہو جو کچھ تم پوچھتے ہو اُس کا جواب دوں۔
﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ﴾ اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں جو کچھ میں قوتِ ملکی سے کرلوں، بلکہ میں بھی تو تمہاری ہی طرح بشر ہوں، چنانچہ آیت ١١٠ سورۃ الکہف پارہ قَالَ اَلَمْ (١٦) میں ارشادِ ربی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں البتہ میری جانب وحی آتی ہے۔''
میں تو صرف اسی وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر اترتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ'' ''مجھے قرآن کے ساتھ ساتھ اس کی مثل بھی دیا گیا ہے یہ مثل حدیث رسول ﷺ ہی ہے۔''
﴿ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ مگر ان چیزوں کی جو وحی اترتی ہے میری جانب، نہیں متابعت کرتا ہوں میں۔
﴿ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴾ کیا یکساں ہوتا ہے اندھا اور آنکھوں والا یعنی برابر نہیں ہوتا گمراہ اور وہ شخص جو راہ پائے ہوئے ہو، عالم اور جاہل۔

تشریح وتوضیحات آیت ٤٧ تا ٥٠

آیت ٤٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! ذرا اُن سے دریافت تو کیجئے اگر عذاب باری تعالیٰ ان پر عالم بے خبری میں دفعتاً آجائے تو ظالموں کے علاوہ اور کون ہلاک کیا جائے گا حقیقت تو آشکار ہے جو اُمتیں، انبیاء کی تکذیب کی مُرتکب ہوتی ہیں ان پر اتمامِ حجت کے بعد عذاب آتا ہے اس میں ہوتا یہ ہے کہ نبی کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت ہوتی ہے اور اہلِ ایمان بچائے جاتے ہیں چنانچہ آیت ٢٥ سورۃ نوح پارہ ٢٩ میں ارشادِ ربی ہے۔
﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ اور یہ لوگ سب اپنے گناہوں کے پانی میں ڈبو کر ہلاک کئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے۔

آیت ٤٨ میں بیان کیا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں صرف اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ لوگوں کی فرمائش کی تکمیل کریں بلکہ اُن کی بعثت کا مقصد درمقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیامِ حق اور دعوتِ دین لوگوں تک پہنچائیں اور اہلِ ایمان کو نوید بشارت دیں اور اللہ کے پیامِ حق کے منکرین کو عذاب میں ڈرایا جائے ہر آدمی اپنے عمل کا خود ذمّے دار ہے ایمان کا تعلق ربطِ قلب سے ہوتا ہے اور اصلاحِ نفس کا تعلق ربطِ اعمال کی اساس پر موقوف ہے جن کا عقیدہ راسخ، محکم اور درست ہوتا ہے اور ان کے اعمال بھی اچھے ہوتے ہیں ان کو اندیشہ سود وزیاں کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا گذرے ہوئے لحات اُن کے باعث حزن وملال نہیں ہوتے اور نہ آئندہ رونما ہونے والے واقعات سے انہیں کوئی تشویش دامن گیر ہوتی ہے انہیں اپنے مستقبل کے انجام کا کوئی خوف وخطر نہیں ہوتا۔

آیت ٤٩ میں اظہارِ بیان ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کی، ایسے لوگوں کے نصیب میں عذاب کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ وہ عذابِ الٰہی کے مستحق اس لئے قرار پاتے ہیں کہ انہوں نے تکفیر اور جھوٹ کی روش اختیار کی اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نافرمانی کی اور اس کے اوامر کی قطعی پروانہیں کی، نافرمانی کی پاداش میں، وہ عذاب میں گھرے جائیں گے۔

آیت ۵۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اس میں منصبِ رسالت کی حقیقت کا اظہار ہے مانا کہ نبی بشر سے جُدا دوسری نوع نہیں لیکن نبی اور باقی ماندہ انسان کے مابیّن زمین وآسمان کا تفاوت ہے، انسانی قوّت کی صلاحیّت دو اُمور علمی اور عملی، پر مشتمل ہے قوّتِ علم کے لحاظ سے نبی اور غیر نبی کا فرق جیسے نابینا اور بینائی کی صلاحیّت رکھنے والا، نبی کی آنکھیں تجلّی باری تعالیٰ دیکھنے اور مَرضی باری تعالیٰ سمجھنے کے لئے روشن رہتی ہیں بلا واسطے مشاہدہ سے عام انسان محروم ہے قوّت عملیہ کی صورت یہ ہے کہ نبی اپنے قول وعمل میں رضا باری تعالیٰ اور حکمِ الٰہی کا پابند ہے صحیفہ سماوی اور وحی الٰہی کے خلاف وہ کوئی کام نہیں کرتا، جیسے دیکھ کر اہلِ فکر ونظر کو اُن کی صداقت پر شبہ نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے مکّہ کے کافروں نے نبی کریم ﷺ سے تین مطالبات کردیئے:

اوّل...... اے محمد (ﷺ) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہمیں مُعجزہ دکھا کر تمام دنیا کے خزانے ہمیں سے اکٹھے کردیجئے!۔

دوم...... اگر آپ واقعی رسول ہیں تو ہمارے مستقبل میں صادر ہونے والے اچھے اور بُرے حالات وواقعات بتادیجئے تا کہ ہم مُفید چیزوں سے استفادہ کرلیں اور مُضر چیزوں سے بچنے کا اہتمام کرلیں۔

سوم...... یہ کہ یہ بات ہمارے وہم وگمان سے بعید از قیاس ہے کہ ہماری قوم حجاز میں سے ایک انسان جو ہماری طرح ماں باپ کے بطن سے پیدا ہوا اور تمام بشری صفات کا مالک ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا رسول بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق ہم سے جُدا اور ممتاز ہوتی تو ہم اُس کو اللہ کا رسول تسلیم کرلیتے۔

ان بے محل سوالات کا جواب دینے کے لئے باری تعالیٰ کی تعلیمات رُشد وہدایت عطا ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کی عطا کردہ ہدایات لوگوں تک پہنچاتا ہوں اور خود بھی اس کی پیروی کرتا ہوں، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتا ہوں وہ باری تعالیٰ کی طرح غیب کی ہرادنیٰ واعلیٰ خبر سے باخبر ہوں! اور نہ یہ لازمی ہے کہ وہ انسانی اور بشری صفات سے علیحدہ ہو اور دوسروں کو دعوتِ دین، دعوتِ حق کی طرف بُلائے، اب مسلمانوں کو صلاح عام ہے، ہدایتِ عام ہے کہ وہ یہود کی طرح اپنے رسول کو خدا نہ سمجھیں اور عقیدۂ تثلیث سے دور رکھیں ستم بالائے ستم تو دیکھئے یہود تو اپنے تمام انبیاء کو قتل کرنے سے باز تک نہ رہے اور نصاریٰ نے تو حد کردی اپنے رسول کو خدا بنالیا۔

تمام خدائی خزانوں کا مالک ہونا یا نہ ہونا اس طرح کسی آدمی کا فرشتہ ہونا یا نہ ہونا یہ تمام باتیں مشاہدہ سے متعلق ہوتی ہیں، تمام مخاطب لوگ اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سب خزانے آپ ﷺ کے ہاتھ میں نہیں اور آپ ﷺ فرشتہ بھی نہیں یہ محض عناد تھا کہ اس کا مطالبہ کیا کرتے اُن کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا، میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک ہوں، یا یہ کہ میں فرشتہ ہوں۔ (بحوالہ ابوحیان، تفسیر بحرِ محیط)

کمالاتِ علمی کی ایک مثال یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے بعد تمام فرشتوں اور انبیاء، رسولوں سے زیادہ علم رسول اللہ ﷺ کا ہے لیکن اللہ کے مساوی نہیں، برابری کا دعویٰ محض عیسائیت کی غلو راہ ہے۔ آخر میں بیان کیا گیا کہ اندھا اور بینا باہم برابر نہیں ہوسکتا، اپنی فہم ودانش اور ادراک غور وفکر کو بروئے کار لا کر غور کیوں نہیں کرتے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾

اور علم وحی کے ذریعہ اُنہیں ڈرائیے، جو ڈرتے ہیں کہ اپنے رَبّ کی طرف یوں اُٹھائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا مددگار ہو اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہو، اس اُمید پر کہ وہ لوگ پرہیزگار بن جائیں۔ (۵۱)

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

اور اُنہیں اپنے سے دور نہ رکھو، جو صبح وشام پُکارتے ہیں اپنے رَبّ کو اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں۔ تم پر ان کے حساب کی کوئی ذمّہ داری نہیں اور نہ آپ کے حساب میں یہ کسی چیز کے ذمّہ دار ہیں، اگر آپ اُنہیں دور ہٹائیں گے تو آپ ہو جائیں گے ناانصافی کرنے والوں میں سے۔ (۵۲)

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾

اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض سے آزمائش میں ڈال دیا تاکہ مال دار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان صرف ان پر احسان کردیا کیا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے شکر گذار لوگوں کو؟ رکیا اللہ تعالیٰ واقف نہیں شکر گذار لوگوں سے۔ (۵۳)

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾

اور جب آئیں آپ ﷺ کے حضور وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے! سلامتی ہو تم پر تمہارے رَبّ نے اپنے ذمّہ تم پر کرم رحمت لازم کرلی ہے تم میں کوئی نادانی سے بُرائی کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے، تو پس اللہ تعالیٰ یقینی طور پر مغفرت کرنے والا، اور بخشنے والا اور بڑی رحمت والا مہربان ہے۔ (۵۴)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾

اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو کھول کر صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ مُجرموں کی راہ رراستہ بالکل عیاں ہو جائے۔ (۵۵)

الفاظ و معانی آیت ۵۱ تا ۵۵

﴿ وَاَنْذِرْ بِهِ ﴾ اور ساتھ ڈرائے اس چیز سے جو آپ ﷺ پر وحی اُتری ہے۔ ﴿ اَنْذِرْ ﴾ تو ڈرسنا۔ اَنْذِرْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر جمع قواعد کے مطابق۔ ﴿ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ﴾ ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں رخوف کھاتے ہیں لغزشوں کی کثرت سے اور عمل میں کمی کے سبب۔ وہ لوگ جو تعصب میں مُبتلا ہو کر آپ ﷺ کی مُخالفت میں لگے ہوئے ہیں اُنہیں تو قیامت کے برپا ہونے کا یقین اور خیال تک نہیں، اُنہیں اُن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے، ان لوگوں کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے جو یوم قیامت پر یقین کامل رکھتے ہیں اگر وہ پہلے سے مسلمان ہیں تو اس ڈر جانے کا فائدہ اُنہیں یہ ملے گا کہ وہ

Marfat.com

باطل عقیدہ سے باز آ کر قبولِ اسلام کے پابند ہو جائیں گے۔

﴿ وَلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ اور نہ کوئی شفیع / سفارشی اُنہیں ڈرائے کہ اُنہیں عقبیٰ میں عذاب سے چھوڑا دے، تاکہ پرہیز کریں گناہ سے، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے شفاعت کا مفروضہ لوگوں نے غلط طور پر رائج کر لیا تھا، بُت پرستی کی تو ہم پرستی کا عالم یہ تھا کہ وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو تب بھی اُن کے پتھر کے صنم اُنہیں چھوڑا ئیں گے عذاب سے، اور جس کی چاہیں گے بخشش کرالیں گے، یہود اور نصاریٰ کا خیال بھی عجیب تھا اُن کا کہنا تھا۔ ﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ﴾ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں ہمارے اعمال کچھ بھی ہوں ہم کو بخش دیا جائے گا۔

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ اور نہ نکالیے اپنی مجلس سے ان لوگوں کو جو پُکارتے ہیں اپنے رَبّ کو ''پُکارنے'' سے مُراد عبادت کرنا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ) تطرد تو نکالے طَرْد کے معنی ذلیل سمجھ کر دور کرنے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ﴾ اور صبح اور شام کو پڑھتے ہیں فجر کی نماز اور عصر کی نماز۔ ﴿ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ اور طلب گار ہیں اس کی رضا اور خوشنودی کے، شب و روز کی عبادت کے ساتھ یہ قدغن بھی لگا دی کہ جب تک عبادت میں اخلاص کا پہلو نمایاں نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ''کشف الاسرار'' میں تحریر ہے کہ ارادات تین صورت پر ہے ایک محض دنیا ہی کا ارادہ ہو جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تُرِيْدُ عَرَضَ الدُّنْيَا '' ارادہ کرتے ہو تو اسباب دنیا کا اور اس کی دو علامتیں ہیں:

الف:...... دین کے نقصان کے ساتھ دنیا کی زیادتی پر راضی ہونا۔

ب:...... فقیر مسلمانوں سے مُنہ پھیر لینا۔

دوئم...... آخرت کا ارادہ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ﴾ اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور کوشش کرتا ہے اس کے واسطے اس کو ملے اس کی کوشش کا صلہ اس کی بھی دو علامتیں ہیں۔ (الف) دین کی سلامتی پر نقصان دنیا پر راضی رہنا۔ (ب) فقیروں کے ساتھ اُلفت اور محبت کرنا۔ (سوئم) یہ کہ محض اللہ تعالیٰ کا ارادہ جیسا باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ اُن کی رضا جستجو کی طلب میں لگے ہوئے ہیں، جو لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں مُنہمک ہیں اور حق و انصاف کے راستے پر چلتے ہیں ان کو اپنے سے دور الگ رکھنا مناسب نہیں، ان کی دلی کیفیات کا تمہیں ادراک نہیں۔ ﴿ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ پس آپ ہو جائیں گے اگر اُنہیں نکال دیا جائے گا بے سہارا اور غریب مسلمان جو خلوص نیت سے رات و دن اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں مُشرکین کا یہ طعنہ بصورت مطالبہ کے اے محمد (ﷺ) آپ (ﷺ) کی مجلس میں تو فقراء اور مساکین موجود ہوتے ہیں اُنہیں اپنے سے دُور رکھو، تو ہم آپ ﷺ کی مجلس میں شریک ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن بے سہارا اور مُفلس مسلمانوں کو اپنے سے دُور کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ ظُلم شمار ہوگا، اُمّت کو سمجھانے کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ بے سہارہ لوگوں کی مجلس سے اِجتناب اور اُن سے تعلق وابستگی نہ رکھنا یہ تو نادانوں کا شیوہ ہے۔ اہلِ ایمان تو اہلِ ایمان کی توقیر کے ساتھ محبت کرتے ہیں ان میں اہلِ ثروت اور مسکین کا کوئی امتزاج نہیں برتا جاتا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا ﴾ اور جس طرح آپ ﷺ سے پہلے آزمایا ہے

Marfat.com

پہلے فقیروں کو مال داروں کے ساتھ۔

﴿ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ﴾ بعض کو بعض کے ذریعہ۔ فَتَنَّا ہم نے آزمائش میں ڈالا، سزا دی، فعل ماضی معروف جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ کیا اللہ تعالیٰ نہیں بڑا جاننے والا یعنی وہ خوب جانتا ہے شکر کرنے والوں کو جو نعمتِ اسلام پر شکر کرتے ہیں ربِّ جلیل ظاہری شان و شوکت اور اہلِ ثروت کے کروفر کو نہیں دیکھتا، وہ تو حال، دل کی کیفیت کو دیکھتا ہے اس لحاظ سے وہ واقف ہے کہ اس کے شکر گذار بندے کون ہیں اور حق جاننے اور سمجھنے والے کون ہیں جن کے اندر جذبۂ شوق و شکر گذاری کا وصف دیکھا اُنہیں دولتِ ایمان و یقین کی سعادت سے نواز دیا۔ حدیث مبارکہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے رنگ نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دل اور عمل دیکھتا ہے''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک امیر اور غریب سب مساوی ہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ تقویٰ جس میں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرّب ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے میں اپنے شکر بجالانے والے بندوں کو خوب پہچانتا ہوں اور مجھے اچھی طرح علم ہے کہ نعمتِ ایمان سے کس کو مالا مال کرنا ہے۔

﴿ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ﴾ بلاشبہ تم میں سے جو کوئی کرے بُرا کام/فعل بد یعنی نادانی کے ساتھ بُرائی کر بیٹھے اور ناواقف ہو اپنے انجام سے اور اس کے سبب سے جو عذاب ہوگا اس سے بے خبر ہو، پھر توبہ کرے، اس کام/فعل سے اور یہ قصد کرلے کہ اب یہ گناہ نہیں کروں گا۔ ﴿ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے توبہ کرنے والوں کو اور مہربان ہے۔ امام قشیریؒ رقم طراز ہیں ''اگر فرشتہ تجھ پر گناہ لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنی رحمت لکھتا ہے، تمہارے اوپر دو فرشتے ہیں ایک ازلی اور وقتی۔ یہ امر حقیقت مُسلّم اور مقرّر ہے کہ وقتی فرشتہ کو باطل نہیں کرسکتا۔ (بحوالہ امام قشیریؒ)

﴿ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ ﴾ اور اسی طرح تفصیل کرتے ہیں ہم قرآن کی آیات کی تاکہ مطیعوں اور عاصیوں کی کیفیت میں حق عیاں ہو جائے۔ ﴿ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ راہ گنہگاروں کی یعنی حق اور باطل میں تمیز ہو جائے۔

﴿ نُفَصِّلُ ﴾ تفصیل مصدر سے کھول کر بیان کرتے ہیں مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۱ تا ۵۵

آیت نمبر ۵۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس قرآن کی تعلیمات کے ذریعہ اُنہیں تنبیہ کی جائے جن لوگوں کو فکرِ آخرت کا خوف دامن گیر ہو اور جن کا یہ کہنا ہے کہ اس روز سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھا ہونا ہے وہ اس حالتِ کیفیت میں اُٹھائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا، ہر کوئی اپنے اپنے لئے فکر مند ہوگا، ہر ایک کا معاملہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسے لوگ قرآنِ حمید کی ہدایات اور فیوض و برکات سے فیض یاب ہو سکتے

Marfat.com

ہیں اس لئے اگر کسی کو آخرت میں سُرخُرو ہونا ہے اور کامرانی حاصل کرنی ہے ابھی ابھی ''اصلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لئے'' کے مصداق آج ہی ابھی ابھی اولین فُرصت میں ''بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کئے ہوئے'' کی رسمِ اُلفت کو چھوڑ کر میدانِ عمل میں فکر و شعور کی آگاہی سے سرشار ہو کر آخرت کے سامان کچھ کر گذریں، قرآن کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر تقویٰ کی راہ کو اپنا شعارِ زندگی سمجھ لیں، اے کاش! شاید یہ لوگ عذابِ الٰہی سے ڈر جائیں اور کُفر و معصیت سے باز آجائیں۔

آیت نمبر ۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اُن لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالئے جو شام و سحر اپنے رَبّ کی عبادت میں خُلوصِ دل سے لگے رہتے ہیں جن کا منشاء و مُدعا اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد ہوتا ہے ان کو اپنی محفل سے دور رکھنا مناسب اور مستحسن عمل نہیں، ایسی صورت میں آپ ﷺ اُن کے حساب رمعاملات کے ذِمّہ دار نہیں چند سردار کُفارِ قریش جن میں عُقبہ، شیبہ، ابنِ ربیعہ، حارث بن نوفل اور مطعم بن عدی نے حضور ﷺ کے چچا ابو طالب سے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور تسلیم کرنے میں ہمارے لئے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر وقت وہ لوگ شریک محفل ہوتے ہیں جو ہمارے غُلام تھے اور ہم نے ان کو آزاد کرایا، ان حقیر لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شریک ہونے سے قاصر ہیں اگر وہ اس وقت موجود ہوں گے یا آپ ان کو اپنی محفل سے دُور رکھیے تو ہم قرآن کے باب میں آپ ﷺ کی سُنیں گے اور غور کریں گے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر و امام ابنِ جریرؒ)

جیسے حضرت بلال ؓ، مقداد ؓ، عمار ؓ، صہیب ؓ، اور عبداللہ بن مسعود ؓ، ابی حذیفہ ؓ وغیرہ ان لوگوں کی عزت اور شرافت کا پروانہ آسمان سے اُترا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مسلمانوں کو اپنی صُحبت رمجلس سے نہیں نکال سکتا وہ بولے پھر ان کے پاس بیٹھنا تو ہمارے لئے باعثِ عار ہے۔ نقل ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے کہا آپ ﷺ رسول اللہ ایسا تو کر سکتے ہیں ہم دیکھیں تو روساء عرب کے اس معاملہ کا کیا انجام ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے درخواست قبول فرمائی، لوگوں نے اس وعدہ پر دستاویز چاہی پھر حضرت علی ؓ کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس گفتگو کو قلم بند کر دو تو یہ آیات نازل ہوئیں اور نہ نکال اُن لوگوں کو جو پُکارتے ہیں اپنے رَبّ کو اور وہ اُس کا ذکر کرتے ہیں سحر و شام کو ورنہ آپ ﷺ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

آیت نمبر ۵۳ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر آپ کسی کو نادار و مُفلس اور کسی کو صاحبِ ثروت دیکھ رہے ہیں تو یہ احساسِ عمل فقط آزمائش کی گھڑی کا ایک طریقہ ہے باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم، کے مصداق، اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت دولت مند ہونا نہیں ہے تماشائے اہلِ کرم دیکھنے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غریب، مسکین محتاج اور ناداروں کو سب کچھ عطا کرتا ہے کہ اہلِ ثروت ان کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں اور ان غریبوں کا ازراہِ تمسخر اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ دولت مند کو غرباء کی حالتِ زار سے آزمایا جاتا ہے تاریخ کے صفحات آئینہ ماضی کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔ آغازِ دعوت دین میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں تعداد غرباء اور فقراء کی زیادہ تھی، اہلِ شان و شوکت اور اہلِ ثروت کُفار کے دل میں خیال اُبھرا کہ اسلام کی دعوت، نعمتِ عظمیٰ ہے تو اس لئے اس نعمت کو پانے کے لئے نظرِ انتخاب صرف ان مُفلس، بدحالی، معاشی بدحالی کے شکار لوگوں پر کیوں پڑی، ہم تو جاہ و جلال، عظمت و شوکت اور

Marfat.com

رنگ ونسل کے اعتبار سے معتبر ہیں، گویا نعمتِ اسلام پانا کوئی باعثِ عزّت اور شرف نہیں، ورنہ ان غریبوں کو نہیں ملتی، نسب اور مال پر فخر وانبساط کرنے والے ان لوگوں کو باری تعالیٰ نے فتنے میں مُبتلا کر دیا، یہ ایک حقیقت ہے کہ رَبِّ جَلیل کا فضل وکرم اُن بندوں پر ہوتا ہے جن کے بابت اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ نعمت پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے گویا ایمان کی دولت سے خوش نصیب بہرہ مند ہوتے ہیں، جب دولتِ ایمان کی تقسیم عمل میں آتی ہے تو رَبّ خوب جانتا ہے اس کا حق دار کون ہے! اس لئے حضور اکرم ﷺ کو تلقین کی جارہی ہے کہ دعوتِ دین ان لوگوں سے شروع کی جائے جن پر باری تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اسی طرح آیت نمبر ۱۱ سورۃ الاحقاف پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ

''کافروں نے اہلِ ایمان کے لئے کہا کہ اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے قبل دوڑ کر اسے قبول نہ کرتے۔''

اس گفتگو کا ماحصّل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو گیتی کائنات میں کسی کو امارت اور کسی کو غربت دی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اسی کا سزاوار تھا، دولت دینا اور دُنیا میں مُفلسی اور پیمانۂ غُربت اور کاسۂ گدائی تو لوگوں کے لئے امتحان ہے جہاں تک آسمانی رحمت اور نعمتِ یزدانی کا تعلق ہے وہ تو بہر نوع شکر گذار رہنے والوں کا ہی حصّہ ہے۔

آیت نمبر ۵۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! آپ مؤمنین کو نوید مسرّت دیجئے کہ جب بھی وہ آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوں تو اُنہیں سلام کر کے یا اُن کے سلام کا جواب دے کر اُن کی توقیر، عزّت افزائی کیجئے، ایک خوش خبری تو یہ ہے کہ ملحد اور کافر طرح طرح اُفتاد میں مُبتلا ہوں گے، دُنیا میں اور آخرت میں بھی، مگر اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے رحم وکرم لازم کرلیا ہے، یہ انعامات اور اکرامات سے مسلسل نوازتے رہنے کا طریق ہی تو ہے کہ بشر سے اگر خطاء ہو جائے اور کوئی جہالت سے نادانی سے کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھے یا معصیّت رگناہ میں مُبتلا ہو جائے تو اس کے لئے درِ توبہ کُھلا ہوا ہے، اصلاحِ نفس کا مداوا توبہ ہے، توبہ تو یہ ہے جو ہو چکا، سرزد ہو گیا، اس پر احساسِ ندامت اور آئندہ کے لئے توفیقِ اصلاح، اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا اور مہربان ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ اَمَرَنِىْ اَنْ اَبْدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ.

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے جسے پہلے ''سلام'' کرنے کا مجھے حکم صادر ہوا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

اہلِ ایمان کے لئے یہ ثمرہ خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''رحمتِ خاص'' سے انعامات اور اکرامات کا دامن وسیع کر دیا ہے اگر ان میں بھولے سے خطاء ہو جائے اور توبہ کی جائے اور اپنے ماحولِ نفس اور جذباتِ نفس پر قابو پا کر راہِ ہدایت کی طرف مائل ہو جائے تو رَبِّ جَلیل اُن کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تخلیق کی اور ہر ایک کی تقدیر کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ تحریر کیا کہ ''اِنَّ رَحْمَتِىْ غَلَبَتْ غَضَبِىْ'' میری

Marfat.com

رحمت میرے غصہ رغضبؔ پر غالب ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری، مسلم شریف اور مسند احمد)

حضرت سلیمان ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے تورات میں لکھا دیکھا کہ جب باری تعالیٰ نے آسمان، زمین اور اس کی ساری مخلوق کی تخلیق کی تو صفات میں رحمت کے ١٠٠ حصّے کر کے اس میں سے ایک حصّہ تمام مخلوقات میں بانٹ دیا، انسان، جانور اور دیگر مخلوقات میں جہاں بھی کوئی اثرِ رحمت پایا جاتا ہے تو وہ اسی تقسیم شدہ حصّہ کا اثر ہے والدین، اولادیں، بہن بھائی، زن وخاوند، عام رشتہ دار، ہمسائے، اور دوسرے دوستوںؔ میں جو باہمی ایثار و ہمدردی، اُخوّت واُلفت، اور رحمت کے تعلقات استوار کئے جاتے ہیں وہ سب اسی ایک حصّہ رحمت کا نتیجہ ہیں باقی رہے (٩٩) حصّے رحمت وکرم تو اللہ تعالیٰ نے جو اپنے لئے رکھے ہیں، ہر انسان پر رحمتِ باری تعالیٰ کی نعمتیں ہر وقت، ہر لحہ عطا ہو رہی ہیں یہ سب اسی رحمتِ کاملہ کی نعمت ہے جو ربِّ جلیل نے اپنے ذِمّے لکھ لی ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم مفتی محمد شفیعؒ)

آیت ۵۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان اور کُفّار کے حال وقال کی تفصیل آیات میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دی ہیں تا کہ مؤمنین کا طریقۂ کار بھی عیاں ہو جائے اور مجرمین کا طریقۂ کار بھی ظاہر ہو جائے حق وباطل کے ظاہر ہونے سے طالبِ حق کو معرفتِ حق سے روشناس ہونے میں آسانی ہو جائے آیات کو وضاحت کے ساتھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مُجرموں کی راہوں کو جدا کرنا ہے اُن پر اہلِ ایمان کی رَوِش کا بھی اظہار ہو جائے اور مُجرموں کا رویہ بھی بے نقاب ہو جائے قرآن کا منہاج اور اندازِ بیان صرف یہ نہیں کہ وہ صرف اہلِ ایمان اور صالحوں کی راہوں کی نشاندہی کرے قرآن حکیم گواہوں اور مُجرم کے طور طریقوں کو بھی بتاتا ہے مجرموں کی روشِ سمت کی وضاحت بذریعہ تنقید باطل از حد ضروری ہے اور لازم یوں ہے کہ اہلِ حق کے راستوں کی درست سمت میں وضاحت ہو جائے یہی دعوتِ اسلامی کا پیام ہے جن پر ہمیں چلنا ہے حق وباطل کی راہ کا طریقۂ عمل یہاں سے الگ ہوتا ہے جس وقت جزیرۃ العرب میں اوّل اوّل اسلام اور مُشرک کا تقابل ہوا مؤمن اور مُجرموں کے مابین یہ امتیاز امر واضح تھا، دونوں کے راستے جُدا جُدا تھے، رسول اکرم ﷺ کی دعوتِ حق کا راستہ اہلِ ایمان کا راستہ تھا اور مُجرمین کی راہِ عمل اس کے برعکس تھی حق وباطل کا تضاد تھا، وہ دعوتِ اسلام، تحریک اسلام میں اہلِ ایمان کے ساتھ نہ تھے اور مُجرمین نورِ ایمان کی سعادت سے قطعی محروم تھے، اس وضاحت کے لئے نزول قرآن ہو رہا تھا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی آیات سے تفصیلات کا علم ہو رہا تھا، اسلام نے باطل عقائد اور نظریات کے مقابلے میں اہل ایمان کو ایک واضح موقف اور ''صراطِ مستقیم'' کی راہ دکھائی دعوتِ الی اللہ کی خاطر کام کرنے والوں کے لئے یہ لازمی اَمر ہے سب سے پہلے اس معرکہ باطل کو سر کرنے کے لئے اپنی راہ سے باطل قوتوں کا بھر پور مقابلہ کر کے اپنی پوری قوت اور صلاحیت کے ساتھ، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں عزمِ پیکر لے اُٹھ کھڑے ہوں کوئی بے راہ رَوی اُن کے راستے میں حائل نہ ہو، باری تعالیٰ نے اپنی آیتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہدایت اس بات کی متقاضی ہے کہ مُجرموں اور صالح لوگوں کا راستہ بالکل الگ ہو جائے اور کسی کو اس میں شک کی کوئی گنجائش تک نہ رہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿٥٦﴾

اے حبیب! کہہ دیجئے! کہ مجھے منع کیا گیا ہے اُن کی پرستش کرنے کی، جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، آپ کہہ دیجئے میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا، یوں ہوا تو میں راہ سے گمراہ ہو جاؤں گا، اور نہ رہا میں راہ ہدایت/ راہِ راست پانے والوں سے۔(٥٦)

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿٥٧﴾

اے محبوب! آپ کہہ دیجئے! بلاشبہ میں اپنے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا، اب میرے دائرہ اختیار میں وہ چیز ہے ہی نہیں جس کے بارے میں تم عجلت کر رہے ہو اس کو لے آنا میرے بس کی بات نہیں، حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، اللہ تعالیٰ ہی سب بات بتاتا ہے اور وہ سب بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔(٥٧)

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿٥٨﴾

آپ کہہ دیجئے! اگر میرے پاس وہ شے ہوتی، جس کی جلدی کا تقاضا کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کب کا ہو گیا ہوتا، اللہ تعالیٰ ظالموں/ ستم گروں کو خوب جانتا ہے۔(٥٨)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿٥٩﴾

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں/ کلید/ خزانے ہیں جن کو سوائے اُس کے اور کوئی نہیں جانتا، خشکی اور سمندر سب چیزوں کا علم اسی کو ہے اور کوئی پتا بھی گرتا ہے تو اُس کے علم میں ہوتا ہے۔ زمین کی تاریک تہہ میں کوئی ایسا دانہ نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو، خشکی اور تری (بحر و بر) سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔(٥٩)

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾

وہی اللہ ہے جو رات کو (ایک گونہ) تمہاری جان/ روح کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اُس سے بخوبی واقف ہے۔ پھر تم کو نیند سے جگاتا ہے تاکہ اس طرح تعین کردہ مدت پوری ہو جائے تم سب کو اس ہی طرف پلٹنا/ رجوع ہونا ہے، پھر وہ بتائے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔(٦٠)

الفاظ و معانی آیت ٥٦ تا ٦٠

﴿ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ ﴾ اے محمد (ﷺ) ! کہہ دیجئے کہ منع کیا گیا ہے مجھے اس بات سے کہ میں عبادت کروں اُن کی ''تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، یعنی بتوں کی کہ تمہاری آرزو ئے تمنا یہ کہے کہ میں پرستش کروں، ناداں کافر تو اس کوشش میں لگے رہا کرتے کہ پرچمِ توحید جو بلند کیا ہے رسولِ مقبول ﷺ نے وہ ان باطل ناخداؤں کی عبادت کرنے لگیں جن کے سامنے یہ اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ﴿ تَدْعُوْنَ ﴾ کو شاہ ولی اللہؒ نے بیان کیا ''خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو'' ''تَدْعُوْنَ'' کا معنی سے مُراد تعبدُوْنَ کا لیا ہے۔(بحوالہ قرطبیؒ، روح المعانی)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پُوجا کرنا یہ عقلِ سلیم اور دانش فہم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ کی پرستش کی جائے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ﴾ میں نہیں پیروی کرتا، خواہشوں کی۔ ﴿ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا ﴾ بے شک اب تو میں بہک جاؤں گا۔ تمہارا طریقہ عمل پیروی/اتباع نفس اور خواہش پر مبنی ہے اس لئے وہ اختیار کرنے کے لائق نہیں اس کا مفہوم تو یہ ہوا کہ غیر اللہ کی پوجا اور پرستش سب سے بڑی گمراہی کی علامت ہے نورِ مشہود اور وحی باری تعالیٰ کا نزول مجھ پر اس لئے ہوتا ہے اور اس کُفرِ باطل سے مجھ کو اس لئے روکا جاتا ہے کہ میں توحید کامل کی تکمیلِ عمل سے ذرا بھی غافل نہ رہوں خواہ کتنی ہی تدبیریں راہ میں رکاوٹ کا مُوجب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہادی بنا کر ہدایت کے لئے بھیجا ہے یہ محض تمہارا نفس ہے جو تمہیں فریب دے رہا ہے میں تمہاری حمایت کروں تو میں غلطی کرنے والوں میں شمار ہو جاؤں گا۔

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے۔ نضر بن حارث اور رؤسائے قریش نے کہا اے محمد ﷺ! ہمیں عذاب الٰہی سے کہاں تک ڈراؤ گے جو عذاب کر سکتے ہو ہم پر کر دو یہ ہمیں نہ ڈراؤ، اس پر یہ آیت اُتری۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ﴾ نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو یعنی عذاب۔ کُفار کا کہنا اگر یہ سچ ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ (ﷺ) ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش کرا دیجئے یا ہم پر کوئی سخت عذاب نازل کیجئے! حضور ﷺ اُنہیں تنبیہ کرتے اگر تم نے شرک ترک نہ کیا تو باری تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے، کافر از راہِ تمسخر کہتے ہم آپ ﷺ کے دین کو نہیں قبول کرتے، ہم پر عذاب اُتارنے میں جلدی کیجئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، عذاب آ جائے گا۔ ﴿ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ تم جلدی کرتے ہو، عجلت پسندی کرتے ہو۔ اِسْتِعْجَالٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿ يَقُصُّ الْحَقَّ ﴾ سچی بات بیان کرتا ہے۔ قَصَّ۔ يَقُصُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴾ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے یعنی حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ اور اسی کے پاس خزانے ہیں غیب کے، اسی کے پاس ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے، غیب کی باتوں کا علم بھی باری تعالیٰ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔ مِفْتَحٌ کا معنی خزانہ ہے۔ مِفْتَحَ کا معنی کُنجی/کلید ہے، لفظ غیب پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے وہ چیزیں/رشتے جو ابھی تک وجود میں نہیں آئیں یا اکثر وجود پا چکی ہیں مگر باری تعالیٰ نے اس کی کسی کو خبر نہیں دی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تقدیر ان اُصولوں پر کامل طور پر مُحیط ہے اس کائنات رنگ و بو کی ہر حرکت باری تعالیٰ کے دائرۂ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کا نظام قضا و قدر ان قوانین اور ضابطہ کا نفاذ کرتا ہے نظام و قضا قدر عالم غیب کا حصّہ ہے اور اس کے بارے میں علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے لوگوں نے جو سائنسی اُصول بنا رکھے ہیں وہ احتمالی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب شہید جلد دوئم)

Marfat.com

ا)......عالمِ غیب انسان کے ماضی کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اور اس کائنات گیتی پر بھی محیط ہے، انسان اور اس کے ماحول میں پھیلی ہوئی کائنات رنگ وبُو اور اس کی موجود حالت پر بھی عالمِ غیب غالب ہے اور یہ بھی کہ اُن کے مستقبل پر عالم غیب چُھپا ہوا ہے یا محیط ہے یہ سب اُمور حکمت باری تعالیٰ کے مطابق ردِّ عمل ہیں جن میں سے قلیل مقدار کا علم ابھی تک انسان کو ہو چکا ہے انسان جس سے استفادہ کر رہا ہے چنانچہ علم کے جاننے کے بارے میں سورہ علق آیت ۵ پارہ عَمَّ میں ارشادِ ربانی ہے۔ ''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ'' انسان کو ایسا علم سکھایا جو انسان جانتا نہ تھا۔ اس اظہارِ بیان سے پتہ چلا کہ علم کامل اور محیط سے صرف باری تعالیٰ کی ذات متصف ہے اور وہ بے پایاں قدرت اور علم بیکراں کا مالک ہے لیکن اس کا یہ مفہوم لینا بھی مناسب اور صحیح نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب سکھاتا بھی نہیں وہ جو کچھ چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے اتنا علم دے دیتا ہے جو کچھ باری تعالیٰ خاتم النبیین ﷺ کو عطائے خاص سے عطا کیا ہے اس کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

۲)......قرآن نے تو علم غیب کو باری تعالیٰ کی صفت بتایا ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم مفتی محمد شفیعؒ)

علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ غیب کا علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچنے تک کے وسائل اور ذرائع بھی اللہ تعالیٰ کی دائرہ قدرت میں ہیں، کوئی ان کا مالک ومختار نہیں، بس ربّ جس کو غیب کا علم عطا کرنا چاہتا ہے وہ دے دیتا ہے اور جس کو نہیں دینا چاہتا اسے محروم کر دیتا ہے، اُمورِ غیبی کی آگاہی اور تصرّف صرف رسولوں کے ذریعہ ہی پائی جاسکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہر اُس چیز کو جو خشکی میں ہے اور جو دریا میں ہے، جس طرح ہم اصطلاح ربانی میں شام کسر کا لفظ استعمال کر کے پورا زمانہ مُراد لیتے ہیں اور مشرق ومغرب کے الفاظ استعمال کر کے کل زمین رکرۂ ارض مُراد لی جاتی ہے اسی لحاظ سے بحر وبر کہہ کر تمام عالم کائنات کے موجودات مُراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بیابان میں ہے، نباتات، حیوانات اور جو کچھ دریا میں ہے، جواہر، موتی اور پانی کے جانور، یا جو کچھ عالم شہادت کے بیابان اور عالم غیب کے دریا میں ہے۔ ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ﴾ نہیں گرتا ہے کوئی پتا درخت سے، مگر جانتا ہے اللہ تعالیٰ، کتنے پتے ربرگ گل درخت سے جھڑتے ہیں اور کتنے پتے اس میں باقی ہیں اور وہ گرا ہوا پتا شجر سے زمین تک جزئیات کے طور پر کتنی بار اُلٹا پلٹا ہوا اس کا علم باری تعالیٰ کو ہے۔ ﴿ تَسْقُطُ ﴾ وہ گرتی ہے رجھڑتی ہے سُقُوْطٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق ﴿ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ﴾ ہر وہ دانہ جو زمین کی گہرائی اور گیرائی اور تاریکی میں کہیں پڑا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے پہلے برگ شجر کا ذکر ہوا جو نظروں کے سامنے گرتا ہے اس کے بعد دانہ کا تذکرہ آیا جو کاشت کے لئے زمین میں بویا جاتا ہے۔ یا ڈالا جاتا ہے اور زمین کی پرت میں اندھیری میں چھپ جاتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَابِسٍ ﴾ اور نہ کوئی تر رگیلا ہے ﴿ وَلَا رَطْبٍ ﴾ اور نہ خشک۔ ﴿ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں۔ '' كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ '' سے مُراد بعض مُفسرین کے مطابق اس سے مُراد علم باری تعالیٰ ہے اور بعض مُفسرین نے اس سے مُراد لوحِ محفوظ بیان کیا جس میں علم حق سبحانہٗ تعالیٰ متشکل صورت میں موجود ہے جس سے ملائکہ کو آگاہی ہوتی

ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

بعض مُفسرین نے کہا نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز سے سب جسمانی چیزیں مُراد ہیں اس واسطے کہ جسم رطوبت یا یبوست سے خالی نہیں، بعض کا خیال ہے کہ رَطْبٌ رتر اشارہ ہے عالم رُوحانیت کی طرف اور یابِس رخشک شے عالم جسمانیات سے عبارت ہے اور لوحِ محفوظ میں سب کچھ تحریر ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدینؒ۔ ۱۸۸۷ء)

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ اور وہ ایسا اللہ ہے کہ سُلا دیتا ہے۔ ﴿ یَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ تمہیں متوفی کر دیتا ہے۔ ﴿ بِالَّیْلِ ﴾ رات کو، تُوفّی مصدر، تمہاری رُوح کو قبض کر دیتا ہے، لے لیتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو لے لینا۔ [1] یہاں حق تعالیٰ نے توفی کو موت سے استعارہ کیا، خواب کے واسطے اس واسطے کہ حُسن اور تمیز جاتی رہے اور کام سے بدن کے باز رہنے میں موت اور خواب باہم شریک ہیں اور 'اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ' اسی طرح اشارہ ہے یہاں متوفی کا مفہوم نیند کے لئے مستعمل ہے کیونکہ نیند کی حالت میں انسان کا عقل وشعور مفقود ہو جاتا ہے۔

﴿ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ اور جانتا ہے وہ جو کمایا تم نے دن میں۔ ﴿ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ ﴾ پھر بیدار کرتا ہے تمہیں رنیند سے۔ فِیْهِ دن کے درمیان۔ ﴿ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴾ تا کہ تمہاری عمر مقررّہ پوری کر دے، اَجَلٌ موت، مدّت، مہلت یہاں پر باری تعالیٰ نے نیند اور اس کے بعد جاگنے کی مثال دے کر بتا دیا کہ ہر صبح وشام، ہر فرد و بشر، شخصی طور پر مرنے اور جینے کے ایک مشاہدے سے گذرتا ہے، اسی طرح سارے عالم کی اجتماعی موت اور اجتماعی حیات کو اچھی طرح جان لو!۔

﴿ ثُمَّ اِلَیْهِ ﴾ پھر اس کی طرف ہے بازگشت تمہاری موت کے بعد۔ ﴿ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ ﴾ پھر خبر کر دے گا تمہیں قیامت کے دن کی۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ پھر جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اعمال کا محاسبہ ہوگا، پھر جزا اور سزا ہوگی، گویا یومِ قیامت، زندہ ہو کر سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۶ تا ۶۰

آیت نمبر ۵۶ میں اظہار بیان ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے واضح انداز میں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پُکارتے ہو، مجھے غیر اللہ کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے، میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا، مشرکوں کا تو یہ شیوہ ہے جس سے دل چاہا اسے طلب کرنے لگتے ہیں، اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم کو خدا کہہ دیتے ہیں، تو کہیں درختوں کی پوجا کرتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ جن، فرشتوں اور انسانوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ بتا دیجئے اظہارِ حقیقت کے ساتھ کہ میری فطرت، میری عقل، میرا ضمیر، میرا وجود، میرا نُور شہود، اور وحی باری تعالیٰ جو مجھ پر نازل ہوتی ہے یہ سب کچھ عمل پیہم مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے اُصولِ حق سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں، تم بھی پختہ تدبیر باطل کی راہ کی تلاش میں سرگرداں رہو میں تمہاری خواہش دل کی پیروی اختیار نہیں کرسکتا، اگر ہادی برحق ﷺ جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا جیسا کہ آیت ۲۹ سورۃ الفتح پارہ حمٓ (۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

---

[1] ......استیفاء الشی (بحوالہ قرطبی)

Marfat.com

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے یعنی اُن کے اصحاب ؓ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں۔''

سچے مؤمن اور ایک اللہ کے ماننے والے، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا تو بہک گئے اور ہدایت پانے والوں کی جماعت سے خارج ہو گئے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی اختیار کرتے ہیں وہ اشخاص اپنی خواہشات نفس کے تابع ہوتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر بناتے ہیں وہ گمراہی میں مُبتلائے بلا ہیں۔ چنانچہ آیت نمبر ۴ سورۂ اخلاص پارہ (۳۰) عَمَّ میں ارشادِ ربی ہے: وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ''اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ہمسر ہے۔''

مُشرکین مکّہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اُن کے دین کو تسلیم کر لیں وہ آپ کی دعوتِ حق اور دین کو مان لیں گے، ان کا یہ مشرکانہ طرزِ عمل تھا کہ شاید اس نوعیت کی مصالحت کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ بندگی قطعی قبول ہی نہیں ہے جس میں شرک کا کوئی شائبہ تک ہو۔

آیت ۵۷ میں بتایا جا رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے واضح روشن دلیل ہے گویا وہ شریعت ہے جو وحی کے ذریعہ قلبِ اطہر پر نازل ہوئی ہے جس میں توحید کی دعوت کی ترجمانی ہے اور جس کی تم تکذیب کرتے ہو، تو ذرا جھٹلانے کے سبب اپنے انجام کا سوچ لو! اس کے انکار کا نتیجہ عذاب ہے یہ روشن دلیل قرآن الحکیم ہے جو ربّ کی طرف سے ایک برہان ایک حجت اور قطعی طور پر ایک ہے، اہلِ کُفر جس چیز کی عجلت کے طالب ہیں وہ تو عتاب باری تعالیٰ ہے میں تو اس کتاب کو تمہارے سامنے لے کر حاضر ہوا ہوں جس کو جھٹلانے کا تم نے عزم کر رکھا ہے اے نادان! حق کی وضاحت کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے یہ میرے بس میں تو نہیں، اللہ تعالیٰ ہی امرِ حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے شعور فکر عمل میں اس پیغام کی صداقت پر بیّن دلائل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں اس امرِ حقیقت کا بھرپور وجدانی احساس پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ جو دعوتِ فکر و عمل دے رہے ہیں یہ حق کا ایسا شعور ہے جو تمام نبیوں کے اندر کلّی طور پر پایا جاتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے شعور راہنمائی کا برملا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آیت ۲۸ سورۂ ہود پارہ (۱۲) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ

''حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے برادرانِ قوم! ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے اللہ کی طرف سے ایک کھلی شہادت دائم اور قائم تھا، پھر اُس نے اپنی رحمت خاص سے مجھے نواز دیا رشرف بخش دیا، وہ تم کو نظر نہ آئی تو میرے پاس آخر اور کون سا ذریعہ ہے کہ تم ماننا نہ چاہو، تمہارے ذمے تھوپ دوں، جب کہ تم اس سے بیزار بھی ہو۔''

تمام کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے، معجزہ دکھانا عذاب میں مُبتلا کرنا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیارِ کُل میں ہے۔

آیت نمبر ۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ عذاب کا آنا اور معجزہ کا ظہور پذیر ہونا کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، باری تعالیٰ

Marfat.com

جس پر چاہے، جب چاہے عذاب نازل کر دے عذاب میں مُبتلا کرنا اور فیصلہ کرنا رسول کا کام نہیں، یہ بھی تو ممکن ہے کہ اگر عذاب میں مہلت ملی ہے تو توبہ کرنے کی توفیق عطا ہو جائے یہ عذاب کے آنے میں جلدی مچانے والے اس بات سے قطعی بے خبر ہیں، انسان کا علم اور تحمل دونوں ہی محدود ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے اختیار اپنے ذمّہ لے رکھا ہے کہ فیصلہ کب کرنا ہے! کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے! حق تعالیٰ کا فیصلہ یا نزولِ عذاب کسی کی خواہش اور مرضی ضد کا تابع نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے امور ہیں وہ قدرت رکھنے کے باوجود ظالموں کے ظلم پر فوری عذاب نہیں بھیجتا ہے اس کا قطعی یہ مطلب نہ لیا جائے کہ نافرمان کی سیاہ کاری اور ظلم و جبر کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ خوب بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیۓ وہ جانتے ہوئے مہلت دیتا ہے، یہاں پر اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کی وسیع تر حقیقت حق کی طرف لطیف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ غیب کے علم سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخفی اور پوشیدہ اُمور پر مُحیط ہے۔

آیت نمبر ٥٩ میں اظہار اس بات کا ہے کہ عالِم الغیب باری تعالیٰ کی ذات ہے، غیب کے سارے خزانے، دفینے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں مشرکوں کو کب عذاب دیا ہے کُفّار کو کب عذاب جہنم میں مُبتلا کیا جائے، اس کا علم صرف اور صرف اللہ باری تعالیٰ کو ہے، بحر و بر میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے گیتی کائنات کے راز و اُمور جو ابھی تک کسی کے علم میں نہیں آسکتے لیکن فیصلہ کا ایک دن منقہ شہود میں اُجاگر ہونا حق تعالیٰ کے علم میں ہے، زمین اور کائنات رنگ و بو میں پوشیدہ مادی ذخیرے اور طاقت کے خزانے جو ابھی تک انسانی دسترس سے قطعی طور پر مخفی ہیں، اسی طرح اہلِ ایمان اور منکرینِ حق یا ظالموں کے باطنی معاملات اور اُن کے اعمال کی خیر اور سزا پانے کا مناسب وقت معین اور ساعت وقوع سب کچھ ربِّ جلیل کے ازلی علم میں ہے، سمندروں میں کیا کچھ ہے درخت کا ایک پتا اور پھول کی پتی بھی گرتی ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے مطابق فیصلے صادر کرتا ہے۔

''مفاتح الغیب'' حدیث مبارکہ کے مطابق پانچ ہیں:

١)......قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا علم۔

٢)......بارش کا آنا، گویا ابرِ رحمت بارش کا نزول۔

٣)......رحم مادر میں پرورش پانے والا بچہ۔

٤)......موت کب آئے گی، کہاں آئے گی۔

٥)......آئندہ رُونما ہونے والے واقعات۔

ان تمام باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف از تفسیر سورۃ الانعام ٦)

بھلا اس حقیقت سے کیا انسان انکار کا وجدان کائنات رنگ و بو کی تاریک تر وادی میں اور سمندر کی گہرائی اور گیرائی میں دوڑتا ہے یہ تمام تر مقامات اللہ تعالیٰ نے زاویۂ علم سے نمایاں اور عیاں ہیں پھر ہمارا شعور فطری طور پر موسم خزاں میں گرنے والے ''برگِ گُل'' کی طرف جاتا ہے پتوں کی ان تعداد سے حضرت انسان بے خبر ضرور ہے لیکن اس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

سب کچھ علم ہو رہا ہے، پتہ اس کے حکم سے گرتا ہے اور اس کے حکم سے موسم بہار میں کھلتا ہے۔ قرآنِ مجید جو اسلامی تصوّرِ حیات کا آئینہ دار اور سرچشمہ ہے اس کائنات کے اندر بعض ناقابلِ تسخیر قوانین اور ضابطۂ اُصول ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیّت بخشی ہے کہ وہ اُمور کائنات میں ضروری علم کا ادراک رکھتا ہے رَبِّ جلیل نے انسان کو اس قدر صلاحیّت بخشی ہے جتنی اس کو منصب خلافت کے تقاضے روبہ عمل لانے کی ضرورت ہے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن سید قطب شہیدؒ)

آیت نمبر ٦٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو شب کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے گویا رات کو تم پر نیند مسلّط کردی جاتی ہے، اس آیتِ مبارکہ میں باری تعالیٰ کے اسرار و رموز کی علامت کا بیان ہے انسان پر جب نیند طاری ہوجاتی ہے تو گویا وہ موت کی آغوش میں ہوتا ہے، جس طرح کیفیّت موت میں انسان کے حواس بے کار معطل ہوجاتے ہیں اسی طرح کیفیّت نیند/حالت خواب میں حواس بے کار ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ ہم حالت خواب کے آثار کو جانتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا، اسی کیفیت کو حالت غیبی کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے، جس نوعیت سے دوسرے غیبی حالات انسان کے آس پاس پھیلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں لیکن اسی طرح صورت میں اس کی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں اس سے سلب کرلی جاتی ہیں یوں کہنے کو انسان فہم اور قوتِ ادراک سے بھی محروم ہوجاتا ہے جب انسان اس کیفیت نیند/خواب میں محو ہوتا ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سے حالت بیداری میں آتا ہے مقامِ فکر ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تو کس قدر بے بس، اور ناتواں ہے نیند کے بارے میں آیت نمبر ٩ سورۃ النباء پارہ عَمَّ (٢٠) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا'' (اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا) اور جب تم رات سونے میں گذارتے ہو تو اس ٹھہراؤ کی حالت سے وہ تمہیں بیدار کرتا ہے تاکہ تم حقیقی موت تک اپنی متعین کردہ حیات پوری کرسکو۔ گیتی کائنات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان پر نیند طاری ہوتی ہے اور غلبہ نیند کی حالت میں وہ اُٹھتا ہی نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہے گا روزِ قیامت اُٹھایا جائے گا اور تمام عمر کے اعمال ایک ایک جزو کی شکل میں اس کے سامنے آموجود ہوں گے۔

دن میں کاروبارِ زندگی میں مصروف رہنے کے بعد رات کو نیند کا آنا اور صبح دم، بیدار ہونا یہ روزمرّہ زندگی کا ایک معمول ہے دنیا کی زندگی پھر آغوش موت کی نوید، پھر دوبارہ زندہ کیا جانا، آخرکار سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے ''موت کا ایک دن متعین'' کے مصداق ہر انسان کو اپنے مالکِ حقیقی کی طرف پلٹنا ہے پھر وہ تمہیں آشکار کرے گا کہ تم کیا کرتے رہے تو اس وقت ''نامہ اعمال'' پیش ہوگا جس کے اندر ہر عمل کا اندراج ہوگا، مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے اور کُفر کا ملحدانہ رویّہ اپنانے والے ان حقائق سے قطعی غافل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذابِ الیم کو دعوت دے رہے ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾

اور وہی ہے غالب اور برتر ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبانی کرنے والے رنگہداشت کرنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت ساعت رگھڑی آتی ہے تو اس کی رُوح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور کوتاہی رتساہل اور ذرّہ بھر بھی قصور نہیں کرتے۔(٦١)

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

پھر وہ سب اپنے اپنے باری تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان سب کا مالک حقیقی ہے سنتے جاؤ رخبردار ہو جاؤ حکم رفیصلے کے اختیارات تو صرف اللہ کو ہیں اور وہ جلد سب سے حساب کرنے والا ہے۔(٦٢)

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! صحرا اور سمندر کی تاریکیوں اور خطرات سے تمہیں کون چھٹکارا دیتا ہے جس سے تم گڑگڑا کر، چپکے چپکے، دبی آواز میں کہتے ہو ردعائیں طلب کرتے ہو، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مُصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں ہو جائیں گے۔(٦٣)

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

اے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی تم کو ہر مصیبت ربے چینی رنج والم سے نجات دیتا ہے، پھر تم اسی کے ساتھ شرک کرتے ہو، دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔(٦٤)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓي اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! اس پر بھی وہ قادر ہے رقدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب رعتاب تمہارے اوپر سے نازل کر دے یا تمہارے پاؤں تلے رنیچے سے کوئی عذاب برپا کر دے یا تم کو گروہ در گروہ تقسیم کر دے اور ہر گروہ کی آرزو، غنا اور مُدّعا دوسرے گروہ کے خلاف ہو اور اس مُخالفت کے سبب باہم مقاتلہ ہو اور چکھائے اللہ تعالیٰ تم سے بعض کو بعض کی طاقت کا مزہ، دیکھو! ہم طرح طرح سے اُن کے سامنے اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں شاید کہ یہ لوگ حقیقتِ توحید کو سمجھ لیں۔(٦٥)

الفاظ و معانی آیت ٦١ تا ٦٥

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ ﴾ اور وہ غالب ہے، زبردست ہے قَهْـــر سے اسم فاعل، واحد مذکر قواعد کے مطابق قاہر اصل میں اس غالب کو کہتے ہیں، جس کے مقابلے میں اس کا حریف بے چارہ ذلیل ہو۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ اوپر اپنے بندوں کے۔ ﴿ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ﴾ اور وہ تمہارے اوپر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔ ﴿ حَفَظَةً ﴾ اس کا واحد حافظ

Marfat.com

ہے وہ فرشتے جو تمہارے اعمال کے نگہبان ہیں یعنی وہ فرشتے جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں، تاکہ قیامت کے دن سب کے سامنے پڑھیں تو حفظہ کو بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ بندہ یومِ قیامت کی فضیحت [1] رسوائی کا اندیشہ کر کے گناہ کرنے پر جرأت اور دلیری نہ کرے، [2] اور کرام کاتبین [3] بندوں کے عمل سے واقف ہوں گے۔ انسان کو قطعی اس گمان میں نہ رہنا چاہئے کہ حق تعالیٰ اس کے اعمال وافعال سے بے خبر ہے بلکہ بات دھیان میں رہے کہ ربِّ جلیل نے تو ایسے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے جو انسان کی ہر حرکت جو رُونما ہوتی ہے، ہر لفظ جو زبان سے ادا ہوتا ہے، ہر خطا جو حضرتِ انسان سے سرزد ہوتی ہے، ہر عمل کا اندراج ہو رہا ہے اور جب روزِ قیامت مُجرم اپنے اپنے اعترافِ جُرم سے انکار کرنے کی جرأت کریں گے تو ان کے سامنے زندگی کے اعمال کے وزن کھول دیئے جائیں گے اور اعترافِ گناہ کرنا ہی ہوگا۔ ﴿ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾ کسی کو تم میں سے موت۔ ﴿ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ﴾ تو جان اس کی کھینچ لیتے ہیں رنکال لیتے ہیں فرشتے، یعنی ملک الموت اور اُس کے مددگار چودہ (١٤) فرشتے ہیں اور ان میں سے سات (٧) رحمت کے فرشتے ہیں اور سات عذاب کے فرشتے، پھر ملک الموت مؤمنوں کی رُوح قبض کرتے ہیں تو رحمت کے فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور جب کافر کی جان نکالی جاتی ہے تو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کر دیتے ہیں [4]۔

﴿ تَوَفَّتْهُ ﴾ اس کو قبض کیا رفرشتوں کی جماعت نے اس کو اُٹھالیا تَوَفَّتْ، تَوَفِّی سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ [5] اور یہ فرشتے تقصیر رقصور نہیں کرتے اور جب وقت آپہنچتا ہے تو رُوح نکالنے میں تاخیر نہیں کرتے، یہ ربّانی نگرانی اور نگہبانی کی ایک کیفیت ہے ہر ذی شعور، ذی روح، انسان کی دُنیا میں سانس لینے کی تعداد مقدر رہے، ان سانسوں کے ساتھ جانے رُک جانے کا ایک وقت متعین ہے، لیکن اس کو انسان جانتا نہیں ہے لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کے علم میں وہ پہلے سے تحریر ثبت ہے لیکن انسان ہے کہ غفلت میں پڑا ہوا ہے، فرشتے جب رُوح قبض کرتے ہیں، اگر مرنے والا نیک ہوتا ہے تو اس کی روح کو عِلِّیِّین میں اور مرنے والا اگر اعمالِ بد کا مُرتکب ہوتا ہے تو اس کی روح کو سِجِّین میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ﴿ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴾ اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، تفاسیر میں لکھا ہے کہ جتنی جلدی ایک بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اتنی ہی جلدی حق تعالیٰ ان کا حساب کرے گا باوجود اس کے جن اور آدمی بکثرت

---

[1] ......عیب۔

[2] ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل۔

[3] ......وہ فرشتے جن کو ''کراماً کاتبین'' کہتے ہیں وہ بنی آدم کی نیکی اور بُرائی تحریر کرتے رہتے ہیں، ہر ایک انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں ایک داہنی جانب اور ایک بائیں جانب، نیکیاں داہنی جانب والا فرشتہ تحریر کرتا ہے اور بُرائیاں راعمالِ بد بائیں جانب والا لکھتا ہے اب یہ انسان کا کام ہے کہ راہ نیکی رراہ ہدایت اختیار کرے اور افعالِ بد اور بدی سے اجتناب کرے، کیونکہ آدمی کا ہر عمل، ہر فعل، ہر ہر حرکت لکھی جاتی ہے اور قیامت کے روز وہ ''نامۂ اعمال'' تمام خلق کے سامنے پڑھا جائے گا تو معصیت، گناہ اور بُرائیاں کس قدر تذلیل اور رسوائی کا باعث ہوں گی، العیاذ باللہ۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از احمد رضا خانؒ، سید محمد نعیم الدین)

[4] ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدین صاحبؒ

[5] ......یُفَرِّطُوْنَ. تَفْرِیْطٌ مصدر وہ کوتاہی نہیں کرتے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

Marfat.com

ہوں گے اور ان کے اعمال بھی بہت ہوں گے، پھر اتنی جلد/تیزی سے حساب کر لینا حق سبحانہٗ تعالیٰ کی کمالِ قدرت اور جمالِ قدرت پر دلیل ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

ایک مسلمان یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا خالق ہے اور ایک دن موت پا کر مر جانا ہے کیونکہ سورۂ انعام آیت نمبر ٦٠ میں ابھی ہم نے پڑھا "لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّى" تا کہ تمہاری عمر کی مُدت پوری کر دی جائے یعنی موت آ پہنچے سوٹے پا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی تمام تر زندگی کا حساب و کتاب پیش کرنا ہے تو متاعِ عزیز کے لمحات میں ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہونا چاہئے اس منطقی سوچ کا نتیجہ یہی تو ہے نا کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو حاکمِ حقیقی سمجھتا ہے اور اس منطقی عقیدہ کا استدلال یہ ہے کہ اس کرۂ ارض پر بندوں کے تمام اُمور اللہ جلّ شانہٗ کے حکم کے مطابق سرانجام پانے چاہئیں۔

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ﴾ کہہ تو دیجئے کہ کون شخص ہے جو رہائی دیتا ہے تمہیں۔ ﴿مِنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ﴾ [1] بیاباں کی تاریکی اور اندھیروں سے، رات اور غبار کی تاریکی سے۔ ﴿وَالْبَحْرِ﴾ اور سمندر/دریا کے اندھیروں کی شب کی بدلی اور نجار کی تیرگی سے، جنگلوں اور کشتیوں/ جہازوں کی سختی سے۔ ﴿تَدْعُوْنَهٗ﴾ پکارتے ہو تم اپنے نجات دینے والے کو۔ ﴿تَضَرُّعًا﴾ رُو رُو کر ظاہر میں۔ ﴿وَّخُفْيَةً﴾ اور پوشیدہ طور پر مخفی انداز میں۔ ﴿لَئِنْ اَنْجٰنَا﴾ [2] اور کہتے ہو اگر نجات دے اللہ تعالیٰ ہمیں۔ ﴿مِنْ هٰذِهٖ﴾ اس شدّت اور مصیبت سے۔ ﴿لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ البتہ ہوں گے ہم شکر ادا کرنے والوں میں سے نعمتِ نجات پر۔

یہ ایک نفسیاتی تجربہ کی بات ہے جو ہر فرد کو بشر کو درپیش ہوتا ہے کبھی وہ خود مشکلات کا شکار ہوتا ہے اور کبھی وہ مصائب و آلام میں گھرے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہے خشکی ہو کہ سمندر ہر صورت میں انسان اس نوعیت کی مشکلات میں پھنس جاتا ہے، خشکی اور سمندر کی غیبی واقعات پر پوری دُنیا کے لوگوں کی نظر لگی ہوتی ہے ان کو بھی ظلمات کہا جاتا ہے اس کٹھن گھڑی میں انسان عجز و انکساری اور یکسوئی کے ساتھ باری تعالیٰ کے سامنے دستِ دعا دراز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

﴿وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ﴾ [3] ہر ہر رنج و غم سے جو ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ پھر اس کے بعد تم شرک کرتے ہو اور جو عہد تم نے کیا تھا وفا نہیں کرتے۔ یہاں انسانوں کو یہ صورت حال باور کرائی جا رہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر فضل و کرم کر کے ان رنج و بلا سے اور مایوسی کی تاریکی سے نکال لیتا ہے تو پھر اس کو بھول جاتے ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک جانتے ہو، سوچو تو سہی کس قدر بھول ہے تمہاری۔ ﴿عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ﴾ اس بات پر کہ بھیجے تم پر۔

﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ [4] عذاب تمہارے اوپر سے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے طوفان آیا تھا یا حضرت

---

1. ظلمات سے مُراد مصائب اور مُشکلات ہے۔
2. اَنْجٰنَا اُس نے ہم کو بچالیا، اَنْجٰى سے فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔
3. کَرْبٌ کا معنی ہے شدید غم۔
4. فَوْقِکُمْ اور تَحْتِ کے جو الفاظ آیت میں آئے ہیں ان کی تفسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فوق سے مراد ظالم حاکم اور تحت کے معنی کمینے اور بدکار کے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر برسے تھے۔ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ یا عذاب نازل کرے تمہارے قدموں کے نیچے سے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اہلِ فرعون دریا میں غرق ہو گئے، اور قارون کہ زمین میں دھنس گیا، بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ عذاب اوپر سے مُراد حکّام ظالم ہیں اور نیچے کا عذاب غلام اور خدمت گار، بدمعاش ہیں یا اوپر کے عذاب سے مراد قوم کے بزرگ لوگ ہیں اور نیچے والا عذاب قوم کے چھوٹے لوگ ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

عذاب کی مختلف شکلیں ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات سے نافرمانی کر کے انسان امن وسکون کی زندگی پا نہیں سکتا، کبھی بَرق تپاں کرتی ہے کہیں کہیں طوفان بادِ باراں آگھیرتا ہے کہیں تو اثر سے مُوسلا دھار بارش، قہرِ خداوندی کی صورت میں قیامت برپا کئے ہوئے ہے۔ [1] کہیں زلزلے کی یلغار نے شہر کو کھنڈرات بنا دیا ہے اس کے علاوہ شدید عذاب کی نوعیت یہ بھی ہے کہ قوم میں انتشار اور بے اتفاقی کی لہر نا چاکی کی فضا پیدا کر دے، ''فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں'' کے مِصداق افراد فرقوں میں مُنقسم ہیں۔ پاکستانی زمین جون ۲۰۰۷ء میں عدلیہ کا بحران، سیاسی کش مکش، ظلم وتشدد، سیاسی ناہمواری، اقتصادی اور معاشی بحران۔ کراچی میں قتل گری ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء یہ سب کچھ کیا ہے کسی عذاب سے تو کم نہیں۔

﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ اور تمہیں گروہ در گروہ بانٹ کر ایک دوسرے کی قوت اور طاقت کا مزہ چکھائے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کی ایک نوعیت یہ بھی ہے کہ یہ عذاب انسانوں کے خود اپنے ہاتھوں سے معرِض وجود میں آیا ہے یہ گروہ باہمی طور پر دست وگریبان ہو جاتے ہیں، جماعتوں اور سیاسی تحریک سے وابستہ ہو جاتے ہیں ان میں ایک طویل دشمنی قائم ہو جاتی ہے ان میں سے ایک جماعت / فرقہ دوسرے کے لئے بلائے جاں ہوتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر ظلال القرآن سید قطب شہیدؒ)

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے تین دُعائیں مانگی ہیں۔

۱)......میری اُمّت غرق کے ذریعہ ہلاک نہ کی جائے۔

۲)......عام قحط کے سبب اس کی تباہی نہ ہو۔

۳)......آپس میں باہم اُن کی لڑائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی دو دُعائیں مستجاب فرمالیں اور تیسری دعا سے مجھے رُوک دیا گیا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

گویا رَبِّ جَلیل کو اس بات کا پتہ / علم تھا کہ اُمت محمدیہ میں بھی اختلاف، انشقاق پیدا ہوگا اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکار، نافرمانی اور قرآن وحدیث سے اعراض ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری اُمت بھی اس صورت سے بچ نہ سکے گی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔ ﴿يَفْقَهُوْنَ﴾ فِقۃ وہ سمجھیں فعل مضارع مرفوع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

---

[1] ......طوفان بلوچستان کے ساحلی علاقوں سے ٹکرا گیا ۱۵ ہلاک اور ۲۶۶ ماہی گیر ۱۹ / لانچیں لاپتہ ایک خبر ماخوذ روزنامہ جنگ ''کراچی'' مؤرخہ ۲۷ جون ۲۰۰۷ء۔

تشریح و توضیحات آیت ۶۱ تا ۶۵

آیت نمبر ۶۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کامل اختیار اور مکمل غلبہ حاصل ہے بلکہ یوں کہیے بندہ تو بہر نوع کمزور، ضعیف اور محتاج ہے اور باری تعالیٰ کا یہ اعجاز اور کرم ہے کہ اس پر نگران فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ایسے فرشتے جو ہماری ایک ایک جُنبش اور ایک ایک حرکتِ عمل پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہر لحہ، ہر حرکت اُمور کا اندراج محفوظ کرتے رہتے ہیں اسی طرح حفاظت باری تعالیٰ میں اور اپنی حیات کی ساعتوں کی منزل طے کرتا ہے اور جب پیامِ لقمہ اَجل آتا ہے تو وہ فرشتے بھی موت کے فرشتوں سے تعاون کرتے ہیں اور کبھی تساہل اور کوتاہی نہیں کرتے ، جس مقام پر، جس انداز پر، جس طرح اُس کا حکم ہوتا ہے اُس کی جان قبض کر لیتے ہیں ہر فرد و بشر کی موت کا وقت تحریری طور پر لکھا ہوا ہے لیکن انسان سخت ترین غفلت کا شکار ہے۔ حالانکہ آیت نمبر ۱ سورۃ الانبیاء پارہ نمبر ۱۷ اِقْتَرَبَ میں اس غفلت کے بارے میں ارشادِ ربی ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ

''انسانوں کے حساب کی گھڑی قریب تر آ گئی ہے، محاسبہ کا وقت آ گیا ہے اور یہ غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کئے جا رہے ہیں۔''

آیت نمبر ۶۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ موت درحقیقت مالکِ حقیقی کے حضور واپسی کا عمل ہے حکم صادر کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اسے حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی روح کے قبض ہونے کے بعد انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مُحاسبہ کرنے میں تاخیر نہیں ہوتی ایک ہی لحظہ عمرِ عزیز کا کافی ہے وہ ایک لمحہ میں آدمی کی بھلائی، بُرائی واضح کر دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں روح قبض کرنے والے فرشتے کے لئے صیغۂ جمع استعمال کیا گیا ہے جس سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ روح نکالنے والا ایک فرشتہ نہیں، کئی ہیں چنانچہ اس بات کی وضاحت آیت ۴۲ سورۃ الزمر پارہ نمبر ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربی ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا

''اور اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت انسان کی روح کو قبض کر لیتا ہے اور جو ابھی مرا نہیں اس کی روح نیند کی حالت میں اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔''

آیت نمبر ۶۳ میں بتایا جا رہا ہے کہ جب تم غم و آلام میں گھر جاتے ہو اور بسا اوقات سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں یا صحراؤں کے نغمہ زن سکوت میں کھو جاتے ہو تمہیں کون اس مشکل اور مصیبت سے نجات دیتا ہے، ایسی صورت حال میں انسان چپکے چپکے دیدۂ غمناک سے خاموشی میں، تنہائی میں، گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری کے ساتھ اپنی احساسِ پشیمانی اور اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اور سچی توبہ کرتا ہے اور اس کا منظر اور پسِ منظر یہ ہوتا ہے کہ حفیظ جالندھریؒ کے الفاظ میں ۔

ع　میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں　　میرے اللہ میری توبہ ہے

پھر اقرار و عہد ہوتا ہے اے اللہ میری خطاؤں کو معاف فرما دے، اس بلا سے نجات مل جائے تو پھر ہو گا یہ کہ تیرا شکر گذار

Marfat.com

بندہ ہو جاؤں گا۔

آیت نمبر ٦٤ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو ہر نجات دیتا ہے مصیبت سے بھی اور دوسری ہر تکلیف سے لیکن پھر تم شرک کرنے لگتے ہو دو اُمو غور طلب ہیں ایک تو یہ کہ جب انسان آلام روزگار میں پھنستا ہے اور مصیبت کے گرداب میں گھر جاتا ہے تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے یہ اس بات کا عملی اور بیّن ثبوت ہے کہ فطرتِ انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اعتماد ہی اس کے اندر جا گزیں ہے۔ دوسرے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہاں شکر اور شرک کی دو تقابلی صورتیں ہیں جس سے یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ شرک یہی کچھ نہیں ہے کہ آدمی بتوں کی پرستش کرے بلکہ وہ کبر اور غرور بھی شرک ہے جس میں مبتلا ہو کر انسان اپنی مزاج کے مطابق من مانی کرنے لگ جاتا ہے یہ حالت شکر کی ضد ہے۔ (بحوالہ تفسیر تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت نمبر ٦٥ میں بتایا جا رہا ہے کہ اس حقیقت کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ جس طرح تم خطرات اور اُفتاد میں مُبتلا ہو کر ربِّ جلیل کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کرو گے اور اللہ اور اس کی رحمت و انعام کو فراموش کر دو گے، تو یہ بات ذہن رسا میں جا گزیں کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عتاب آنا ہی آنا ہے اللہ کی قبضۂ قدرت ہی میں تو سب کچھ ہے۔ یا تو آسمان سے تم پر کوئی آفت نا گہانی آ جائے، بارش کی کثرت کا عذاب ہو یا پتھر کا عذاب آ جائے، یہ نہ جانو کہ اگر آج مسرت و شادمانی کے دن ہیں اور زندگی میں سکونِ قلب اور اطمینانِ زندگی کا لطف حاصل ہے تو پھر کسی کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ نہیں ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے تمہارے اوپر پتھر برسا دے جب چاہے طوفان بادِ باراں سے ہمکنار کر دے، تمہارے قدموں کے نیچے، زلزلہ، سیلاب یا اور کوئی آفتِ ارض وسما بھیج دے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ تمہیں باہم گروہ در گروہ، قوم در قوم، باہم ٹکرا دے۔ یا آپس میں نفاق اور تفرقہ ڈال دے اور تم سب آپس میں لڑنے لگو، سابقہ اُمتوں میں اُن کے اعمالِ بد کے سلسلے میں شدید عذاب نازل ہوتا تھا۔ "ملت اسلامیہ پر" آپس کی رنجشیں اور بداعمالیوں کے سبب پھوٹ کا عذاب آتا ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف راوی حضرت جابرؓ)

آیت ٦١ تا ٦٥ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر غالب اور برتر ہے، یہ تو بشر کے لئے سعادت ہے کہ انسان کے اعمال اور جان کی نگرانی کے لئے فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو ہماری حیات کے وجدان کو بھی دیکھتے ہیں جب کسی کی موت واقع ہونے والی ہوتی ہے تو یہی فرشتے رُوح کو قبض کرتے ہیں اور اس میں ذرا بھر تامل اور تاخیر نہیں کرتے، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ فیصلہ تو اللہ ﷻ کا ہی ہوگا اور کسی میں بھی اتنی توانائی نہیں کہ کوئی اس میں دخل دینے کی جرأت کر سکے، اور باری تعالیٰ تو بہت جلد حساب لے لے گا۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق علمِ غیب اور قدرت عامہ مطلقہ صرف اور صرف باری تعالیٰ کی خاص خوبی ہے کوئی مخلوق اس میں شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس خزانے غیب کے، کشف و الہام یا وحی کے نزول سے اگر باری تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو آئندہ وقوع پذیر ہونے والے کی خبر دے دی تو قرآنی اصطلاح میں علمِ غیب نہیں رہا۔ کشف کا جو علم ملا، وہ غیب کی حد سے نکل گیا اس کو قرآن میں غیب کے بجائے اَنباء الغیب بتایا گیا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

Marfat.com

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۭ﴿٦٦﴾

اور اُسے (اس قرآن کو) جھٹلایا آپ کی قوم نے ، حالانکہ یہی حق (سچ) ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے میں تمہارا ذمہ دار نہیں۔(٦٦)

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

ہر ایک خبر کے اظہار کا ایک وقت مقرر رمتعین ہے اور عنقریب تم اس کو جان جاؤ گے رجلد ہی تم کو پتہ ہو جائے گا۔(٦٧)

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

اور (اے سماعت کرنے والے) جب آپ اُنہیں دیکھیں کہ وہ لوگ جو ہماری آیات میں نکتہ چینی اور بے ہودہ گفتگو کر رہے ہیں تو اُن سے کنارہ کشی اختیار کرلیں ، یہاں تک کہ کسی اور بات میں اُلجھنے لگیں رمصروف ہو جائیں ، اور اگر کہیں شیطان آپ کو بُھلا دے تو یاد آ جانے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھیے۔(٦٨)

وَمَا عَلَي الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کر رکھی ہے اُن پر ان لوگوں (کافروں) کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے ، البتہ نصیحت کرنا اُن کے ذمے ہے شاید کہ وہ باز آ جائیں رتقوٰی اختیار کرلیں رغلط روی سے بچ جائیں۔(٦٩)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور چھوڑ دے ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل تماشا بنالیا ہے اور اُنہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مُبتلا کر رکھا ہے ہاں مگر قرآن سنا کر پند و نصیحت کرتے رہو۔تاکہ کوئی ہلاک نہ ہو جائے اپنے کرتوتوں کے وبال میں پھنس نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا اور سفارش کرنے والا نہ ہو اور اگر وہ معاوضہ راُجرت بدلے میں دے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کے سبب گرفتار ہوئے ہیں رپکڑے گئے ہیں اُن کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے اس کُفر کے سبب جو وہ کرتے ہیں۔(٧٠)

الفاظ و معانی آیت ٦٦ تا ٧٠

﴿ وَكَذَّبَ بِهٖ ﴾ اور یہ جھٹلاتی ہے اس عذاب اور قرآن کو۔ بِہٖ کا مرجع قرآنِ کریم ہے یا عذاب ہے۔(بحوالہ فتح القدیر)

﴿ قَوْمُكَ ﴾ آپ کی قوم مُراد کفارِ قریش ہیں۔﴿ وَهُوَ الْحَقُّ ﴾ اور وہ عذاب رکتاب حق اور سچ ہے۔

﴿ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے میں نہیں ہوں تم پر وکیل ، تمہارا جو کچھ طرزِ عمل ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں ، اس اندازِ تخاطب سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے کے دلِ حزیں کو ایمان و یقین کے نُور سے منوّر

کرنے کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اگر چہ ایک داعی کی تمام قوم اور پورا معاشرہ سچائی کی تکذیب کر دے تب بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ حق کا غلبہ برقرار رہے گا کیونکہ حق کے بارے میں فیصلہ کا اختیار نااہل جاہلوں کے اختیار میں نہیں۔ یہ کام صرف باری تعالیٰ کا ہے وہ حق اور باطل کے مابین فیصلہ کرے۔﴿ مُسْتَقَرٌّ ﴾ ہر شے کے وعدہ وعید کی ایک گھڑی مقرر ہے وقت مقررہ پر وہ چیز قرار پاتی ہے اور ہر ایک عمل کی جزا ہے۔﴿ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اور قریب ہے کہ تم اسے جان لو گے۔ رسولوں کا فریضہ تو اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے جب وہ پیغام پہنچا دیا کریں اور اس کو سمجھا دیا کریں باقی ذمہ داری اُن کی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے میرا یہ مَنصب نہیں کہ تمہارے حق کو جھٹلا دینے پر خود عذاب نازل کروں یا اس کے وقت اور کیفیت حالات سے آگاہ کروں میرا کام ہر خیر کی خبر کا اظہار کرنا ہے۔

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ ﴾ اور جب آپ ﷺ دیکھیں ان لوگوں کو جو تکذیب کریں تمسخر کے ساتھ۔﴿ یَخُوْضُوْنَ ﴾ ❶ اور گفتگو کرتے ہیں۔﴿ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ﴾ ہماری آیات میں جو کہ قرآنی ہیں اور اس پر طعن کرتے ہیں۔

﴿ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ﴾ آپ اُن سے کنارہ کش ہو جائیں۔ ❷ ﴿ فَلَا تَقْعُدْ ﴾ پھر نہ تو بیٹھے تو اُن کے پاس۔ تَقْعُدْ تو بیٹھ رہے۔ قُعُوْدٌ سے جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ محفل اور مجلس یہاں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے ساتھ ٹھٹھہ رتمسخر کیا جائے شرکت نہ کرو کیونکہ سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے۔ قوم الظّٰلمین سے مُراد مُشرک ہیں۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ جلد دوئم)

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو لوگ آیاتُ اللہ یعنی قرآن پر ناحق نکتہ چینی کرنے میں مصروفِ عمل ہیں وہ تو اپنے آپ کو عذاب پانے کا مستحق بنا رہے ہیں تو اے لوگو! تم لوگ اس سے رسمِ دوستی رالتفات بڑھا کر اُن کے زمرہ میں شامل ہو کر موردِ عذاب نہ بن جانا، ایک مؤمن کی حمیت اور غیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسی محفل سے بے اعتنائی برتے اور دور رہے اور اگر کبھی بھول کر شریکِ محفل ہو گیا تو وہاں سے اُٹھ جائے اس میں اُن کی عاقبت کی بھلائی اور دین کی سلامتی کی عملی تشکیل اور نصیحت ہے۔

﴿ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ اُن کے حساب میں سے کسی شے کی اہلِ تقویٰ پر کوئی ذمہ داری نہیں اس سے مُراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دامن بچا کر کام سرانجام دیتے ہیں اُن پر نافرمانوں

---

❶ ......لفظ یَخُوْضُوْنَ خوض اس کا مادہ ہے جس کے دراصل معنی پانی میں اُترنے کے ہیں یا پانی سے گذر جانے کے ہیں، بیہودہ اور فضول کاموں میں شمولیت کو بھی خوض کہا جاتا ہے اس لئے خوض کی آیات کا ترجمہ اس مقام پر عیب جوئی اور جھگڑا کرنا، فضول بحث و تکرار کیا گیا ہے مفہوم یہ مُراد ہے کہ جب آپ ﷺ دیکھیں کہ آیات کلام میں لوگ محض تمسخر اور مذاق کے لئے شریکِ گفت و شنید ہیں تو آپ ﷺ اُن سے اپنا دامن بچالیں۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوم مفتی محمد شفیعؒ)

❷ ......وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے، بھول اور نسیان تو انسانی فطرت کا خاصا ہے تو جب ذہن رسا میں یاد آجائے اسی وقت اس مجلس سے ترکِ تعلق کر لیا جائے یاد آجانے کے بعد وہاں موجود رہنا گناہ ہے۔ اس آیت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ گناہ کی محفل والوں سے کنارہ کش ہو جائے اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ وہاں سے اُٹھ جانا چاہیے۔ (بحوالہ تفسیر کبیر، امام رازیؒ) احکام القرآن میں امام جصاص رقمطراز ہیں اس آیت سے پتہ یہ چلا کہ ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی بہتر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور شریعتِ اسلام کے خلاف گفتگو ہو رہی ہو۔

Marfat.com

کے کسی عملِ مخفل کی ذمہ داری نہیں، سیدھی بات یوں سمجھ لیجئے کہ جولوگ احتیاط برتنے والے ہیں اگر وہ اپنے کام کے سلسلے میں مسجدِ حرام میں جائیں تو شر پسند لوگوں کے افعالِ بد کی کوئی ذمہ داری نہیں، یعنی لغو گفتگو کا محاسبہ اُنہیں سے نہیں ہوگا۔

﴿ وَلٰكِنْ ذِكْرٰى ﴾ البتہ یہ ضرور ہے کہ حق بات اُن تک پہنچائیں۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ تاکہ وہ بھی راہِ تقویٰ پر ہیزگاری اختیار کریں، تاکہ نصیحت پاکر صحیح سمت کی راہ پالیں، اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ''پند اور نصیحت اور حق کے اظہار کے لئے اُن کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔'' (بحوالہ کنزالایمان فی تفسیر القرآن مولانا احمد رضا خانؒ، نعیم الدین مراد آبادی)

﴿ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ﴾ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو جو بناتے ہیں۔ ﴿ دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا ﴾ اپنے دین کو مشغلہ اور کھیل۔ ذَر، تو چھوڑ دے وَذَرٌ سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے ترکِ تعلق کر لیجئے جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب سمجھ رکھا ہے۔ غالب کی زبان میں ''تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں'' کے مصداق اُنہوں نے دین کو کھیل و تماشا بنا رکھا ہے اسے متانت کے ساتھ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ گویا ایک تو وہ لوگ ہوئے جنہوں نے دین کو دل لگی بنالیا ہے اور اس کا استہزاء / مذاق تمسخر کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اقبال کی زبان ''بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نا اُمیدی'' کے مصداق اُنہوں نے اصل دین کو چھوڑ کر لہو و لعب کو اپنا شعار بنالیا ہے۔

﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اُنہیں دنیاوی زندگی نے، گویا دنیا کی چند روزہ حیات نے غرور اور فریب میں مُبتلا کر رکھا ہے۔ اور فکرِ آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں، کس قدر ناداں ہیں یہ لوگ کیا اُنہیں آخرت کا خیال اور قیامت کے وقوع پر یقین نہیں۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو پکڑے گئے ہیں تباہ ہوگئے اپنے کرتوتوں کے سبب، ﴿ تُبْسَلَ ﴾ گرفتار ہو جائے۔ اِبْسَالٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اُبْسِلُوْا ﴾ پکڑے گئے۔ اِبْسَالٌ سے معنی ہوئے قہر اور غلبہ سے گرفتار کرنے اور محروم کرنے کے ہیں۔ فعل ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ اُن کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور المناک عذاب ہے۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ اس لئے کہ وہ کُفر کرتے تھے۔ چونکہ اُنہوں نے کُفر کی راہ اختیار کی اس لئے دردناک عذاب ان کا مقدر رہے یہ عذاب اس کے کُفر کا ثمر ہے اور نتیجہ ہے جو روش ان لوگوں نے اختیار کی۔

تشریح و توضیحات آیت ٦٦ تا ٧٠

آیت نمبر ٦٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اور عذاب موعودہ کی تکذیب کی، تو حقیقت احوال تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ صادق اور حق ہے رسول کا کام تو ہدایت کو پہنچا دینا ہے میرا کام تو دعوت دین کی تبلیغ کرنا ہے، تمہارے قلوبِ عمل کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے اسی موضوع سخن کا اظہار آیت ٢٩ سورۃ الکہف پارہ (١٥) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ میں بیان کیا گیا ہے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

''اور آپ ﷺ اعلان کر دیجئے کہ یہ سراسر برحق قرآن ہے تمہارے اللہ کی طرف سے پس جو چاہے ایمان لائے

Marfat.com

اور جو چاہیے راہِ کفر اختیار کرے۔"

اب ہر فرد و بشر اپنے انجام کو سوچ لے اور اچھی طرح جان جائیے، میں تو صرف قرآن کی تعلیمات سنانے اور سمجھانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

آیت نمبر ۶۷ میں بتایا جا رہا ہے کہ ہر خبر کے خبر ہونے، وقوع پذیر ہونے کی ایک ساعت مقرّر ہے جب وہ گھڑی قریب تر آجائے گی تم کو خود اس بات کا علم ہو جائے گا، اہلِ کفر تو گمان کیا کرتے تھے کہ جو ڈرانے کی اطلاع دی جا رہی ہے یہ خوف دلانے کا ایک شوشہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ وہم و گمان کا خاصا ہے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے اپنے وقت مقرّر پر عیاں اور نمایاں ہو جائے گی پھر تو تم اس حقیقت کو خود پہچان لو گے کہ وہ کہاں تک سچ ہے۔

آیت نمبر ۶۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر کیا جا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے انحراف کیا جا رہا ہے تو اُن سے کنارہ کشی اختیار کر لو، یہاں تک کہ دیگر گفتگو میں مصروف و مشغول ہو جاؤ، قرآن کے وقار اور تقدّس کو پامال ہوتے دیکھو تو اس سے ہٹ جاؤ، جو لوگ قرآن کی تحقیر کا ارتکاب کرتے ہیں اس کو غلط انداز میں اپنی خواہش نفس کے مطابق معنی و مفہوم کو بتاتے ہیں تو اُن سے بیزاری کا سلوک رکھتے ہوئے الگ ہو جانا چاہیئے، اگر کبھی شیطان تمہیں بھلا دے اور جب یاد آجائے تو ان ظالم لوگوں کی مجلس میں شریک ہونے سے اجتناب کرو۔ چنانچہ اسی بات کا اظہار آیت نمبر ۱۴۰ سورۃ النساء پارہ (۵) وَالْمُحْصَنٰتُ میں آیا ہے۔

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا

"کہ جب بھی تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور کلام اللہ کی آیات کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہے تو اُن کے ساتھ ہرگز مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں لگ جائیں۔"

آیت نمبر ۶۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ باری تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اُن پر اُن لوگوں کے حساب اور اکتسابِ عملی کی کوئی ذمّہ داری نہیں ہے البتہ اس بات کی یقین دہانی اور یاد دہانی کر دینا کافی ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرا کریں، اسلامی طرزِ معاشرت میں رنگ، نسل، اور قومیّت کی کوئی اہمیّت نہیں پرہیزگار اہلِ ایمان ایک اُمّت ہیں اور ظالم اور شرک کرنے والے الگ ایک قوم ہے۔ ظالموں کے حساب کے بارے میں پرہیزگاروں کی کوئی پکڑ نہیں، یہ تو ایمان کی علامت کا احساسِ عمل ہے کہ وہ ظالم لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنی جدوجہد کرتے رہیں تاکہ ظالم اور مشرک بھی ایمان کی روشنی سے فیضِ کرم حاصل کر لیں اور دعوت دینے والے اور نصیحت کرنے والا اجر کا مستحق ہو گا۔

آیت نمبر ۷۰ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے دُور رہنے اور کنارہ کش ہونے کی ضرورت ہے جنہوں نے اس دین کے ساتھ ہنسی مذاق کو اپنا شعار سمجھ لیا ہے اور اُنہیں گیتیٔ کائنات کی نیرنگی حیات نے دھوکہ میں مُبتلا کر رکھا ہے اُنہیں اس بات کی تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ جو کچھ بُرائیاں اپنے دامن میں سمیٹ رہے ہیں ان کا وبال اُن کی جان و نفس پر ہو گا وہ ساعت قریب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے اور ربِّ جلیل کے سوا اُن کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہو گا اور نہ کوئی کارساز، رہے وہ لوگ جو اپنے دین کے ساتھ مذاق کا کھیل کھیلتے رہے اور صنم کدۂ کائنات میں کھو گئے اور چند روزہ حیات کی تابانی میں گُم ہو گئے۔

Marfat.com

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾

اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پرستش کریں، جو نہ ہم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں اور ہم دین سے اُلٹے پاؤں پھر جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی، کیا ہم مثل اس شخص کے ہو جائیں جیسے شیاطین نے صحرا میں بے راہ کر دیا ہو/ بھٹکا دیا ہو، اور وہ شخص پڑا ہو، حیران کہ نہ راہ جانتا ہو، نہ کچھ تدبیر کر سکتا ہو اور اس کے رفیق اس کو بُلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ، ہدایت کے لئے۔ اے محمد (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! اصل ہدایت / رہنمائی، اللہ تعالیٰ کی ہی ہدایت اور راہنمائی ہے / وہی ہے دین صحیح اور راہ سیدھی اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے رَبّ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں / مطیع ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے۔ (۷۱)

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٢﴾

اور یہ کہ نماز قائم کرنے کی پابندی کرو اور ڈرو اُس سے جس کی طرف تم سب اکٹھا کئے جاؤ گے۔ (۷۲)

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾

اور وہی ہے جس نے پیدا کئے زمین و آسمان حق ظاہر کرنے کے لئے اور جس دن وہ کہے گا ہو جا پس وہ چیز ہو جائے گی اور اُس کی بات سچ اور حق ہے اور ساری بادشاہت اُسی کی ہے جس دن صُور پھونکا جائے گا وہ پوشیدہ چیز کا اور ہر ظاہر شے کا جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (۷۳)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾

اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اپنے والد آذر سے، کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو، بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو دیکھتا ہوں کُھلی گمراہی میں۔ (۷۴)

وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾

اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام کی تمام / ساری بادشاہی زمین و آسمان کی دیکھا دی تا کہ وہ کامل یقین رکھنے والوں میں ہو جائیں۔ (۷۵)

الفاظ و معانی آیت ۷۱ تا ۷۵

﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اے محمد (ﷺ) کہہ دیجئے کیا میں عبادت کروں غیر اللہ کی [1]، یعنی میں قطعی عبادت نہ

[1] ...... "غیر اللہ سے یہاں مُراد "بُت خانے" اور آستانے بھی ہیں، شجر و سنگ / پتھر کے صنم بھی ہیں رُوحانی مخلوق اور فرشتے بھی ہیں انسان اور شیطان بھی ہیں، یہ سب کے سب اس لحاظ سے مساوی ہیں اُن کے قبضے میں کسی کا نفع و نقصان نہیں ہے، نفع اور خسارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقدیر کے مطابق عیاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔" (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوم سید قطب شہیدؒ)۔

Marfat.com

کروں گا۔

﴿ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا ﴾ اس چیز کی جو نہ فائدہ پہنچائے ہمیں اور نہ نقصان پہنچائے ہمیں۔ ﴿ نَدْعُوْ ﴾ دُعَاءٌ اور دَعْوَةٌ سے مصدر ہم پکاریں قواعد کے مطابق مضارع جمع متکلم، اہلِ کُفر کی تو یہ کوشش ہوتی تھی کہ مسلمان دینِ اسلام سے رُوگردانی کر کے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب پھر اپنا لیں، رسول اللہ ﷺ کو باری تعالیٰ کی طرف سے تلقین وحکم دیا جارہا ہے کہ یہ خیال وگمان وہ اپنے دل سے نکال دیں اور اُنہیں صاف صاف بتادیجئے کہ تم نے جن لوگوں کی رغیر اللہ کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنالیا ہے وہ تمہارے فائدے اور خسارے کے مالک ہی نہیں ہیں، پھر تم ان لوگوں کو کیوں صدا دیتے ہو۔

﴿ وَنُرَدُّ ﴾ اور کیا پھر جائیں ہم۔ ﴿ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا ﴾ اوپر اپنی ایڑیوں کے، کیا ہم مُرتد ہو جائیں اور شرک کی طرف رُجوع کریں۔ ﴿ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی اسلام کی طرف اور کُفر وگمراہی ر ضلالت کے قید خانہ سے نجات دی، اگر ہم دینِ حق سے پھر جائیں۔ ﴿ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ ﴾ تو پھر ہو جائیں گے اس شخص کی مثل جسے لے گئے ہوں شیطان۔ ﴿ فِی الْاَرْضِ ﴾ زمین میں۔ مفہوم ہے شیطان لے جائیں ایسے بیابان میں جو سیدھی راہ سے دُور ہو اور وہ شخص پڑا ہو۔ ﴿ حَیْرَانَ ﴾ حیران کہ نہ راہ جانتا ہو، اور نہ کچھ تدبیر کر سکتا ہو۔ ﴿ اَصْحٰبٌ ﴾ اس شخص کے دوست اور مصاحب ہیں کہ شفقت کی راہ سے۔ ﴿ یَّدْعُوْنَهٗۤ ﴾ وہ پکارتے ہیں اُسے۔

﴿ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ﴾ سیدھی راہ کی طرف اور کہتے ہیں آ ہمارے پاس! اور شیطان اسے اپنی طرف بُلاتے ہیں اور وہ اَمرِ حال سے تردّد میں مُبتلا ہے کہ میں شیطانوں کی طرف مائل ہوں یا اپنے ساتھی اور رفیق کی طرف جاؤں اور اب اگر وہ شیطان کا کہا مانتا ہے تو ہلاکت میں پڑتا ہے اور اگر اپنے ساتھیوں کی بات مانتا ہے اور سُنتا ہے تو نجات پاتا ہے۔

اس تمثیل کی صورت اسباب یہ ہے کہ جو شخص مُرتد ہو گیا گویا وہ شخص لشکر شیطان میں ہے اور وہ مؤمن لوگ ہیں جنہیں صراطِ مستقیم دکھایا جاتا ہے اور فیصلہ کُن حکم دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ ﴿ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ ﴾ بے شک دین اللہ تعالیٰ کا ہے یعنی اسلام۔ ﴿ هُوَ الْهُدٰى ﴾ وہی دین صحیح دین اور سیدھی راہ ہے اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ فیصلہ کُن بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ہی حقیقی راہنمائی ہے۔ ﴿ اِسْتَهْوَتْهُ ﴾ اس نے اس کو راستہ بھُلا دیا۔

﴿ اِسْتَهْوَتْ ﴾ اِسْتَهْوَاءٌ کے معنی فریفتہ کرنے راستہ بھُلا دینے کے ہیں۔ قواعد کے مطابق فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اِسْتَهْوَتْهُ ﴾ سے مُراد ہے۔ زُیِّنَ لَهُ الشَّیْطَانُ هَوَاہُ شیطان نے جس کی نفسانی خواہش کو آراستہ اور پیراستہ کر دیا اور وہ اس پر فریفتہ ہو کر حق کا ساتھ چھوڑ کر باطل کی اتباع میں مصروفِ عمل ہوا ﴿ حَیْرَانَ لَهٗۤ ﴾ سراسیمہ پھر رہا ہو۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)۔ ﴿ اَصْحٰبٌ ﴾ ساتھی، رفیق، دوست۔ صَاحِبٌ اس کا واحد ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ ائْتِنَا ﴾ ہمارے پاس، ہم پر لے آئے۔ آیت سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاتَّقُوْهُ ﴾ اُس سے ڈرو فعل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾ اور وہی تو ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین حق ظاہر کرنے

Marfat.com

کو، اس واسطے کہ اُس کے مصنوعات اور مخلوقات اُس کی قدرت اور وحدانیت پر دلیل ہے، حق کے ساتھ پیدا کیا، ان کو عبث اور بے فائدہ کھیل کُود اور تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ ایک خاص حصولِ مقصد کی تکمیلِ عمل کے لئے کائنات رنگ و بُو کی تخلیق معرضِ وجود میں آئی ہے اس لئے خالقِ کائنات اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ ذرّا اس بات پر سوچو تو سہی تمہارے بے بس، باطل معبود، لائقِ عبادت اور لائقِ پرستش نہیں ہیں بلکہ عبادت تو اُس ذاتِ اقدس کی کرنی چاہئے جو صفات اور کمالات میں یکتا اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کائنات میں آپ جس سمت بھی زاویہ فکر ونظر سے دیکھیں تو آپ کو اللہ ﷻ کی حکمت کے جلوے نظر آنے لگیں گے۔ ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ ﴾ اور یاد کرو وہ دن کہ اللہ کہے گا یعنی ہر چیز کو جس کا ہونا چاہے گا اُس کو حکم دیا جائے گا۔ ﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ہوجا "پس وہ چیز ہوجائے گی" اس سے قیامت کا دن مُراد ہے اور ہونا مُردوں کو زندہ کرنا اور ان کا حشر ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدین ۱۸۸۷ء)

﴿ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ اور اسی کی بادشاہی ہے جس دن صُور پھونکا جائے گا۔ صُور ایک کرن ہے۔ ❶ تم قرار پکڑو، ٹھہرو، علامہ زمخشری نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالہ سے نقل کیا یہ قَار، یُقَارُ، قَوْرًا سے امر ہے۔ جیسے خَوف سے خَفَنْ، قَوْرًا کے معنی جمنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ "اسرافیل علیہ السلام اسے منہ میں لئے پیشانی خم کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں، جب اُنہیں کہا جائے گا تو اس میں پھونک دیں گے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر)

جب حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی بار صُور پھونکیں گے تو زندہ اشیاء/اجسام موت کی نیند ہوجائیں گے جب دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو ہر شے زندہ ہوکر باری تعالیٰ کے حضور حاضر ہوجائے گی۔

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ ﴾ اور ابراہیم کو یاد کیجئے، آپ ﷺ اہلِ مکّہ کے واسطے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ❷ کہ یہ لوگ اُن کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں گویا عرب کے مُشرک اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت وجلال و جمال اور رسالت کے قائل تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا تصور کرتے اب تم اسی دین کے مقصدِ حیات سے بالکل بیگانہ ہوگئے ہو بلکہ اُس گمراہی کو اپنا دین سمجھ بیٹھے ہو جس کو مٹانے کے لئے جدِّ امجد تمام عمر جدوجہد کرتے رہے اور جن بُتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ میں کودنا پسند کیا "کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق" کے مصداق، یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ تم بُتوں کی پُوجا کرنے میں محو تماشا بنے ہوئے ہو اور دینِ حنیف کی دعوت کی طرف تم کو بلایا جاتا ہے تو غضب ناک ہوکر رسولِ برحق سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہو حالانکہ تم اُن کی پیروی کرتے ہوئے دعوتِ توحید قبول کرنے کا عزم کرنا چاہئے۔

کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ﴿ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ﴾ اپنے والد آذر سے، تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

❶ ...... الصُّورِ قرن ینفخ فِیہِ صور ایک قرن ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (بحوالہ ابوداؤد اور ترمذی شریف)

❷ ...... یہاں حضرت خلیل اللہ کا قصہ کا ذکر اس بات کی تائید اور شہادت کے لئے بتایا جارہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت آج رسول اللہ ﷺ نے اور اُن کے ساتھیوں نے شرک کا انکار کیا اور باطل معبودوں سے منہ مُوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے آگے اطاعت کے لئے جھک گئے۔ کل یہی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کرچکے ہیں۔ محمد ﷺ کا راستہ وہی ہے جو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور نسل ابراہیمی کے نبیوں کا ہے۔

Marfat.com

کے والد کا نام ''تارخ'' تھا اور لقب ''آذر'' بہر نوع ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے والد محترم! ﴿ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ﴾ کیا تم بُتوں کو خدا بنا بیٹھے ہو،

﴿ اَتَتَّخِذُ ﴾ تو بناتا ہے اختیار کرتا ہے، اِتِّخَاذ سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ وَكَذٰلِكَ نُرِيۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ ﴾ [1] اور جس طرح اُن قوم کی گمراہی ہم نے دیکھا دی تھی اسی طرح دکھائے ابراہیم کو۔

﴿ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ [2] عجائب، غرائب، آسمانوں اور زمینوں کے، مفسرین نے تحریر کیا ملکوت آسمان آفتاب/سورج اور ماہتاب/چاند ہیں اور ملکوت زمین شجر/درخت، حجر/پتھر ہیں۔ باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام صخرہ پر لایا اور سب آسمان اور زمین عرش سے تحت الثریٰ تک، اُن پر کھول دیا تا کہ اُن کے سبب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر دلیل پکڑیں۔

﴿ وَلِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ ﴾ تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں یا علم استدلال میں یقین کرنے والا ہو۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۱ تا ۷۵

آیت ۷۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ جلّ شانہٗ کو چھوڑ کر پتھروں کے صنم اور شجر وغیرہ کی پرستش کرو اور اُن کو یعنی غیر اللہ کو پُکارو جب کہ تمہیں اچھی طرح یہ بات پتہ ہے کہ یہ تمہارے لئے نہ نفع بخش ہیں اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ تمہیں سیدھی راہ دکھا چکا لیکن یہ کیسی تمہاری ستم ظریفی ہے کہ شرک میں مُبتلا ہو، سوچو تو سہی جب انسان غیر اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو مقامِ انسانیت کے اعلیٰ اور ارفع منزل سے بھٹک کر ہوائے نفس کے رحم وکرم کا مطیع ہو جاتا ہے اس کے احباب اس کو دعوتِ توحید، دعوتِ حق کی طرف بلاتے ہیں لیکن حیران اور پریشان اور سرگرداں پھر رہا ہوتا ہے اور وہ گمراہی اور ضلالت کی طرف مائل ہو کر شیطانوں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جس پر شیطان یا جن مسلط ہو کر اسے فرزانہ سے دیوانہ بنا دے اور جب کوئی صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے تو عقلِ سلیم سے بے نیاز ہو کر بھٹکتا ہی رہتا ہے سیدھی بات اتنی ہے اور حُکم بھی سادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کائنات کا خالق و مالک ہے جو سب کی ضرورتوں سے واقف ہے اور سب کی ضرورتوں کی تکمیل کرتا ہے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، صمدیت کو قبول کرتے ہوئے ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں توفیقِ اطاعت مل جائے گی تو راہِ تقویٰ بھی مل جائے گی۔

---

[1] ......نُرِیۡ ہم دکھانے لگے، مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی تمام تر بادشاہت دیکھا دی حضرت امام رازی رقمطراز ہیں ''اللہ تعالیٰ کے انوار تجلیات کی ضوفشانی ہر لحظہ جاوہ فگن ہے لیکن رُوحِ انسانی، کسی نہ کسی حجاب کی وجہ سے ان کے مشاہدہ سے قاصر رہتی ہے۔ جوں جوں حجاب ہٹتا جاتا ہے ویسے ویسے انوار تجلیات کے مشاہدے کے عمل کا آغاز ہو جاتا ہے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حجاب کے تمام پردے ہٹ گئے اور انوار باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو ارض وسما کی وسعتوں میں قدرت کے جو بے کراں اسرار تھے وہ سب عیاں ہو گئے گویا ذاتِ ابراہیم پہ ہر شے منکشف ہو گئی۔ (بحوالہ تفسیر کبیر)

[2] ......ملکوت مبالغہ کا صیغہ ہے اس سے مراد مخلوقات لی جاتی ہے عظیم الشان سلطنت مصدر برائے مبالغہ ملکوت کا اطلاق حق تعالیٰ کی سلطنت کے لئے مخصوص ہے (قاموس القرآن) مفہوم یہ ہے کہ ''عرش سے لے کر اسفل ارض تک کا ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشاہدہ اور مکاشفہ کرایا۔ (بحوالہ فتح القدیر)

Marfat.com

کس قدر کم نصیبی کی بات ہے وہ کفر وشرک میں مبتلا ہو کر جو گمراہی پا گیا وہ بھٹکتے بھٹکتے گم کردہ منزل کی تلاش میں کھو جاتا ہے اور راہِ ہدایت پانے سے قاصر رہتا ہے لیکن اللہ کی توفیق سے راہِ ہدایت مقدّر ہو جاتی ہے کیونکہ ہدایت دینا، ہدایت پر چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے چنانچہ آیت ۳۷ سورۃ النحل پارہ (۱۴) رُبَمَا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کردے، اور ان کا کوئی مددگار نہیں بنتا۔''

لیکن یہ ہدایت اور گمراہی اسی اصول کے تحت ہے جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے مقدّر بنایا ایسا نہیں ہوتا کہ یونہی جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کردے جسے چاہے راہ دکھادے۔

آیت ۷۲ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہئے ہم پابندی نماز کا اہتمام اور انصرام کریں اللہ سے ڈریں، راہ تقویٰ اپنائیں اسی کی طرف لوٹ کا جانا ہے یہ مخالفین کی ایمانی اور اخلاقی تربیت کی ایک لطیف تمثیل ہے اس سے پہلے بیان آیا کہ تم صحرانورد، بھٹکتے ہوئے راہی کی طرح ہو ابلیس/شیطان اور گمراہ لوگوں نے تمہاری عقل سلیم پر پردہ ڈال دیا ہے صاحبِ ایمان کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ تمہیں تلاشِ حق کی دعوتِ فکر وعمل دے رہے تھے لیکن تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے انکاری رہے اب اصل فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرلیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت کو مان لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق پرہیزگاری کو شعارِ زندگی سمجھ لیا جائے کامیاب زندگی کا عمل پابندی نماز، پرہیزگاری اور خشوع خضوع کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے یہی حکم آیت ۴۳ سورۃ البقرہ پارہ الٓمّٓ میں آیا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝۴۳

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھکتے رہو''۔

تقویٰ اپنانے کے لئے نماز کی پابندی ضروری ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے اور صبر کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ آیت ۴۵ سورۃ البقرہ پارہ (۱) الٓمّٓ میں حکم باری تعالیٰ ہے

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝۴۵

ترجمہ: ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو البتہ وہ گراں ہے مگر ان لوگوں پر شاق نہیں جو عجز کرنے والے ہیں''۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ نماز کی پابندی عام لوگوں پر شاق گذرتی ہے۔ لیکن خشوع وخضوع اپنانے والوں کے لئے یہ آسان ہے بلکہ راحت قلب ونظر ہے سب کو خوفِ خدا کا احساس ہونا چاہئے اس لئے کہ سب اللہ کے حضور، اکٹھے کئے جائیں گے۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین وآسمان کو برحق پیدا کیا ہے گویا ارض وسماء کی تخلیق محض کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے قرآن میں ایک مقام پر یوں بیان آیا ہے ارشاد ربی ہے آیت ۳۸ سورۃ الدخان پارہ الیہ یرد (۲۵)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ

ترجمہ: ''ہم نے زمین وآسمان اور ان تمام چیزوں کو جو آسمان اور زمین کے مابین ہیں کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا''۔

اللہ ﷻ مالک ہے حاکم اعلیٰ ہے اور جو تمام اُمور کو انجام دینے میں قادر ہے گویا تخلیقات کائنات میں سچائی ایک اساسی عنصر ہے یہ ایک حقیقت ہے اس جُملے میں ایک جانب تو اس کائنات رنگ و بُو کے بارے میں افلاطون کا یہ نظریہ بے معنی نظر آتا ہے جس میں اس کا کہنا تھا کہ ''یہ کائنات ایک وہم ہے اور اس کا کوئی دوسرا وجود نہیں۔'' دوسری جانب یہ بات بھی واضح ہوئی کہ سچائی رصداقت اپنے اندر اصلیت رکھتی ہے اس کائنات کی طبعی سچائی اور اسلامی نظریہ حیات کی صداقت باہم مل کر ایک عظیم قوت بن جاتی ہے پھر اس حق وصداقت کے سامنے باطل پست سے پست قد ہو جاتا ہے گویا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ باطل کی جڑیں اس کائنات کے اندر نہیں ہوتیں۔ ''رمزِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن'' اقبال کی زبان کے مطابق، وہ مؤمن جس کے شعور میں یہ بات ہو کہ وہ حقّ کا طلب گار ہے، حقّ کا آئینہ دار ہے وہ شخص اور ذاتی طور پر اس سچّائی کے ساتھ ربط پیدا کر لیتا ہے جو اس کائنات کے اندر موجود ہے۔ (بحوالہ تفسیر ظلال القرآن از قطب شہید جلد دوم)

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام کائناتِ حق کی اساس پر دائم اور قائم ہے، حکمت، عدل اور انصاف کے اُصول اور ضابطۂ قوانین پر اس کی ہر شے مشتمل ہے باطل کے لئے درحقیقت اس نظام میں کوئی صورت اور گنجائش ہی نہیں کہ باطل بار آور ثابت ہو جائے یہ الگ بات ہے کہ باری تعالیٰ باطل پرست کو کچھ موقع فراہم کر دے۔ وہ دوزخ ظُلم، استبداء، اور بربریّت کو فروغ دینے کی کوشش کر کے دیکھیں، لیکن انجام کار یہ ہوگا کہ باطل پرست کی ہر کاوش رائیگاں ہو جائے گی، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس گیتی کائنات کو ''بر بنائے حق'' بنایا ہے وہ کُن کہنے سے سب کچھ تخلیق کر دیتا ہے اس کا کہا ٹل سکتا نہیں! اس کا قول حق ہے صداقت پر مبنی ہے اسی کا حکم اور بادشاہت ہوگی جس دن صُور پھُونکا جائے گا وہ غائب وحاضر اور سب کا علم رکھنے پر قادر اور حکمت والا باخبر ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس دن صُور پھُونکا جائے گا اس دن اصل حقیقت مُنکرین پر عیاں ہو جائے گی اُس دن فیصلے صرف اللہ تعالیٰ ہی کرے گا، اس کائنات رنگ و بُو میں جو لوگ سرکش ہیں یہ اُن پر لازم ہے کہ ابھی وقت ہے اپنا طرزِ عمل صحیح کر لیں، اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کا علم ہے جنہیں ہم سمجھنے سے قاصر ہیں رَبِّ جَلیل کُل کائنات کو اپنی حکمت کے مطابق چلاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد کرو کہ اُنہوں نے اپنے والد محترم آذر سے کہا تھا کیا آپ بُتوں کو خدا جانتے ہو میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھُلی گُمراہی، تاریکی اور ضلالت میں پاتا ہوں اور آپ کی قوم کے لوگوں نے بُتوں کی عبادت کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے برملا کہتے ہیں، یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم مزاج رکھنے والے نہایت ہی حلیم الطبع انسان تھے۔ پھر بھی اُنہوں نے اپنے والد کو تلقین کی، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت لوگوں کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے تھے اور بادشاہ وقت کو اپنا خدا سمجھ بیٹھے۔ نمرُود بن کنعان اس وقت بادشاہ تھا اور آذر اس کے وزیر تھے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

آیت ۷۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے اسی طرح ارض وسما کا نظام سلطنت دکھائے تھے اور زمین وآسمان کے عجائب اور خلائق کا مشاہدہ کرا دیا۔ مُفسرین نے تحریر کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک چٹان پر کھڑے تھے ان کے سامنے آثارِ کائنات عیاں تھی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تھیں جو اُنہیں نظر آ رہی تھیں اور اُن کے سامنے زمین وآسمان اور کائنات کی سب حقیقت کو کھول دیا گیا ایک ایک ذرّہ ایک ایک پتا قدرت کے بتائے ہوئے عمل کے مطابق کام کر رہا ہے۔

Marfat.com

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

پھر جب شب کی تاریکی طاری ہوئی اُن پر، تو اُنہوں نے دیکھا ایک ستارہ، وہ بول پڑے، اُسے میرا ربّ ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ غروب ہو گیا، تو اُنہوں نے کہا کہ ڈوب جانے والے کو میں پسند نہیں کرتا۔(٧٦)

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾

پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا، تو کہا یہ میرا ربّ ہے پھر وہ بھی جب چھپ گیا تو کہا اگر میرا ربّ اگر ہدایت نہ دیتا مُجھ کو تو میں بھی ضرور بھٹکنے والوں میں شامل رہتا۔(٧٧)

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

پس جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کیا اُسے میرا ربّ کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے پس جب وہ بھی غائب ہو گیا/غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں اُکتا گیا ہوں/بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں خُدا کا شریک کار ٹھہراتے ہو۔(٧٨)

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

بے شک میں نے اپنا چہرہ یکسو ہو کر/رُخ اس طرف کر لیا، جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مُشرکوں/شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(٧٩)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾

اور اُن سے اُن کی قوم جھگڑنے لگی (حجت شروع کر دی) تو آپ علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُجھ سے جھگڑتے ہو، حالانکہ اُس نے مجھے سیدھی راہِ ہدایت دیکھا دی ہے اور مجھے قطعی ان کا ڈر/خوف نہیں اُن سے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو، ہاں میرا ربّ ہی کوئی اَمر چاہے/مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے، میرے ربّ نے ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔(٨٠)

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾

اور میں ان چیزوں سے کیسے خوف زدہ ہو جاؤں گا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو، اور تم ہو کہ نہیں ڈرتے، اس بات سے اور یہ کہ تم شریک ٹھہراتے ہو اللہ تعالیٰ کا، جن پر نہیں اُتاری گئی کوئی دلیل، اب ان دو جماعتوں/گروہ میں کوئی نجات پا کر امن کا مستحق کون ہے/اگر تم جانتے ہو۔(٨١)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک جیسے ظلم کی ملاوٹ سے پاک رکھا/غیر حق کی آمیزش نہ کی، اُنہیں کے لئے امن و امان ہے اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔(٨٢)

الفاظ ومعانی آیت ٧٦ تا ٨٢

﴿ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ﴾ پس رات جب کہ آئی اور اندھیرا ہوا ان پر۔ ﴿ جَنَّ ﴾ اُس نے چھپالیا۔ جَــنٌّ سے ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ رَاٰ كَوْكَبًا ﴾ تو اس نے دیکھا ستارہ روشن، یعنی زُہرہ اور کچھ کا کہنا ہے مشتری مغرب کی سمت طلوع ہوا، بعض لوگ جو ستارہ کی پرستش کرتے اُنہوں نے اس ستارہ کی طرف سجدہ کیا۔ ﴿ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ﴾ کہا ابراہیم نے یہ رَبّ ہے میرا۔ ﴿ فَلَمَّآ اَفَلَ ﴾ پھر جب کہ وہ ستارہ نیچے گیا، ڈوب گیا، [1] غائب ہوگیا۔ ﴿ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴾ دوست نہیں رکھتا ہوں میں نیچے جانے والوں کو اس واسطے کہ جو رَبُّ العالمین ہے اس کے واسطے زوال اور انتقال درست نہیں۔

﴿ اُحِبُّ ﴾ میں پسند کرتا ہوں، اِحْبَابٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلّم قواعد کے مطابق ﴿ اَلْاٰفِلِيْنَ ﴾ افلین کا لفظ اَفُوْلٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈوب جانے کے/ چھپ جانے کے/ غروب ہو جانے کے۔ مفہوم یہ ہے کہ انسانی فطرت اور وحدہٗ لاشریک کے درمیان حقیقی تعلق ربط، حجت، اُلفت کا ربط باہم ہے اور اُلفت کا یہ ربط دل کا ربط ہے اسیٔ نے فطرت ابراہیم علیہ السلام کو غروب ہو جانے والوں کے ساتھ احساسِ محبت اور پیہم اُلفت نہیں رکھنے دیا، اور اسے الٰہ تسلیم نہیں کیا اور تقاضائے فطرت تو یہ ہے کہ جو الٰہ ہے، رَبّ ہے، اللہ تعالیٰ ہے، وہ ہر وقت حاضر ومحبوب ہوگا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا ﴾ پھر جب دیکھا چاند کو نکلنے والا روشن تو کچھ ماہتاب پرست اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ ﴿ بَازِغًا ﴾ درخشاں، چمکتا ہوا تاباں تاباں، روشن روشن، بزُوْغ سے اسم فاعل کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ ﴿ لَاَكُوْنَنَّ ﴾ البتہ ہو جاؤں گا میں۔

﴿ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو میں گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿ اَكُوْنَنَّ ﴾ بے شک میں ہو جاؤں گا کَـــــانَ يَكُوْنُ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔

﴿ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ ﴾ اگر ہدایت نہ دے میرا رَبّ۔ ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ بے شک میں بیزار ہوں/ مایوس ہوں اس چیز سے جس سے شرک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلیل سے ثبوت فراہم کر دیا مہ وانجم میں خواہ ستارے چھوٹے ہوں یا بڑے کسی میں بھی رَبّ ہونے کی صلاحیت نہیں ہے، ان کا معبود ہونا، باطل ہے اور قوم جس شرک میں پھنسی ہوئی ہے اس سے اظہار برہمی کے طور پر بیزاری کا اظہار کیا اس کے بعد دینِ حق کا پیام دیا۔ ﴿ بَرِيْٓءٌ ﴾ بے تعلق، بیزار ہوں، قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ﴾ بے شک پھیر لیا میں نے اس کی طرف، خالص کیا میں نے اپنا دین اور اپنے دل کو متوجّہ کیا میں نے۔ ﴿ وَجَّهْتُ ﴾ اپنا رُخ، اپنی عبادت کا رُخ۔

﴿ وَجْهِيَ ﴾ میں نے مُنہ کیا، رُخ کیا، توجیهه سے ماضی واحد متکلّم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ اور نہیں ہوں میں مُشرکین میں سے۔ تفسیر مُنیر میں تحریر ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام شہر میں وارد ہوئے اور اُنہیں نمرُود کو دکھانے لے گئے، نمرُود ایک بدشکل آدمی تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ تخت پر براجمان ہے، خوبصورت کنیزیں اور غلام تخت کے گرد صف باندھے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ سے

---

[1] ...... غروب ہونا، غائب ہونا تبدیلی اور تغیر حال پر حادث/فنا ہونے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس کو دکھانے کے لئے مجھے لایا گیا ہے وہ گویا ہوئیں / بولیں ''وہ خدا ہے'' معاذ اللہ۔ پھر پوچھا تخت کے آس پاس یہ کون لوگ ہیں اس کی مخلوق اور پیدا کئے ہوئے لوگ۔ اُنہوں نے تبسّم کیا اور امی جان! یہ کیسی بات ہے تمہارے ''اس خدا'' نے اوروں کو اپنے سے بہتر پیدا کیا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ خود اُن سے اچھا ہوتا، الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام برابر بتوں کی مذمّت کیا کرتے اور بُت پرستوں کو بُرا بھلا کہتے اور اُن کی قوم اُن سے جھگڑا کرتی اور حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ﴿ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ﴾ اور اُن کی قوم نے جھگڑا کیا۔ اور حُجت کی دلیل طلب کی۔ ﴿ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [1] کیا یاد نہیں کرتے تم اور نصیحت نہیں پکڑتے اور عاجز اور قادر، عالم اور جاہل میں تمیز نہیں کرتے، دراصل لفظ تَذَكَّر کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص غفلت اور بھول میں پڑا ہوا اور وہ اچانک اس چیز کو یاد کرلے جس سے وہ غفلت برت رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تو مقصد یہ تھا کہ کہنے کا جو تمہارا اصلی اور حقیقی رَبّ ہے اس سے تم بے خبر ہو، اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر مُحیط ہے کیا اس حقیقت سے آگاہی کے بعد بھی تمہیں ہوش نہ آئے گا۔ ﴿ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ ﴾ اور میں کیوں کر ڈروں اُن سے جس کو تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقدیر کا ماحصل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمہیں ڈرنا چاہئے تھا جو اللہ وحدہٗ لاشریک سے رُخ مُوڑ کر باطل معبود کی چوکٹ پر سر فگندہ ہو اور میں کیوں ڈروں جو میں سیدھی راہ پر گامزن ہوں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد اوّل محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ مَآ اَشْرَكْتُمْ ﴾ تم نے شرک کیا / بنایا اشراک سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ ﴿ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا ﴾ اور نہ ملایا اُنہوں نے۔ ﴿ اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ایمان اپنا شرک کے ساتھ یعنی شرک جلی سے اپنا ایمان خالص کر کے شرک خفی سے بھی نہیں ملایا۔ ﴿ لَمْ يَلْبِسُوْٓا ﴾ لَبْس مصدر اُنہوں نے مخلوط نہیں کیا / نہیں ملایا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ جو آدمی اپنے ایمان میں کسی قسم کے شرک کو شامل کرے گویا ''اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات کو مانتے ہوئے بھی غیر اللہ کو بھی بعض صفات اور خوبیوں کو حامل سمجھے وہ اس امن اور ایمان سے خارج ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ان ہی کے لئے امن / سکون ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں اس کو یوں سمجھئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا کو مانیں اور اپنے اس ماننے میں، کسی مشرکانہ عمل اور عقیدہ عمل سے آلودہ نہ کریں تو وہی راہِ ہدایت پر ہیں، یہ توحید کے بارے میں اصل حقیقت کا اظہارِ حقیقت ہے کہ جس کے ایمان کے اندر شرک کی آمیزش ہے وہ ایمان حق تعالیٰ کے لئے معتبر اور مستحق نہیں، امن کے مستحق وہ ہیں جو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل / اعتماد کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شرک جیسے عظیم ظلم سے بری رکھتے ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۶ تا ۸۲

آیت نمبر ۷۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب رات کی تاریکی بڑھی، اندھیرا چھا گیا تو ایک روشن ستارا نمودار ہوا یوں تو آسمان پر

[1] .....تَتَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑتے ہو / کیا سوچتے ہو، تَذَكَّر سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

ستارے موجود ہوتے ہیں، مگر بعض ستارے، جو خاص ہوتے ہیں وہ زیادہ منوّر ہوتے ہیں اور ان کی تابانی قابلِ دید ہوتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام گویا ہوئے بقول تمہارے، یہ میرا پروردگار ہے، اگر یہ بات سچ ہے تو اس کی پرستش کی جائے جو سب پر چھا رہا ہے، کچھ وقفہ کے بعد وہ ڈوب گیا/غائب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا یہ تو حادث/فانی ہے اپنی ذات کو ایک کیفیت حال میں قائم رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا میں کیونکر اسے اپنی احتیاج پورا کرنے والا سمجھ لوں میں کسی ایسی ہستی ربط محبت برقرار نہیں رکھ سکتا۔

آیت نمبر ۷۷ میں بتایا گیا ہے کہ پھر قمر اپنے دامن میں چاندنی سمیٹے نمودار ہوا تو کہا لگتا ہے یہ انجم و کواکب کی نسبت زیادہ مناسب ہے اسے ربّ مان لیا جائے مگر چمکتا ہوا چاند بھی غروب ہو گیا اور قوم کے لئے مقام تنبیہ ہے کہ چاند کو الٰہ ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ اس کا بھی ایک حال سے دوسرے حال کی جانب تغیّر منتقلی ہے اور یہ بھی فانی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اگر میرا اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں گمراہ ہو جاتا۔

آیت نمبر ۷۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ پھر آفتاب کے نکلنے کا منظر دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بہت بڑا ہے اس کے سامنے تمام انجم و کہکشاں ماند پڑھ گئے اجرام فلکی/سماویہ میں سورج سب سے بڑا ہے شاید یہ پروردگار ہے پھر اس کی تمازت اور روشنی بھی کم ہوتی چلی گئی اور وہ بھی بادلوں کی اُوٹ میں چھپ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا لوگو! تم باری تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک کے ساتھ ستاروں کو شریک ٹھہراتے ہو، اللہ تعالیٰ تو سب کا خالق و مالک ہے میں تمہارے اس باطل عقیدہ سے یکسر بیزار ہوں۔

آیت نمبر ۷۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ میں اس کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ خُلوص کے ساتھ، دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ، یکسوئی کے ساتھ اپنا چہرہ/رُخ اس کی سمت کرتا ہوں جو ارض وسماء کا پیدا کرنے والا ہے میں ایسے لوگوں کا ساتھ قطعی طور پر دینے پر آمادہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو گردانتے ہیں، میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ''نماز شروع کرتے وقت اس آیت کو پڑھنا چاہئے۔'' (بحوالہ تفسیر تشریح القرآن)

آیت نمبر ۸۰ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم آپؑ سے اس بات پر اُلجھنے لگی کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک سب کی حاجت روائی کرے، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی قوم کے لوگ بہت سے باطل معبودوں کی پرستش کرنے کے عادی ہو چکے تھے ان کا کہنا تھا ''جی میں تو یہ آتا ہے کہ پتھر کے صنم کو پوجا جائے تاکہ ٹکرائیں تو نہ گھبرایا جائے اور مرنے کی صورت پیدا ہو سکے'' کے مصداق ان کی سمجھ سے یہ بات بالاتر تھی کہ توحید کا درس کیا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات اور صفات کیا ہیں اس سے وہ واقف نہ تھے جس طرح دورِ جدید میں ہندو تہذیب اور معاشرت اپنانے والے مسلمان اسی شرک میں مُبتلا ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ اللہ ﷻ کی طرف سے مجھ پر وحی آچکی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے راہِ ہدایت مل چکی، تم چاہتے تو یہ نعمت مجھ سے حاصل کرتے، لیکن تم نے باطل کو اپنا لیا ہے رہی بات خوف اور ڈر کی تو جس کا تعلق حق تعالیٰ سے قائم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، نفع ونقصان کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، میرے ربّ کا علم ہر شئے پر محیط ہے کیا تم کو اس بات کی سمجھ اور خبر نہیں کیا تم نصیحت نہیں قبول کرتے۔

آیت نمبر ۸۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ مَیں تمہارے بے جان، جمود اور محض عاجز، شریکوں سے کیوں خوف زدہ رہوں،

Marfat.com

حالانکہ تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ ان باطل خداؤں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے اُن سے ڈرو، کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو پہچانا ہی نہیں ہے، تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب، عتاب اور قہر سے خوف کھانا چاہئے کہ تم نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے جن کی بابت تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی نہ کوئی سند ہے اور نہ کوئی دلیل، مؤمن کے پاس تو توحید کے واضح دلائل موجود ہیں تمہارے حصّے میں تو اوہام باطلہ کے سوا اور کچھ نہیں اب خود ہی بتاؤ امن اور سکون کا مستحق کون ہے؟۔

آیت نمبر ۸۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلمت شرک کی تاریکی سے آلودہ نہیں کیا اور کسی غیر اللہ کی اطاعت کو تسلیم کیا اور نہ دعوتِ اسلام، دینِ حق کے سوا کوئی اور رُخ اور راستہ اختیار کیا وہی صاحبِ ایمان مطمئن اور مامون ہیں اور صرف ایسے لوگوں کو مقدر راہِ ہدایت پانا ہے یہی وہ رازِ اُلفت ہے جس کے سبب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یہ توفیق بخشی گئی کہ اُنہوں نے اپنے ساتھ مباحثہ اور مجادلہ کرنے والوں کی تمام دلیلوں کو یکسر ردّ کر دیا اور یہ رازِ حقیقت منکشف کیا کہ ان کی تمام باتیں باطل مفروضوں پر مبنی ہیں، باطل معبودوں کے بارے میں ان کے تمام تصوّرات حرفِ غلط کی طرح غلط ہیں اور ان کا یہ وہم و گُمان بھی فرضی مفروضہ ہے کہ حضرت کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ بات کسی حد تک درست تھی کہ وہ لوگ باری تعالیٰ کے وجود کے مُنکر نہ تھے اور یہ بات مانتے تھے کہ اس گیتی کائنات میں قوّت، اقتدارِ حق حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ہے لیکن ان کی بڑی غلطی تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس بات کی بھرپور حمایت کی کہ جو شخص صرف وحدہٗ لاشریک پر یقین کامل رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ جب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ حقیقت واضح کردی تو اُن کے تمام دلائل بے اثر ہوگئے اور خاک میں مِل گئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سرفراز ہوگئے یوں باری تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزّت و وقار سے اس کو بلندی اقبال عطا کرتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے تصرّفات ہیں۔

آیت ۷۶ تا ۸۲ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

پہلے بُت پرستی کا ضلالت و گُمراہی ہونا ذکر فرمایا، اگلی آیات میں ستاروں کا قابلِ عبادت نہ ہونا بیان فرمایا اور اس سے پہلے ایک آیت میں بطور تمہید کے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص شان اور علم و بصیرت میں اعلیٰ مقام کا ذکر اس طرح فرمایا " وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝۷۵ "یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کو اس طرح دکھلا دیا کہ ان کو سب چیزوں کی حقیقت واشگاف طور پر معلوم ہو جائے اور ان کا یقین مکمل ہو جائے اسی کا نتیجہ تھا جو بعد کی آیات میں ایک عجیب طرح کے مناظرہ کی شکل میں اس طرح مذکور ہے۔

تبلیغ و دعوت میں حکمت و تدبیر سے کام لینا سُنّتِ انبیاء ہے یعنی ایک رات میں جب تاریکی چھا گئی اور ایک کوکب یعنی ستارہ پر نظر پڑی تو اپنی قوم کو سنا کر کہا کہ یہ ستارہ میرا ربّ ہے مطلب یہ تھا کہ تمہارے خیالات و عقائد کی رُو سے یہی میرا اور تمہارا ربّ یعنی پالنے والا ہے اب تھوڑی دیر میں اس کی حقیقت دیکھ لینا چنانچہ کچھ دیر کے بعد وہ غروب ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم پر حُجّت قائم کرنے کا واضح موقع ہاتھ آیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے اُن کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں اُن کے درجات/مرتبے بلند کردیتے ہیں، بلاشبہ آپ کا ربّ حکمت والا، اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(٨٣)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور ہم نے اُنہیں اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے قبل نوح علیہ السلام کو راہِ ہدایت دیکھائی/دی اور اُن کی اولاد میں سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو بھی راہِ ہدایت بخشی اور ہم نیک کاروں کو اسی طرح صلہ/اَجر دیتے ہیں۔(٨٤)

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾

اور ہم نے ہدایت دی زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو یہ سب نیک کار/صالحین میں سے تھے۔(٨٥)

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾

اور اسماعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، اور لوط علیہ السلام کو ہم نے تمام جہان والوں پر اُن کو فضیلت دی۔(٨٦)

وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾

اور کچھ کو اُن کے آباؤاجداد، اولاد اور بھائیوں کو اُن میں سے چُن لیا اور اُن سب کو مزید ہدایت عطا کی اور اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت بخشی/رہنمائی کی۔(٨٧)

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اُس کی راہنمائی کرتا ہے، اگر کہیں ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ضرور اکارت جاتے اُن کے وہ عمل جو وہ سرانجام کیا کرتے تھے۔(٨٨)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾

یہ وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے بخشی، کتاب، حکمت اور اعزازِ نبوّت، اگر یہ مُنکر لوگ پھر نبوّت کا انکار کریں تو ہم نے ایسے بہت سے لوگ مقرّر کر رکھے ہیں جو اس نعمت کا انکار نہیں کریں گے/ایسے لوگ ہیں جو اُن کے ساتھ کُفر اختیار کرنے والے نہیں۔(٨٩)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی، تم تو اُنہیں کے طریقِ عمل کی راہ پر چلو، اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے میں اس تبلیغ ہدایت پر تم سے کوئی معاوضہ/اُجرت طلب نہیں کرتا (یہ قرآن) نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔(٩٠)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۸۳ تا ۹۰

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ﴾ اور ہماری حجت /دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو عطا کی قوم کے مقابلے میں یعنی توحید باری تعالیٰ پر یہ ایک ایسی دلیل تھی جس کا کوئی مناسب جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے نہ بن پڑا۔ کیا حسین اندازِ تخاطب ہے اس آیت مُبارکہ میں، ہماری دلیل تھی اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی دلیل کی خوبی تو دیکھئے جسے حق تعالیٰ اپنی دلیل بتارہے ہیں اس کی توقیر، عظمت اور جلال و جمال کیا کہنا، ظلمت کُفر و شرک کی اس تاریکی میں، جس ہستی کو اعزاز ملا اس کی رفعتِ شان کی کوئی حد اور کنارا نہیں یہ دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم کی تھی۔

﴿ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ﴾ بلند کرتے ہیں ہم درجوں میں جسے چاہتے ہیں علم و حکمت میں نَرْفَعُ الرفع مصدر سے ہم بلند کرتے ہیں فعل مضارع جمع متکلم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ ﴿ نَشَآءُ ﴾ ہم چاہتے ہیں مضارع معروف جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ اس میں لطیف اشارہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کُل کائنات میں اور قیامت تک آنے والی نسلوں میں عزّت و تکریم ملی کہ یہودی ہو کہ نصرانی، مسلمان ہو کہ بُدھ مت کے پیروکار ہوں سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقدّس کا احترام کرتے اور تعظیم کرتے رہے ہیں یہ بھی باری تعالیٰ کا انعام اور فضلِ خاص ہے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ اور عطا کیا ہم نے اسحٰق جیسا بیٹا، اور یعقوب جیسا پوتا جن کی نسل سے ہزاروں انبیاء اور لاکھوں نیک لوگ پیدا ہوئے "معلوم ہوا کہ نیک اولاد بھی اللہ جل جلالہ کی خاص نوازشات میں سے ہے۔" (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ) ﴿ وَهَبْنَا ﴾ ہم نے دیئے، ماضی معروف جمع متکلم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ اور جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اجر اور جزا دی ہم نے اُن کے درجات بُلند کر کے اسی طرح۔

﴿ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ہم جزا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو اُن کے استحقاق کے موافق۔ ﴿ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ یہ سب پیغمبر نیک کاروں میں ہیں۔ صالح، نیک، اچھا صلاح سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ ﴿ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ دو نیک مرد، صالح کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ اور ابراہیم علیہ السلام کو چُن لیا اور سب کو ہدایت بخشی، اور اُنہیں سیدھی راہ /سمت کی طرف رہنمائی کی۔ اِجْتَبَاءَ چُن لیا، منتخب کر لیا، اپنے خاص بندوں میں شامل کر لینا اور اُن کے ساتھ ملا لینا۔ ﴿ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ ﴾ اور برگزیدہ کر لیا ہم نے ان کو۔ ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا ﴾ اور اگر یہ پیغمبر بھی شرک کے مُرتکب ہوتے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو باوجود اس فضل و کمال کے۔ ﴿ لَحَبِطَ عَنْهُمْ ﴾ البتہ باطل اور نیست و نابُود ہو جاتے۔ ﴿ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ جو کچھ کئے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ کُفر اعمال کو نیست و نابُود کر دیتا ہے، گویا اس آیت میں مُشرکوں کو تہدید ہے، اگر پیغمبر بھی ہدایت عمل کے اس طریق سے غافل ہو جائیں جس سے وہ ہدایت پاتے ہیں اور نظریات، عقائد، اعمال اور عبادت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیں ان کا انجام کار بھی یہ ہونا ہے، اُن کے اعمال ضائع ہو جائیں اور اس طرح وہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح کوئی جانور زہریلی گھاس کھا کر پھول جائے تو اس کی موت وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

﴿حَبِطَ﴾ اور اکارت ہو گیا، حَبِطَ سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)
﴿قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ﴾ ایسے لوگ جو اُن کے ساتھ کُفر کرنے والے ہیں۔ ﴿لَيْسُوْا﴾ وہ نہیں ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ یہ قوم انصار اور اہلِ مدینہ کی طرف اشارہ ہے چونکہ ''اس سورت کے نازل ہونے کے وقت تک یہ لوگ ایمان نہ لائے تھے، تو سورت اُن کے ایمان لانے کے لئے بشارت ہے۔'' (بحوالہ تفسیر قادری مولوی فخر الدین ۱۸۸۷ء) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ﴾ وہ لوگ رگروہ انبیاء کا ہے کہ۔ ﴿هَدَى اللّٰهُ﴾ ہدایت کی اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنے دین کی جو اسلام ہے۔ ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ پس اُن کے طریق کی پیروی کریں راقتداء کریں اس سے وہ امر شے مُراد ہے جس پر انبیاء متفق تھے۔ جیسے توحید اور اُصولِ دین اور فروع جن میں اختلاف ہے وہ مُراد نہیں۔ مفاتیح الغیب میں تحریر ہے کہ ''یہ جو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرمایا:'' ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ اُنہیں کے طریقہ کی پیروی کرو۔ ﴿اقْتَدِهْ﴾ تم اس کی پیروی کرو۔ 'اِقْتِدَاءٌ'' سے اَمر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ اقتداء کا مفہوم ہے کہ کسی کے کام کے مطابق میں کام کرنا قطب الدین رازیؒ کشاف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں ''اقتداء سے مُراد، اخلاق فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان عظیم القدر انبیاء کی موافقت کرنا ہے۔'' اس سے پتہ یہ چلا کہ جتنے کمال و وصف اور خصائل سب انبیاء میں تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم میں تنہا جمع ہیں تو آپ سب انبیاء سے افضل اور اکمل ہیں۔ (بحوالہ روح المعانی) فارسی میں کیا خوب کہا ہے۔

ہرچہ بخوباں جہان دادہ اند قسم تو نیکو ترازاں دادہ اند

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے کافروں سے میں نہیں چاہتا ہوں تم سے پیغامِ الٰہی پہنچانے پر اجر ربدلہ مجھ سے قبل بھی کسی پیغمبر نے دعوت اور ہدایت کا صلہ اپنی اُمت سے نہیں مانگا۔ ❶ ﴿اِنْ هُوَ﴾ پر تبلیغ نہیں ہے یہ تبلیغ میری۔ ﴿اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ مگر نصیحت ہے اہلِ علم کے واسطے۔ ❷ جہاں والوں سے نصیحت کی راہ اختیار کریں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ قرآن اُنہیں شرک اور کُفر کی تاریک وادیوں سے نکال کر نورِ ہدایت کی شمع فروزاں کرے گا اور ضلالت کی گمراہی سے نجات دے کر ایمان، ایقان کی راہِ مستقیم کی نمائندگی کرے گا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۳ تا ۹۰

آیت نمبر ۸۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو باری تعالیٰ نے دلیل تو قیر یہ بخشی تھی کہ ان کی قوم کے

❶ ......بعض کافر اس گمان و غلط فہمی کا شکار تھے کہ نبوت کے دعویٰ کا مقصد صرف یہ ہے کہ مال و ثروت کو جمع کیا جائے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے، دعوتِ اسلام، دعوتِ حق، دعوتِ ایمان دینے کا مدعا حیات ہے تم لوگ گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکل کر راہِ حق کی سمت اپنی منزل کا تعین کریں اور اپنے خالق و مالک سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے استوار کریں۔

❷ ......یہ تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے یہ کسی ایک قوم، اُمت اور نسل کے لئے مخصوص نہیں ہے یہ تو پوری انسانیت کے لئے عالمگیر پیام ہے اور سب کو ایک مرکز پہ لاتا ہے اور امن و آشتی کی راہِ صداقت دیکھاتا ہے۔

Marfat.com

مقابلے میں رفعت درجات عطا ہوئے ،صرف حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر ہی کیا موقوف ہے جسے چاہتا ہے اس کے علمی وعملی مرتبے بڑھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا اور علم والا ہے ہر ایک کے حال سے باخبر اور اس کی استعداد کی کمال سے بخوبی واقف ہے اور ہر ایک کی صلاحیت استعداد کے مطابق اس کو رفت کمال سے ہم آہنگ کرتا ہے چنانچہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کمال ذاتی عطا کیا اور کمالِ اضافی سے بھی سرفراز کیا، کافروں کی جو بستی ہزاروں سال سے کُفر والحاد کی آماجگاہ بنی ہوئی اور وہ کافر بُتوں کی پرستش میں مُبتلا تھے جو ظُلمت اور گُمراہی کی پستی کی طرف مائل تھے۔ اُنہیں قائل بہ کرم کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دعوتِ توحید کا پیامبر بنا کر اُن کے قلب ونظر کو فہم وفراست اور دلیل کی روشنی سے تاباں اور منوّر کر دیا اور دُنیا وآخرت میں ان کا نام مینارِ نُور قرار پایا اور اُن کی ماں کو رفعتِ اعجاز بخشا۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

جس کے بارے میں علامہ اقبال کو کہنا پڑا۔

ع توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے آسان نہیں مٹانا نام ونشان ہمارا

آیت نمبر۸۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کرم در کرم یہ کیا اُنہیں اسحٰق جیسا فرزند ارجمند اور حضرت یعقوب جیسا پوتا دیا جن کی نسل سے سلسلہ فیض کا تواتر یہ ہوا کہ ہزاروں انبیاء توحید کی مہ کامل کو تاباں کیا اور اُن کی ذریّت سے نیک لوگوں نے بزمِ کائنات کو فرزاں کیا۔ جیسا کہ آیت نمبر۲۷ سورۂ ہود پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭاِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ

وہ کہنے لگی کہ ہائے شامت! میرے یہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے میں خود بھی بڑھیا ہوں اور میرے خاوند بھی ضعیف ہیں یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہوگی۔

یہ عمر رسیدہ خاتون حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ خود بھی ضعیفہ تھیں اور اُن کے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السّلام بھی بوڑھے تھے یہ اظہارِ تعجب ایک فطری بات ہے۔

سابقہ دور میں ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ہدایت بخشی، جن کا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اجداد میں ہونا مشہور ہے اور اُن کی ذریّت میں سے داوٗد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو صلہ اور جزا دیتے ہیں۔

آیت نمبر۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور الیاس علیہ السلام ان سب کا شمار صالحین میں ہے۔ ان آیات میں رسولوں اور نبیوں کا تذکرہ آیا ہے، نبوّت اور رسالت کے ساتھ تمام موجودات کو شامل کیا گیا ہے فرشتے بھی اس میں داخل ہیں تو جب تمام جہاں والوں پر فضیلت بخشی گئی تو ملائکہ پر فضیلت کا احساس ہو گیا اور جس عظمت شان سے انبیاء کرامؑ کے اسم مُبارک کا ذکر آیا ہے اس میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے انبیاء کی ہر ایک جماعت رگُروہ کو ایک خاص، کرامت اور فضیلت سے نوازا، تو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کا پہلے ذکر کیا، اُن کو یہ شرف مِلا کہ ان کی نسل اور اولاد سے بکثرت انبیاءؑ مبعوث ہوئے، نبوّت کے بعد درجات اور مراتب جن سے ملک، سلطنت، بادشاہت اور اقتدار سے حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام جن پر

Marfat.com

کتاب زُبور کا نُزول ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بادشاہت سے سرفراز فرمایا۔[1] غم و آلام میں صبر کی راہ کو اختیار کرنے کے لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو چُن لیا، پھر سلطنت اور پیمانہ صبر و رضا کا پیکرِ حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے حصّے میں آیا۔ آپؑ نے مصائب اور آفت بلا پر مُدتوں تک پیمانہ صبر تھامے رکھا۔ کیسی کیسی عفتِ آبرو پر الزام تراشی ہوتی رہی، پاک دامنی پر تہمت لگائی گئی، لیکن اُن کے عزم عمل میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ نبوّت کے اعزاز کے ساتھ ملک مصر کی بادشاہی عطا ہوئی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرید اور ترکِ دنیا میں مراتب نصیب ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد ان کا ذکرِ خیر کیا جن کی نہ تو ماننے والے باقی رہے اور نہ اُن کی شریعت باقی رہی جیسے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، ان کا ذکر اس شانِ جلال سے کیا کہ ان کی کرامات اور خصوصیات کا تذکرہ، لطافت حسن سے نظر آتا ہے۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خاںؒ)

آیت نمبر ۸۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اور ہم نے ہدایت کی توفیق بخشی اُن کے آبا و اجداد، اُن کی نسل کو ہم نے مُنتخب کرلیا، سیدھی راہ دکھانے کے لئے اُن کی راہنمائی کی، اُن کے بھائی بندوں کو بھی ہم نے ہدایت یافتہ بنایا اور ان کو مقبول و مقرب کیا اور صراطِ مستقیم کی سمت گامزن کیا۔

آیت نمبر ۸۸ میں بتایا جارہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ نوازتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اگر کہیں ان لوگوں نے راہِ شرک اپنائی ہوتی تو ان کا سب کچھ عمل اکارت ہوجاتا جس شرک میں تم مُبتلا ہے بلا ہوا گروہ بھی کہیں شرک کے ظلمِ عظیم کو اپنا لیتے تو یہ مقام اور مرتبے اور فیض وہ بھی ہرگز نہیں پاسکتے تھے۔ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ اپنے توفیق فضل اور کرم فیض سے مقبول بندوں کو یہ توفیقِ عمل دیتا ہے، پھر اس کے بدلے میں حسبِ صلاحیت درجات کی بُلندی عطا ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۸۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتابِ حکمت، قوت فیصلہ اور نبوّت بخشی۔[2] اب اگر یہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پرواہ کی کوئی بات نہیں، ہم نے کچھ اور لوگوں کو اس نعمت سے نوازا ہے جو اس سے قطعی انکاری نہیں، کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر یہ کافر اور مُشرک اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو انکار کردیں ہم نے اہلِ ایمان میں ایک جماعت پیدا کردی ہے جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جس طرح کے اُنہوں نے ربِّ جلیل کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنایا اور ہر اُمور کی انجام دہی میں اطاعت باری تعالیٰ کو مقدم رکھا۔ یہ ایک مستحسن عملِ خیر ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ بھی لوگوں کو بتادیجئے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہوں کیونکہ یہ دین کا کام، یہ اُمورِ فرائض کا کام اللہ جلّ جلالہٗ کا کام ہے اور دعوتِ دین، دعوتِ حق جو میں نے لوگوں تک پہنچانے کا ذمّہ لیا ہے مجھے اس کا وہی بدلہ، ثواب کافی ہے جو مجھے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

---

[1] ......جنہوں نے بڑی سلطنتوں کی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں اس کے بعد جادۂ حق انصاف اور میزانِ عدل کو ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔

[2] ......اس مقام پر انبیاءِ کرام کو یعنی تین انعامات دیئے جانے کا ذکر ہے ایک کتاب، اللہ تعالیٰ کا کلام۔ دوئم حکم اس کلام اللہ کا حکم اور اس کا صحیح مفہوم اور اس کلام کے مطابق مسائل زندگی کو جاننے کی صلاحیت اور اہلیت۔ سوئم نبوت وہ منصب جس سے خلق اللہ کو راہِ ہدایت دیکھائی جائے۔

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ
جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ
قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ
مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ
خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾

اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت قدر نہ پہچانی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا اور اُنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز (وحی) نازل نہیں کی، آپ ﷺ ان سے دریافت کیجئے! وہ کتاب کس نے اُتاری تھی جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے جو سراپا نور اور ہدایت تھی انسانوں کے لئے، جس کو تم نے ورق در ورق الگ الگ بنالیا ہے جس کا کچھ حصّہ ظاہر/عیاں کرتے ہو اور کچھ کو پوشیدہ رکھتے ہو، اور تم کو وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جیسے تم کو علم نہیں تھا اور تمہارے آباؤ اجداد بھی اس کو نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پھر اُنہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنے بیہودہ/خرافات مشاغل میں کھیلتے رہیں۔ (٩١)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى
صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور یہ کتاب/قرآن ہے برکت والا جس کو ہم نے اُتارا ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس وحی/تعلیم کی جو اس سے پہلے/قبل نازل ہوئی ہیں تا کہ آپ اہلِ مکّہ اور ارد گرد کے لوگوں کو ڈرائیں اور آگاہ کریں اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی بھی پابندی/حفاظت کرتے ہیں۔ (٩٢)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ
اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ
الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ
تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٩٣﴾

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو جھوٹ بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر، یا کہے کہ مجھے وحی ہوئی ہے جب کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہو اور بڑا ہی ستم گر ظالم ہے وہ جو کہے جس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے ویسا ہی کلام میں نازل کر سکتا ہوں۔ اے کاش! تم اس منظر کو دیکھو! جب لوگ موت کی جان کنی میں /سختیوں میں گھرے ہوئے ہوں گے اور فرشتے اپنا ہاتھ بڑھا رہے ہوں اُن کی سمت اور کہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج (یومِ قیامت) تمہیں ذلّت/خواری کا عذاب دیا جائے گا، اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ/بہتان تراشتے تھے ناحق، اور اس کی آیات کو تسلیم کرنے سے تکبّر کرتے تھے۔ (٩٣)

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ
شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ
تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾

اور بلاشبہ تم ہمارے پاس اکیلے/تنہا آئے ہو جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے عطا کیا تھا (مال و متاع) اس کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو تمہارے ساتھ وہ شفاعت کرنے والے بھی ہم کو دکھائی نہیں دے رہے ہیں جن کے بارے میں تمہیں گھمنڈ/خیال تھا وہ تمہارے شریک/ساتھی ہیں بے شک وہ تمام تر رشتے/رابطے ٹوٹ گئے۔ اور وہ سب گم ہو گئے جن پر تم کو زعم تھا/جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ (٩٤)

Marfat.com

الفاظ ومعانی آیت ۹۱ تا ۹۴

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ﴾ اور تعظیم نہ کی یہود نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ حق واجب تھا اور قدر کے دراصل معنی ہیں کسی شے کی مقدار کو جاننا، اس کا اطلاق کسی شے کو اس کے تمام پہلوؤں کو پہچاننے سے ہوتا ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)۔

﴿ اِذْ قَالُوْا ﴾ جب کہا انہوں نے کہ۔ ﴿ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ نہیں بھیجی اللہ جل جلالہ نے۔ ﴿ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ کسی بشر پر کوئی شے، وحی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکینِ مکّہ کتابوں کے نزول کا انکار کرتے ہیں اُنہیں باری تعالیٰ کی صحیح معرفت کا علم اور ادراک ہی نہیں ہے مظہرِ رسالت اور ظہورِ نبوّت۔ اور کتابوں کی معرفت سے وہ قطعی بے بہرہ ہیں اور صرف اس گمان ہی میں مُبتلا رہے کہ کسی انسان پر اللہ تعالیٰ کا کلام کس طرح نازل ہوسکتا ہے اس لئے یہاں اہلِ یہود کے اس قول کو جیسے اسلام کے مخالفین نے دلیل حجت سمجھ لیا تھا اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ ایک یہودی جو تورات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی کتاب کو تسلیم کرتا ہے تو پھر یہ بات بعید از عقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اُتارا، یہ لوگ تو صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے انکاری ہیں اور اپنی مُخالفت کے زعم میں اس قدر راندھے ہوجاتے ہیں تو حق تعالیٰ نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو اُن سے دریافت کرو کہ موسیٰ علیہ السّلام پر تورات کس نے نازل کی تھی جس کو یہ تسلیم کرتے ہیں یعنی ''تـــوراۃ نُوْرًا'' درانحالیکہ تھی روشنی دینے والی۔

﴿ وَهُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ اور ہدایت کرنے والی، آدمیوں کے لئے۔ ﴿ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ ﴾ تم نے بنالیا ہے، تم نے کردیا ہے ورق ورق۔ ﴿ قَرَاطِيْسَ ﴾ اس کا واحد قرطاس ہے جس کا معنی ہے کاغذ صفحہ، یہود کے اس قول کو جھوٹ قرار دینے کے لئے مزید بتایا جا رہا ہے تو تم قدرے احساس فراموش اور ناشکری کی وجہ سے توراۃ جیسے پُر نُور، پُر ہدایت کو پارہ پارہ کرکے رکھتے ہو۔ ﴿ تُبْدُوْنَهَا ﴾ تم ظاہر کرتے ہو، اسے جو چاہتے ہو۔ ﴿ وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ﴾ اور تم چُھپاتے ہو اس میں سے بہت کچھ۔ یہود کتابِ الٰہی کے بعض حصّوں کو چُھپاتے تھے اور بعض حصّوں کو ظاہر کرتے تھے اور کتاب کے ساتھ یہ مذاق وہ اپنے ذاتی مفاد اور مقصد کے لئے کرتے تھے۔

﴿ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ﴾ اور تعلیم کئے گئے ہوائے مسلمانو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اُطہر سے، جو تم اور تمہارے باپ دادا نہ جانتے تھے، گویا قرآنِ حمید کے ذریعہ تمہیں تورات اور انجیل سے زیادہ علم عطا ہوا۔

﴿ قُلِ اللّٰهُ ﴾ کہہ دیجئے اے حبیب (ﷺ)! کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور یہ جواب اس سوال کا ہے کہ کس نے تورات عطا کی۔

﴿ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ پھر اُنہیں چھوڑ دو، اُن کی خرافات میں انہیں کھیلتا، پھر یہود سے ہاتھ کھینچ لیجئے اور اُنہیں چھوڑ دو تا کہ وہ باطل بے ہودہ اور خرافات جو وہ کر رہے ہیں اُن سے کھیلتے رہیں۔ ﴿ ثُمَّ ذَرْهُمْ ﴾ یعنی غیر اللہ کو چھوڑ دے، یعنی دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگایا جائے۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ اپنے بعض دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ رہو اور ماسوا کو چھوڑ دو۔'' (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ﴾ اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اہلِ یہود کے انکار اور انحراف کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اب وہ جس ظلمت خرافات میں ڈوبے ہوئے ہیں

Marfat.com

ان کو اُن کے حالِ زار پر چھوڑ دیجئے۔

﴿ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ تا کہ تم اہلِ مکہ کو اور اس کے ارد گرد بسنے والوں کو ڈراؤ، مکہ کے آس پاس کے لوگوں کو یعنی تمام مشرق اور مغرب والوں کو، ﴿ الْقُرٰی ﴾ قریہ کی جمع ہے مکہ کو اُم القری کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ تمام زمین کو اس کے نیچے سے پھیلایا ہے اس لئے کہ سب قریہ والوں کا مرکز اور قبلہ کعبۃ اللہ ہے اور ایامِ حج میں سب وہاں جمع ہوتے ہیں۔ ﴿ عَلٰی صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ اور اپنی نمازوں کا اہتمام حفاظت کرتے ہیں اس کے ایمان کی علامت اور دین کا ستون نماز ہے، ایمان بالآخرت اور ایمان بالکتاب پر یقین رکھنے کی وجہ سے وہ پابندی نماز کا اہتمام کرتے ہیں تا کہ ان کا لگاؤ اور ربط باہم باری تعالیٰ سے دائم اور قائم ہے اور نماز کی ادائیگی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اظہار کرسکیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ ﴾ اور کون شخص ہے بڑا ظالم ﴿ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اس شخص سے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے۔ اور جھوٹ کہے۔ ﴿ اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ﴾ اور کہا وحی کی گئی میری طرف، مسیلمہ کذاب اور [1] اسود بن عنسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور ان کے جھوٹے دعوے کے سبب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ کی خاطرِ معصوم پر گراں گذرا تو باری تعالیٰ نے ان دونوں ظالموں کے ظلم کو بیان کیا۔

﴿ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ﴾ اور [2] دیکھئے جب ظالم، سکرات اور شدید موت کی کیفیت میں ہو۔ ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ اور فرشتے عذاب کے۔ ﴿ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ﴾ پھیلانے والے ہاتھ اپنے اُن کی رُوح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں۔ ﴿ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ نکالو روحوں کو اپنے بدن سے اگر قدرت رکھتے ہو۔

﴿ اَلْيَوْمَ ﴾ آج سے، آج سے مُراد ہے رُوح نکالنے کا دن اور یہی عذاب کے شروع ہونے کی ساعت گھڑی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی ﴾ اور تم آئے ہو ہمارے پاس حساب اور جزا کے واسطے، تنہا ہی، نہ مال ومتاع تمہارے ساتھ ہے اور نہ اولاد اور خدام، اور نہ کوئی مددگار۔ ﴿ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ ﴾ اور اس طرح آئے جس طرح ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ ﴿ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ پہلی بار، شکمِ مادر سے، ننگے سر، برہنہ پا۔

﴿ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ ﴾ اور تم سب کچھ چھوڑ آئے۔ ''فُرَادٰی'' کا واحد فردان، یا فرد، اس کے معنی ہیں اکیلے اکیلے۔ (بحوالہ قرطبی) ﴿ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ﴾ اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش کرنے والوں کو۔

''شُفَعَآءَكُمْ'' سے مُراد وہ بُت ہے جن کی وہ پُوجا رعبادت کرتے تھے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ مُشرکوں کا کہنا تھا اُن کے بُت حق تعالیٰ کے شریک اور اُن کے شفیع ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)

تشریح وتوضیحات آیت ۹۱ تا ۹۴

آیت نمبر ۹۱ میں اظہار بیان ہے کہ مُشرکینِ مکہ نزولِ کتاب کا انکار کرتے ہیں، ان لوگوں نے باری تعالیٰ کی جس قدر

Marfat.com

قدر کرنا واجب تھی اس کا حق ادا کرنے سے قاصر رہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا صحیح اندازہ نہ کر سکے گویا ان ناشکروں نے ربِّ جلیل کی اس نعمت کی قطعی قدر ومنزلت نہ کی، چاہئے تو یہ تھا کہ باری تعالیٰ کے احساسات کا احسان مانتے، شکر بجا لاتے، اس کے بجائے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تکذیب کے مُرتکب ہوئے اور یوں کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی وحی نہیں نازل کی، اس آیتِ مبارکہ میں یہودیوں کو جواب کے طور پر بتایا جا رہا ہے بتاؤ تو سہی تم تورات کو مانتے ہو! سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر وہ کتاب کس نے نازل کی، جو آپ کے دَور میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی تھی، جس کو دورِ جدید کے لوگوں نے ورق ورق کر دیا اور اُس کے چند حصّوں کو مخفی رکھا ہے اور کچھ حصّوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ آیت نمبر۲ سورہ یونس پارہ نمبر۱۱ یَعْتَذِرُوْنَ میں ہے کہ:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

''کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ہم نے اُنہی میں سے ایک مرد پر وحی نازل کی کہ انسانوں کو خبردار کر دے یا اسے رلوگوں کو ڈرانے پر مامور رمقدر کر دیا۔''

آیت نمبر۹۲ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے جو باری تعالیٰ نے نازل کی ہے یہ بڑی برکت والی ہے اور سابقہ کُتبِ سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے یہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا فضل وکرم اور لُطف وعنایت ہے کہ اس میں حسنات اور سیات کو یکجا کر دیا گیا ہے انسانیت کی فلاح وصلاح کے لئے اور قیامت تک کے لئے اب کسی کتاب کی چنداں ضرورت نہیں ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کی سعادت پانے والے ہیں اور جنہوں نے راہِ تقوٰی کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور جن کے دلوں میں آخرت کا خوف موجزن ہے اور بعد الموت کا یقین ہوگا وہ اسی ہدایت اور نجات کا متلاشی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے پیام کو قبول کر کے اپنی عبادات خصوصاً نمازوں کی حفاظت کا اہتمام اور انصرام کرے گا جیسا کہ آیت نمبر۱۰۳ سورۃ النساء (۴) پارہ نمبر۵ وَالْمُحْصَنٰتُ میں ارشادِ ربّی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

''بے شک نماز مومنوں پر پابندی ... فرض ہے۔''

آیت نمبر۹۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اُس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے، خالقِ کائنات کے ساتھ کسی کو اس کا شریک قرار دے یا کسی کو اس کا بیٹا سمجھے۔ اگر کوئی انسان زعم میں آ کر اپنی نبوت کا دعوٰی کر بیٹھے اور یہ کہہ دے کہ میری طرف وحی کا نزول ہوا ہے حالانکہ اس کے پاس کسی وحی کے آنے اور اُترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ بعض مُشرکین نے کہا تھا یہ تمام تر باتیں دوزخ اور کذب اور ظلم پر مبنی ہیں اس جُھوٹ اور بُہتان کا علم تو اُنہیں

❶ ...... مسیلمہ کذاب نے یمن کی سرزمین میں نبوت کا دعوٰی کیا تھا قبیلہ بنی حنفیہ کے کچھ لوگ ... فریب میں آ گئے اور یہ کذاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔ (بحوالہ ... ن، احمد رضا خاں'')

❷ ...... غَمَرٰتُ الْمَوْتِ موت کی تکالیف اور اس کی سختیاں، غمرات کا واحد اور غمرۃ ہے اس کا مفہوم ہے جو کسی چیز کو ڈھانپ لے کسی شے کو ڈبو دے۔

Marfat.com

اس وقت ہوگا جب موت کے فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھائیں گے اور کہیں گے کہ تمہاری رُسوائی اور ذِلّت کی ساعتِ قریب تر آ گئی ہے اب تم جانِ عزیز ہمارے سُپرد کردو، اُس وقت وہ تمام تر منظر اُن کی نگاہوں کے سامنے ہوگا جس کو یہ تمام عمر جھٹلاتے رہے اُن کے لئے ذلّت کے عذاب کے بارے میں بتا کر اُن کے کبر ونخوت پر ضرب لگائی ہے۔

آیت نمبر ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ فخر وانبساط میں کھو کر گیتی کائنات میں مال وزَر حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور رسمِ اُلفت بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی تجارت کے فروغ اور عمیم وزر کی تلاش میں گم کردہ منزل کی تلاش میں کبھی عزیز واقارب کے تعلق پر اتراتے میں تو کبھی کثرتِ اولاد پر نازاں ہیں، ان نادانوں کو خبر ہی نہیں جب آغوش موت میں جائیں گے تو طلسم دلفریب کے تمام پردے نظروں سے اوجھل ہوجائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اکیلے ہی حاضر ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اُن کے باطل مَعبود دنیا میں رہ گئے اب کوئی اُن کے کام آنے کا نہیں!۔

آیت ۹۱ تا ۹۴ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو حُکم ہے کہ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو نازل کیا ہے قرآن بڑی برکت والی کتاب ہے، قرآن پر ایمان لانا اور قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا مُوجبِ فلاح ہے اس قرآن کی تصدیقِ کُتبِ سماوی کے لئے نازل کیا گیا ہے، اس قرآن پر ایمان لانے کی سعادت اُن کو ہی ملتی ہے جو ایمان کامل اور اعتقاد کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں اور آخرت میں نجات پاتے ہیں، بھلا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جُھوٹی تُہمت لگائے اور خاص نبوّت کا مُنکر ہوجائے، یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتارِ بلا ہوں گے اور موت کے فرشتے اُن کی رُوح کو قبض کرنے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، جب یومِ قیامت برپا ہوگا تو باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اب تم ہمارے پاس تنہا تنہا ہو کر آ گئے اسی کیفیّت حال میں جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا جو کچھ متاعِ حیات دنیا میں ساز وسامان دیا تھا اس کو اسی گیتی کائنات میں چھوڑ آئے۔ اے نادانو! تم کو تو اپنے باطل معبود پر شفاعت کا یقین تھا ہم تو تمہارے ساتھ ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے، آج تو عجیب ہی حالتِ زار ہے تمہارے اور اُن کے درمیان، رسمِ التفات ہی باقی نہیں رہا، تم ان سے بیزار ہوا اور وہ تم سے لاتعلق!۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور ان کے درجات بلند کا تذکرہ کیا گیا، جس میں تمام کی تمام نوعِ انسانی یعنی نسلِ آدم صفی اللہ علیہ السلام کو عموماً اور مکّہ والوں کو خصوصاً عملی حالت میں بتانا مقصود تھا کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کلی طور پر فرمانبرداری اختیار کرے اس کے لئے اپنی پسندیدہ چیز کی قربانی پیش کرے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والدین، قوم ووطن سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھوڑ دیا، ملکِ شام کے سبزہ زار کو خیرباد کہہ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر محبوب فرزند کی قربانی کا حُکم ہوا تو اس کی تکمیل کی، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اطاعت کرنے والوں کا اصل بدلہ تو یومِ قیامت بہشت میں ملے گا لیکن اس کائناتِ رنگ وبُو میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُن کو وہ مرتبہ، عزّت اور توقیر عطا کرتے ہیں جس کے سامنے دنیا کی تمام مال ومتاع مانند پڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

بے اللہ جَلّ جَلالہٗ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا رچیرنے والا ہے، وہی جان دار کو بے جان سے نکالنے والا ہے اور وہی بے جان رمُردہ کو جان دار رزندہ سے نکالتا ہے یہ ہے اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ، بس تم کس طرف بہکے چلے جارہے ہو۔ (۹۵)

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

رات کی تاریکی رشب کے اندھیرے کو چاک کر کے صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کی ساعت رگھڑی کو باعث راحت بنایا ہے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا معیار مقرّر کیا وہ بڑی قدرت والا اور جاننے والا ہے۔ (۹۶)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم سیدھی راہ پاسکو، صحرا رخشکی اور تری رسمندر کے اندھیروں میں بے شک ہم نے کھول کر نشانیاں واضح کردی ہیں جو علم رکھتے ہیں اُن لوگوں کے لئے۔ (۹۷)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ایک ٹھکانہ رقیام کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی بلاشبہ نشانیاں ہم نے بتادی ہیں سمجھ رکھنے والوں کے لئے۔ (۹۸)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور وہی تو ایسا ہے جس نے بادلوں سے پانی برسایا تو ہم نے اس سے ہر اگلے والی شے رنباتات اُگائی پھر اس سے ہرے بھرے کھیت رسبزی نکالی ران ہر ہری بالی سے تہ بہ تہ چڑھتے ہوئے دانے نکالے، اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے لدے ہوئے بوجھل ہوکر جھکے پڑتے ہیں، لٹکے جاتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے بعض ملتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں ہر پھل کو بہ نظر غائر دیکھو! جب وہ پھلتا ہے تو اس کے پکنے کو دھیان میں رکھو، اہلِ ایمان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ (۹۹)

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور بنالیا ہے انہوں نے جنوں رشیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک، حالانکہ جناتوں کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اُنہوں نے اللہ کے لئے محض جہالت کے سبب گھڑ لیں رتراش لیں بے سند بیٹے بیٹیاں وہ پاک اور برتر ہے اُن چیزوں سے وہ جو بیان کرتے ہیں۔ (۱۰۰)

الفاظ ومعانی آیت ۹۵ تا ۱۰۰

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ چیرنے والا ہے ردانہ اور گٹھلی کو۔ فَالِقُ، فَلَقٌ مصدر پھاڑنے والا بیج

Marfat.com

اور گٹھلی کو پھاڑ کر سبزہ نکالنے والا۔ اس میں قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ حیرت کا اظہار ہے، بتایا جارہا ہے حَبَّ ‌/ دانہ اور النَّوٰی تاریکی کو چیر کر صبح نکالنے والا، قواعد کے مطابق اسم فاعل ہے۔ اس کا واحد نواۃ، کھجور کی گٹھلی۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

خشک دانہ اور خشک گٹھلی کو تراش کر اس کے اندر سے سبز درخت کا اُگنا، اور مختلف قسم کے درخت پیدا کرنا اسی ذاتِ باری تعالیٰ کا وصف ہے جو خالقِ کائنات ہے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس زمین میں انسان کی کوشش اور سعی عمل کا کچھ کمال نہیں، ذرا سوچئے تو سہی کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو یہ کام کرسکتا ہے آم کی ایک چھوٹی سی گٹھلی کو کاشت کرنے والا زمین میں دبا دیتا ہے، پھر ایک تن آور درخت پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ﴾ بے جان شے میں سے جاندار چیزوں کو پیدا کرتا ہے بے جان سے مُراد نطفہ یا انڈا، انڈے سے جاندار مرغی وجود میں آتی ہے اور نطفہ سے زندہ انسان جیسے آیت ۱۴ سورہ رحمٰن پارہ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ ۲۷ میں ارشادِ ربی ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ

''اس نے انسان کو پیدا کیا ٹھیکرے کی طرح کھنکناتی مٹی سے، گویا ان کو اُچھلتے ہوئے قطرے آب سے پیدا کیا۔

﴿ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴾ ہے ایک اللہ جل جلالہ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو یہ تمام تر کام ربِّ جلیل کے بنائے ہوئے اور کئے ہوئے ہیں ان سب کے بارے میں جانتے ہوئے سمجھتے ہوئے تم کس طرح غیر اللہ کی عبادت کی طرف الٹے بھٹکتے ہوئے، گمراہ ہوتے ہوئے اُلٹے چلے جارہے ہو اور اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صَنم کو حاجت روائی کے لئے پُکار رہے ہو اور معبود کہنے لگے۔ ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ﴾ وہ نکالنے والا ہے صبح کو شب کے اندھیرے سے، ہر بینائی کی صلاحیّت رکھنے والا اس بات سے آگاہی لئے ہوئے ہے کہ رات کی تاریکی کے بعد ''صبحدم دروازہ خاور کھلا'' صبح کا اُجالا پیدا کرنے والا نہ تو کوئی بشر اور نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی دیگر مخلوق میں ایسی صلاحیّت موجود ہے سارے جہاں کی تخلیق کو معرضِ وجود میں لاسکے۔ ﴿ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا ﴾ اور کیا ہے اس کو، رات کو باعثِ راحت وسکون لفظ سَکَنًا لفظ مسکن سے مشتق ہے ایسی شے جس پر پہنچ کر انسان کو فرحت ملے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح دن کی روشنی ایک نعمت کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح شب کی تاریکی بھی ایک نعمت کہی جاسکتی ہے اس لئے کہ دن بھر کی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے رات کی موجودگی باعثِ سکون اور باعثِ راحت وآرام ہے چنانچہ آیت نمبر ۹ سورۃ النَّبَأ پارہ عَمَّ (۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ''اور ہم نے تمہاری نیند موجبِ آرام ‌/ سکون بنایا۔''

سُبَاتٌ کے معنی قطع کرنے کے ہوتے ہیں رات بھی انسان وحیوان کی تمام حرکات وسکنات کو منقطع کر دیتی ہے تاکہ سکون میسّر آجائے۔ ﴿ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ﴾ سورج اور چاند آفتاب اور ماہتاب کو حساب کا معیار بنایا۔ حُسْبَانٌ مصدر ہے حساب ‌/ گنتی کرنے اور شمار کرنے کے لئے مستعمل ہے گویا چاند وسورج کا طلوع وغروب کا عمل ایک خاص حساب سے رکھا ہے جس کے ذریعہ سے انسان صدی، ماہ، یوم اور ساعتوں کا حساب سیکنڈوں اور منٹوں میں معلوم کرلیتا ہے۔ چونکہ

Marfat.com

اسلامی تاریخ اور احکاماتِ اسلامی کا انحصار قمری حساب پر موقوف ہے اس لئے اُمّت کے لئے لازم ہے کہ اس حساب کو قائم اور دائم رکھے "قمری حساب کو بالکل نظر انداز اور محو کر دینا گناہِ عظیم ہے۔" (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ اللہ جلّ جلالہٗ شمس و قمر کے طلوع و غُروب اور اُن کی رفتار کو ایک خاص معیارِ انداز سے مقرّر اور متعین کر رکھا ہے چنانچہ اس بات کا اظہار آیت نمبر ۵ سورۂ یونس پارہ نمبر (۱۱) یَعْتَذِرُوْنَ میں کیا جا رہا ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ

"وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نُور والا بنایا اور اُس کے گردش کی منزلیں درست انداز میں مقرّر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو۔"

گویا پتہ چلا کہ آفتاب اور ماہتاب کا حساب مقرّر ہے جس میں کوئی تبدیلی اور اضطراب نہیں ہوتا بلکہ دونوں کی اپنی اپنی راہیں ہیں جن پر گرمی اور سردی دونوں کیفیّات میں دونوں رواں رہتے ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے ستاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دریافت کرنے کا ذریعہ بنایا۔ چاند سورج کے علاوہ ستاروں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر موجود ہیں اور اُن کے معرضِ وجود میں لانے کی کئی حکمتوں میں ایک حکمت ہے، انسان سمندر اور زمین کے سفر میں جہاں رات کے اندھیرے میں صحیح سمت کا اندازہ کرنے میں قدرے دِقّت محسوس کرتا ہے، ان ستاروں کی چمک اور روشنی سے وہ اپنی راہ کو آسانی سے پالیتا ہے آج کے جدید سائنسی دور میں بھی انسان ستاروں کی قدر سے بے نیاز نہیں اور ستارے اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ کسی بنانے والے اور چلانے والے کے زیرِ تابع ہیں اور سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴾ بلاشبہ ہم نے نشانیاں اُن لوگوں کو تفصیلاً بیان کر دی ہیں جو ماننا چاہیں اس میں لطیف انداز میں وضاحت کر دی گئی ہے جو ان کھلی نشانیوں کو جاننے سے گُریز کرتے ہیں وہ بے خبر اور ہوش سے قطعی بیگانہ ہیں، اہلِ فکر و دانش کے لئے گیتی کی کائنات کی ہر شے میں توحید کے دلائل موجود ہیں نظامِ عالم نیرنگیٔ حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد دل کہہ اُٹھتا ہے کہ اس کی تخلیق کرنے والی ذات واحد، بڑی قدرت اور حکمت والی ہے۔ چنانچہ انسان کو جس قدر علم و عرفاں کی توفیق ہوگی اس قدر وہ توحید عرفان کے رُموز سے واقف ہوگا۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ﴾ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے لئے جائے قرار ایک مدفن ہے (ایک امانت رکھنے کا مقام/جگہ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات واحد وہ ذات ہے جس نے انسان کو ایک جان حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، پھر ایک مُستقر/جائے قرار ایک عرصہ تک رہنے کی جگہ بنادی، اکثر مفسرین نے مُسْتَقَر کا مفہوم شکمِ مادر لیا ہے اور مُسْتَوْدَع سے معنی صلبِ پدر/باپ کی پیٹھ لیا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر، ابنِ کثیر)

بعض مُفسرین کی رائے ہے مستقر سے مُراد زمین ہے جہاں انسان کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کا موقع ملتا ہے اور مُستودع سے

Marfat.com

مُرادلحد رقبر ہے انسان جہاں دنیا سے کُوچ کرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی وقفہ گذارتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہری ؒ)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے اپنی تفسیر میں اس بات کو ترجیح دی کہ ''مُسْتَــقــر'' دارآخرت کی جگہ رمسکن بہشت یا دوزخ رجہنم ہے اور انسانی زندگی کی ابتداء سے لے کرآخرت تک جس قدر مرحلے ہیں وہ سب مستودع چند روزہ رکھنے کا مقام ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) ﴿ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ وہی ہے جس نے ابرِ رحمت برسایا رآسمان سے پانی اُتارا، جب بارش ہوتی ہے تو سبزہ اُگتا ہے اور زمین قابلِ کاشت ہوتی ہے، ہر شے کی پیدائش عمل میں پانی کا ایک خاص حصہ ہے زمین پر مٹی کی نمو پانی کی محتاج ہے، ابتداء میں تو زمین آگ کا گولہ تصوّر کی جاتی ہے اور وُہ سخت ہوتی چلی گئی اور زمین پر نباتات کے اُگنے کے لئے مٹی نہ تھی اس کے بعد کیمیاوی عوامل اور فضا کے عناصر (Chemical Elemient) اور پانی جس کو علم کیمیا (Chemistry) میں H_2O دو جزو ہائیڈروجن اور ایک جزو رمسالحہ ہوا سے مل کر پانی مرکب کی صورت میں بنا، پانی حیاتیات کی ضرورت ہے، نمو کے لئے، وجود کے لئے پانی کی اہمیّت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، پانی کی وجہ سے سطحِ زمین پر مٹی کی تہ جمع ہونا شروع ہوئی پھر ''میرے کھیتوں کو قرن نمو چاہئے'' کے مصداق زمین کو سبز و شاداب رکھنے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔

﴿ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ﴾ پھر نکالی اس نے اُگنے والی ہر شے پھر اس روائیدگی سے سبز کھیتی نکالی جس میں سے نکالتے ہیں دانے جو ایک اوپر چڑھا ہوا ہے، بتایا جا رہا ہے کہ پانی کے ذریعہ ہی سے رنگ برنگ کے نباتات کو زمین سے نمو ملی۔ [1] جو زورنگ میں ہوتی ہے علمِ نباتات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سورج کی روشنی میں ایک سبز رنگ کا مادّہ ہوتا ہے جس کو ''کلوروفل'' کہا جاتا ہے جس سے پودوں کی نشو ونما ہوتی ہے پھر ان سبز شاخوں اخضر سے اوپر تلے دانے چڑھے نکلتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس ؓ کا کہنا ہے کہ اس سے مُراد، گندم، چاول، مکی اور جو کے پودے ہیں جن پر خوشے سجتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی ؒ)

﴿ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ﴾ اور نکلتے ہیں کھجور کے خوشے رگچھے اور نیچے کی طرف جھکے جاتے ہیں۔ طَلْعٌ وہ گھابا ہے جو کھجور کی ابتداء کی شکل ہے یہی بڑھ کر خوشہ کا روپ دھار لیتا ہے ﴿ قِنْوَانٌ ﴾ صیغہ جمع ہے اس کا واحد ہے قِنْوٌ یا قُنْوٌ ہے جو گچھے کے معنی میں آتا ہے۔

﴿ دَانِيَةٌ ﴾ سے مُراد وہ خوشے ہیں جو خوشے قریب ہوں اور کچھ خوشے فاصلہ پر دور ہوتے ہیں۔ جن تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ (بحوالہ فتح القدیر) ﴿ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ﴾ اور پھر دیکھو! ملاحظہ کرو درخت کے پھل کو جب اس میں پھل آتا ہے پکنے کو۔ ﴿ يَنْعِهٖ ﴾ پھل کا پکنا قواعد کے مطابق مصدر مضاف ہے ضمیر کی طرف۔ (بحوالہ قرطبی ؒ) یَـنـع پھل کا پکنا، باب فتح سے مصدر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

[1] ......نباتات کے اُگنے کا عمل یہ ہے کہ زمین میں جب بیج کو بویا جاتا ہے اور زمین کو پانی ملتا ہے تو پودے کی نمو میں عمل زیرگی (Pulination) ہوتا ہے اور سورج کی روشنی میں پودوں کی افزائش میں ''شعاعی ترکیب'' (Photosem the sis) وقوع پذیر ہوتا ہے پہلے پودا ہرا بھرا تھا، نرم و نازک تھا، پھل لگنے سے پھل پکنے تک تبدیلیاں موقع در موقع۔

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۹۵ تا ۱۰۰

آیت نمبر ۹۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس کارگہہ حیات کے مشاہدہ پر کی جانب تم متوجہ ہو تو پتہ چلے گا یہ قدرتِ کاملہ کا اعجاز ہے کہ گٹھلی سے اور دانے کو چیرنے کے بعد ایک شجر بنا دیتی ہے اور یہ دانہ ہری بھری کھتیاں پیدا کرتا ہے۔ یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ جاندار کو بے جان سے نکال لیتا ہے، عالمِ حیوانات میں افزائشِ نسل کا سلسلہ دعوتِ فکر کی طرف راغب کر رہا ہے کہ نطفے یا انڈے سے بچہ اور زندہ جانور سے مزید جاندار کو پیدا کرنے کا مُوجب ہے اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ واحد ہے جس نے روزِ اوّل سے ایک مُردہ کیفیت سے انسان کو حیات عطا کی یہ کائنات رنگ و بو کا تو وجود تھا مگر حضرت انسان نہ تھا۔ یہ زمین تو اپنا وجود رکھتی تھی، مگر اس میں آثارِ زندگی نہ تھے، پھر حیات کی جلوہ گری حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اِذن سے نمو پذیر ہوئی بلکہ یہ ابدی حقیقت ہے کہ آج تک یہ تابانی حیات مُردے سے نمودار ہو رہی ہے اور مُردے ذرّاتِ حیات کے ذریعہ زندگی پاتے ہیں یہ کس قدر لطیف اندازِ حکمت ہے کہ بے جان سے جان دار معرضِ وجود میں آجاتا ہے۔ اس مفہوم کو اس انداز سے سمجھئے کہ یہ زندہ خلیّے (liuing cells) انسان کے جسم میں اور دیگر جانداروں کے جسم میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہ زندہ ذرّات عملِ تغیر پذیراں سے گذر کر زندہ خلیّے کا وجود دھار لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد یہ زندہ خلیّے پھر بے جان ہو جاتے ہیں کیونکہ زندہ خلیے ہر وقت مُردہ خلیوں کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ [1] تو نیرنگی قدرت تو دیکھئے یہ زندہ شخص یا جانور ایک دن مُردہ ذرّات کی روپ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس حقیقت سے آشنا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ قدرت حاصل ہے کہ ''وہ زندہ کو مُردے سے خارج کرنے والا ہے اور مُردے کو زندہ سے خارج کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا اب تو عقل میں یہ بات آجانی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ معبودِ برحق ہے، اب مقامِ حیرت تو یہ ہے کہ اس کے بعد بھی تم دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک جانتے ہو، ''بس تم کس طرف بہکے جا رہے ہو۔'' [2]

آیت نمبر ۹۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاریکی چاک کر کے صبح کو روشن کرنے والا ہے، پھر دن کے تھکان و ماندگی کو دُور کرنے کے لئے رات کو باعثِ آرام بنایا اور شب کو استراحت کا سبب بنایا عابد اور زاہد اور شبِ بیدار مؤمن رمسلمان رات کی تنہائی میں اپنے ربّ سے رجوع ہو کر طمانیت قلب پاتے ہیں۔ بقول شاعر مشرق اقبال

ع　　عطار ہو رومی ہو کہ رازی ہو کے غزالی ہو　☆　کچھ ہاتھوں میں نہیں آتا بے آہ سحر گاہی　　اقبال

جب پُو پھٹتی ہے صبح صادق کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو فجر کی ساعت کس قدر سُہانی، پُر کیف اور پُر لطف ہوتی ہے یہ برکت والی گھڑی ہے یہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہیں، اسی طرح سورج اور چاند برابر محوِ گردش رہتے ہیں چنانچہ اس بات کو سورۃ الرحمٰن آیت ۵ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں بیان کیا گیا ہے: '' **اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ** ''
''سورج اور چاند مقرر حساب سے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں کی سمت رواں دواں ہیں اُن سے تجاوز نہیں کرتے چاند کا نکلنا

[1] ......فی ظلال القرآن از سید قطب شاہ شہیدؒ۔　[2] ......بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ

Marfat.com

اور غُروب ہونا، مشرق سے سورج کا طلوع ہونا اور پھر مغرب کی سمت غُروب ہونا، اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت کا مظہر ہے گردشِ لیل ونہار (دن رات) سے بھی عبادات کا حساب بھی شمسی وقمری طریقہ انداز سے شمار کیا جاتا ہے نماز کے اوقاتِ کار، رمضان المبارک کی آمد، ایّامِ عید، حج اور مناسکِ حج کے ایّام، ان سب کا تعیّن اور شمار باآسانی کیا جاسکتا ہے زمین کا اپنے محور پر گردش کرنا، زمین میں کشش موجود ہوتی ہے علم طبیعات (phycls) کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین کی گردش، قانون ثقل (law of gravity) کے تحت معرضِ وجود میں آتی ہے یہ سب کچھ مظاہرِ قدرت ہیں۔

آیت نمبر ٩٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا، ایک ایک مہ وانجم کے نکلنے اور غُروب/غائب ہونے کا عرصہ اور راہِ سفر اس طرح متعیّن کیا کہ ہم خشکی میں یا شب کے اندھیرے میں ستاروں کی روشنی سے اندازہ/استفادہ کر کے اپنی سمت، راستے کا تعیّن کر سکتے ہیں یہ ایسی زبردست حکمت ہے جس میں علم وآگہی اور فہم وشعور رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور گیتیِ کائنات کی ہر شے میں توحید کے دلائل ہیں۔

آیت نمبر ٩٨ میں بیان کیا جارہا ہے کہ وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے تخلیق کیا، تمہیں ایک خاص مُدّت تک ماں کے پیٹ میں رکھا اور ایک خاص طرزِ انداز سے انسان کی نشو ونما ہوئی اور تمہاری زندگی دنیا میں ایک مقررہ مُدّت تک دائم اور قائم رہی، پھر جب دنیا سے رُخصت ہونے کا وقت آیا تو تمہارا ٹھکانہ لحد/قبر ٹھہری اور وہاں پر بھی قیامِ مُدّت اس وقت تک ہوگا جب تک باری تعالیٰ کو منظور ہوگا، پھر آخرت نشانِ منزل ٹھہری اگر تم میں غور وفکر کی صلاحیّت ہے تو اس میں تمہیں وضاحت کے ساتھ دلائل مل جائیں گے۔

آیت نمبر ٩٩ میں اظہارِ بیان ہے کہ ذرّا ابرِ کرم کو برستے ہوئے تو دیکھو! بارش ہوتی ہے تو رَبِّ جَلیل تمام نباتات کو زمین کی تہہ سے پیدا کر دیتا ہے درخت اور شجر کا وجود عمل میں آتا ہے، کھیتوں میں سبزہ اُگنے لگتا ہے اور ان کھیتوں سے دہقان خوراک حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اناج پیدا کرتا ہے کھجور کے لچھے نیچے جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور باغات میں رنگارنگ کے پھل انگور، انار اور زیتون الگ الگ پیدا ہوتے ہیں ان تمام چیزوں میں پروردِگارِ عالم کے کمال، قدرت اور اس کی حکمت اور رحمت کے دلائل مُضمر ہیں۔

آیت نمبر ١٠٠ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ باوجود کمالِ قدرت کا ادراک رکھتے ہوئے تم لوگ جنّات کو رَبِّ کائنات کا شریک جان لیتے ہو جو خود اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ایک مخلوق ہے اور کبھی جہالت کی تاریکی میں کھو کر کبھی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کہتے ہو اور کبھی بیٹیاں بنا لیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں بھلا عقل وخرد کو بروئے کار لاتے ہو تو سوچو تو سہی کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی کوئی مخلوق اس کی خدائی میں کس طرح شریک بن سکتی ہے، صرف اہلِ ایمان کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو یکتا اور تنہا تسلیم کرتے ہیں اور وہی ان نشانیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔

Marfat.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا/ بنانے والا ہے، کیونکر ہوسکتا ہے اس کا فرزند/ بیٹا، جب کہ اس کی بیوی/ شریکِ زندگی نہیں اور اُس نے ہر شے پیدا کی اور وہ ہر/ تمام کی تمام چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (١٠١)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾

یہ اللہ تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، ہر شے کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پس تم اس کی عبادت کرو، اور وہ ہر شے کا نگہبان/ کفیل/ ساز گار ہے۔ (١٠٢)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾

آنکھیں اور نگاہیں اسے نہیں محیط کرسکتیں ہیں/ گھیر نہیں سکتیں/ نہیں پاسکتیں وہ سب آنکھوں اور نظروں کو پاتا ہے/ سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں بلاشبہ وہ بڑا باریک بین، راز جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (١٠٣)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾

آپ ﷺ کے پاس ربّ کی طرف سے بصیرت کی آگاہی آگئی ہے پھر جو شخص نظر بینا/ آنکھ کھول کر دیکھا، اس نے اپنا بھلا/ فائدہ کیا اور جو نابینا اندھا بنا رہا اس نے اپنا خسارہ کیا۔ (١٠٤)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اور اسی طرح ہم اپنی آیات/ توحید کے دلائل کو مختلف طریقوں/ پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ/ کافر کہہ اُٹھیں کہ آپ ﷺ نے پڑھ کر سُنا دیا تاکہ جو قوم علم رکھتی ہے اس پر ہم حقیقت واضح کردیں۔ (١٠٥)

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾

آپ ﷺ اس کی اتباع/ پیروی کرتے رہیے جو آپ کے ربّ نے وحی آپ کی طرف بھیجی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور مُشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لیجئے/ شرک کرنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ (١٠٦)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی وہ چاہتا تو بندوبست کردیتا یہ شرک کرہی نہیں سکتے اور ہم نے آپ کو اُن کا نگہبان نہیں مقرر کیا، آپ اُن کے ذمہ دار/ داروغہ نہیں۔ (١٠٧)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ

اور آپ ﷺ اُن سے بدکلامی مت کیجئے/ بُرا بھلامت کہیے اُنہیں، جو پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن کی، کہیں یہ بھی جہالت کے سبب اللہ ﷻ کی شان میں گستاخی/ بے ادبی کریں اور ہم نے ہر

Marfat.com

اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

اُمّت کے لئے اُن کے اعمال کو زینت بخشی آخر سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا، پلٹ کر جانا ہے پھر وہ اُنہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (١٠٨)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾

اور وہ پوری کوشش کے ساتھ/اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس کوئی نشانی آجائے تو ضرور اُس پر ایمان لائیں گے آپ ﷺ کہہ دیجئے! نشانیاں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور اے مسلمانو! بھلا تمہیں کیا خبر! نشانیاں اگر آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ (١٠٩)

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾

اور ہم بھی اُن کے دل اور آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسا کہ پہلی بار ایمان نہ لائے تھے ہم اُن کو اُن کی سرکشی میں سرگرداں بھٹکتے رہنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ (١١٠)

الفاظ و معانی آیت ١٠١ تا ١١١

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پیدا کرنے والا/ بنانے والا زمین اور آسمان کا، بَـدِيْـع، ایجاد کرنے والا، کسی چیز کو بغیر نمونہ کے بنانے والا، اِبْـدَاع کے معنی ہیں کسی صفت کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے ایجاد کرنا، اِبْـدَاع جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو بلا واسطہ آلہ اور مادہ کے اور اعتبار زمان و مکان کے ایجاد کرنا، ایجاد کرنے کی یہ صورت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہے اور کسی اور کے لئے نہیں، بَـدِيْـع جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو فَعِيْل معنی فاعل آتا ہے دوسروں کی صفت میں بھی بمعنی فاعل آتا ہے اور بمعنی مفعول بھی، مفردات۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور پیدا کیا اُس نے سب چیزوں کو اور کوئی اُس کے مثل نہیں ہے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ نہیں پاتیں اُسے نظریں۔ ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ اور وہ پاتا ہے سب نظر والوں کو۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ادراک کی تفسیر احاطہ کر لینا بتائی ہے۔ (بحوالہ بحر محیط) ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا اور اس کا احاطہ کرنا۔ (بحوالہ قرطبی) ﴿اَبْصَارُ﴾ بَـصَـرَ نگاہ/آنکھ اس کا واحد ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتیں نظریں اس دنیا میں، عقبہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اَبْـصَـرَ فعل اُس نے دیکھا بصیرت پائی اَبْصَار سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام ''مخلوقات جن وانس وملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ یہ نگاہیں اس کی ذات کا احاطہ کر لیں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو پوری طرح دیکھتے ہیں اور اُن کا دیکھنا سب پر محیط ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

تاہم یہ بات روایت سے ثابت ہے کہ یوم قیامت اہلِ ایمان اللہ کو دیکھیں گے اور بہشت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کا

شرف پائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب چاند کی چاندنی میں تشریف فرماتھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام ﷺ موجود تھے آپ نے چاند کی طرف نظر اُٹھائی اور پھر ارشاد کیا، آخرت میں تم اپنے اللہ کو اسی طرح عیاناً دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

قرآنِ حمید کی آیات میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن مؤمن کو دیدار باری تعالیٰ ہوگا چنانچہ ارشادِ ربی ہے پارہ نمبر ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ

''اس روز رقیامت کے دن بعض چہرے تروتازہ رشگفتہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رَبّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' (آیت نمبر ۲۱۔۲۲ سورۃ الْقِیٰمَۃِ)

یہ اہلِ ایمان کے بارونق چہرے جو اپنے حسنِ انجام کے سبب طمانیت قلب کے لئے ، مسرور اور منوّر اور تاباں ہوں گے مزید دیدارِ الٰہی سے لُطف اندوز ہوں گے ۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ جن لوگوں کو بہشت میں خاص ردرجات عطا کرے گا اُن کو صبح وشام روزانہ اپنی زیارت سے سرفراز فرمائیں گے۔

﴿ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ اور وہ جاننے والا بھید ررازوں کا، لَطِیْف عربی لغت میں دومعنوں میں مستعمل ہے ایک مہربان، دوسرے بمعنی کثیف، وہ شے جو حواس اور محسوسات سے معلوم نہیں کی جاسکتی۔ ﴿الْخَبِيْرُ﴾ بھید کا جاننے والا، وہ ہے باریک بین پوشیدہ بات کا جاننے والا، کوئی نہیں دیکھتا کچھ جو وہ دیکھتا ہے اور کوئی نہیں جانتا جو کچھ وہ جانتا ہے۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ آئیں تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں تمہارے رَبّ کی طرف سے، بَصَآئِر کُھلی دلیلیں اس کا واحد بَصِیْرَۃٌ اسم ہے قواعد کے مطابق ، بصائر کا مفہوم ہے حق بینی کے دلائل اور ذرائع آچکے ہیں قرآن کا نُزول ہونا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت آپ ﷺ کے معجزات آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مشاہدات یہ سب اظہارِ حق کے ذرائع ہیں، اسی طرح نفس ورُوح کے لئے بصیرت ہے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾ اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں ، بلکہ میں صرف داعی ر پیغام پہنچانے والا ہوں، راہ دکھانا میرے ذِمّے ہے راہ پر لانا اور راہ پر چلا دینا باری تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، میرا کام تو بس اس قدر ہے کہ اس ہدایتِ نُور کو تمہارے سامنے پہنچا دوں، اب آنکھیں کھول کر دیکھنا، اس پر عمل کرنا تمہارا اپنا کام ہے، میری ذِمّہ داری تبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کلام و پیام سے تمہیں آگاہ کرنا ہے۔ ﴿ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ ﴾ اور تاکہ نہ کہیں اہلِ مکّہ آپ ﷺ نے پڑھا ہے تعلیم لی ہے دوسروں سے۔ کُفارِ قریش کو اس بات کا زعم تھا کہ رُوم کے دو غلام قیدی اور جبر اور پیار سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے تعلیم لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیات سے مختلف دلائل کو بتاتے ہیں ربیان کرتے ہیں تاکہ کُفار نہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بشر سے تعلیم لی ہے اس واسطے کہ ایسا کلام کرنا کسی بشر کا

Marfat.com

مقدور نہیں۔ درس، وراستہ سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں کسی کو پڑھ کر سنانا، جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی تو وہ کہنے لگے یہ علوم تو آپ ﷺ نے کسی سے پڑھا ہے۔ ﴿ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ اور تا کہ ہم واضح کر دیں اس کو سمجھ والوں کے لئے / اہلِ دانش کو جاننے کے لئے۔ جن میں عقل کو بروئے کار لانے کی صلاحیت ہے اُن کے لئے بار بار ہدایت کا بیان واضح کیا جا رہا ہے تا کہ اس بیان اور دلائلِ توحید سے وہ استفادہ کریں اور جن لوگوں نے ان لطیف اشاروں کو سمجھا وہ اس کے راہنما اُصول اپنا کر اس کے ذریعہ دنیا کے راہبر بن گئے۔ ﴿ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ﴾ پیروی اختیار کرو اس چیز کی جو وحی بھیجی گئی ہے آپ ﷺ کی طرف۔ ﴿ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ آپ ﷺ کے ربّ کی طرف سے یعنی طریقہ توحید جان لیں۔ ﴿ اِتَّبِعْ ﴾ آپ پیروی کریں، فعل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ اور اُنہیں بُرا بھلا نہ کہو جنہیں یہ پوجتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور اُن کی بُرائیاں ذکر نہ کرو۔

﴿ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ پس وہ بھی اس کے عوض بُرا کہیں گے خدا تعالیٰ کو ظلم کی رُو سے اور حق سے درگذر کر کے، ایسا کلام کریں گے نادانی کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں گالی دینے کو منع کیا ہے جو گالی دینے کے لائق ہے تا کہ اُس کے بدلے ایسے پر گالی نہ پڑے جو گالی کا مستحق نہیں۔

﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ ﴾ اور پھیرتے ہیں اُن کے دلوں کو تصدیق سے اور اُن کی نظروں کو راہِ حق دیکھنے سے، تو وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ آخر میں جس طرح کہ وہ ایمان نہ لائے ان چیزوں کے ساتھ جو معجزات میں ظاہر ہوئیں۔ ﴿ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ پہلی بار جیسے شق القمر کا واقعہ وغیرہ۔ ﴿ وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ اور چھوڑ دیتے ہیں، ہم اُنہیں تا کہ اپنی گمراہی / سرکشی میں سرگشتہ اور حیران رہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۰۱ تا ۱۱۰

آیت نمبر ۱۰۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا ارض وسما کا خالق / بنانے والا ہے اللہ تعالیٰ ہر شے کا بغیر کوئی سامنے نمونہ رکھے ہوئے، خالق ہے ''خلق اور خالق میں فاصلوں کی حد بھی ہو'' کے مصداق اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے مابین صرف عبودیّت اور بندگی کا ہی رشتہ ہے فرزندی اور قرابت داری کا کوئی تعلق ربط / رشتہ نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے زمین وآسمان بنایا، بھلا سوچو تو سہی اللہ تعالیٰ کی اولاد کہاں سے ہوسکتی ہے جب کہ کوئی اس کی شریکِ زندگی / زوجہ ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ ذات واحد ہے جس نے اس کائنات رنگ وبُو کو عدم مطلق سے وجود بخشا، بھلا اسے کیا ضرورت بیٹوں اور عزیز واقارب کے سہاروں کی۔ اللہ تعالیٰ کا شریک خود اس کی مخلوق سے کیونکر بن سکتا ہے، ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنی چاہئے اس کے سوا الٰہ اور حاکم نہیں ہوسکتا اور نہ ان کا کوئی اس کے سوا خالق ومالک ہے اللہ تعالیٰ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے لیکن مُشرکین کا تو عجب حال ہے، ان لوگوں نے بتوں کی پرستش کو معیارِ عبادت بنا رکھا ہے، بات تو سیدھی یہ ہے کہ شیطان کے کہنے پر شرک جیسا عظیم ظلم کیا جاتا ہے قرآنِ حمید نے اس بات کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورہ یٰسٓ آیت نمبر ۶۰ پارہ وَمَالِیَ (۲۳) میں ارشادِ ربی ہے:

Marfat.com

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

''اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تم سے عہد رو عدہ نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ اختیار کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

آیت نمبر۱۰۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ یہ ہے تمہارا ربّ، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بندگی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر شے کا تخلیق کرنے والا ہے۔ ''جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ'' کے مصداق صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کر وہ ہر شے پر نگہبان ہے، اب انسان پر لازم ہے ربوبیّت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، بتایا جارہا ہے کہ اپنے عقائد و اعمال میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اس کی حاکمیّت اور اس کی مکمل بندگی اختیار کرو یہی صورت حال حقیقت حیات ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورہ یٰسٓ آیت نمبر ۶۱ پارہ وَمَالِیَ (۲۳) میں ارشادِ ربی ہے:

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

''اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔''

یعنی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یہی راہ سیدھی ہے جس کی تمام انبیاء دعوت دیتے رہے اور یہی منزلِ مقصود ہے۔

آیت نمبر۱۰۳ میں بیان کیا جارہا ہے کہ تمام ترمخلوق کی نگاہیں ایک ساتھ مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پُر نُور کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن وہ ہمہ لحہ، ہر گھڑی، ہر لحظہ ان سب لطیف نگاہوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے کائنات گیتی اور تخلیق کا کوئی ذرّہ کسی لحہ ذاتِ باری تعالیٰ کی نظروں سے اُوجھل نہیں، اللہ تعالیٰ کا نُور، دنیاوی شعاعوں سے کہیں زیادہ لطیف ہے اس لئے وہ دکھائی نہیں دیتا سیدھی بات تو یہ ہے کہ ظاہری آنکھوں سے عالمِ دنیا میں تجلّی دیدار باری تعالیٰ کا تو امکان نہیں ہاں اگر دل بینا صلاحیّت سے معمور ہو تو نگہہ دل کی بصیرت اور بصارت سے یہ ادراک ہوسکتا ہے جیسے اسے دیکھ ہی لیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس احساسِ لطیف کے ساتھ کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر اس بات کا یقین ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جسم ظاہری اور رُوح کی دنیا میں خاصا تفاوت ہے یہ مادی جسم، معصیت اور خطاؤں کی کثرت سے اور اُن کی کثافت سے آلودہ گناہ ہے اس لئے مشاہدہ جَلوہ الٰہی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی کوہِ طور پر تجَلّی کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس خواہش کا اظہار کیا رَبِّ اَرِنِیْ اے میرے رَبّ! مجھے اپنی زیارت کروا دیجئے، تو جواب میں حکم ملا ''لَنْ تَرَانِیْ'' آپؑ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

یہ اعزازِ شرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو حاصل ہے کہ بہشت میں جانے کے بعد اہلِ بہشت کو ایک نعمت حاصل ہوگی وہ ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار اور زیارت کی نعمتِ عظیم۔ چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل جنت بہشت میں داخل ہوجائیں گے تو رَبِّ جَلیل فرمائیں گے، جنت میں جو نعمتیں عطا ہوئیں ہیں ان سے زیادہ اور کسی نعمت کی طلب ہے تو بتاؤ وہ بھی مل جائے گی یہ لوگ کہیں گے، ہمیں دوزخ سے نجات مل گئی، بہشت عطا ہوئی، اس سے زیادہ اور کیا چاہیے سُبحان اللہ۔ اس وقت درمیان سے حجاب اُٹھایا جائے گا اور سب کو حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی۔ الحمد للہ۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

یہ بات بھی ہے کہ منکرینِ حق اور اہلِ کفر اس روز بھی بطورِ سزا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے چنانچہ آیت نمبر ۲۴ سورۃ القِیٰمَۃ پارہ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں حکمِ ربّی ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ

''اور کتنے ہی چہرے اُس روز بے رونق رمغموم اور اُداس ہوں گے۔''

کافروں کے چہرے ہوں گے حزن وملال سے افسردہ اور سیاہ۔

آیت نمبر ۱۰۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے، بصیرت کا نُور مل گیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ بصیرت کا فیضِ آگہی یہ ہے کہ انسان کو ہدایت ملتی ہے اور راہنمائی کی منزل مقصود انسان پاتا ہے، اس لئے جو اس بصارت سے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق پائے گا وہ اپنا ہی فائدہ کرے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اُس نے اپنا ہی بھلا کیا اور اپنی ہی ذات کا فائدہ پایا اور جس نے اتنے روشن دلائل دیکھنے کے بعد اپنی آنکھوں کو بند رکھا، اس نے اپنا ہی خسارہ کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر محافظ کے طور پر مقرر نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذِمّہ داری تو صرف اس قدر ہے کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام بذریعہ تبلیغ پہنچا دیں اور جو اس کو تسلیم کریں اور ہدایت کے طلب گار ہوں تو اُن کی تربیت کرنا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو لطیف انداز میں کھول کھول کر توحید اور اس کے دلائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ واضح کردیا ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ آنے والی کی پیروی کریں اور مُشرکین کو ایک طرف چھوڑ دیئے، مُشرکین تو یہ کہنے لگے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے پڑھ کر اور سیکھ کر آئے ہو، ورنہ ایک اُمّی انسان یہ مضامین کہاں سے لایا ہے یہ مُشرکین کا ایک مُخالفانہ اندازِ تعصب ہے۔ کافروں نے تو یہاں تک کہہ دیا جھوٹ میں آکر یہ پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں جس کو اس نے تحریر کرلیا ہے چنانچہ آیت نمبر ۴ اور آیت ۵ سورۃ الفُرقان پارہ نمبر ۱۸ قَدْ اَفْلَحَ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ

''پھر بھی ایسی سچی بات کے بارے میں کافروں نے کہا یہ مَن گھڑت بات ہے جس کو اُنہوں نے بنالیا ہے۔''

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝

''اور کہا کہ یہ تو سب پہلے راگلے لوگوں کی کہانیاں رافسانے ہیں جو اُنہوں نے تحریر کرلیا ہے اور دوسرے لوگ اس کو صبح وشام پڑھ کر سناتے ہیں۔ (۵)

مُشرکین کی جرأت بیبا کی تو دیکھئے الزام تراشی کرتے ہیں کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑلی ہے یہود سے یا دیگر لوگوں سے مدد طلب کی ہے جن میں ابوفکیہ، یسار اور عداس وغیرہ شامل ہیں، قرآن مجید نے اس الزام کو مسترد کرتے ہوئے اس کو جھوٹ اور ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

Marfat.com

آیت نمبر ١٠٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس بات کا حکم دیا جارہا ہے کہ نبی ﷺ کو وحی باری تعالیٰ کی پیروی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، سوائے اس کے، مشرکین سے ان کی بات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں! اگر باری تعالیٰ کی مشیّت ہوتی تو یہ موحد ہوتے اور ہر گز شرک کا ارتکاب نہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس انداز میں پیدا کیا کہ اس کے اندر ہدایت اور گمراہی دونوں کی صلاحیّت وویعت کردی جو کام بھی وہ سرانجام دے اس کی سزا اور جزا ملے گی ۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اعمال کے ذِمّہ دار نہیں۔

آیت نمبر ١٠٨ میں اظہارِ بیان ہے کہ دنیا میں زندگی کے لحات گذارنے کا احسن طریقہ یہ اختیار کیا جائے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں، ایمان اور عقیدہ توحید کے قائل نہیں ان کو اُن کے طرزِ عمل پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے بارے میں بُرا بھلا کہنے سے گریز کیا جائے، اگر ان کے معبودوں کو کلام بداختیار کرکے بُرا کہا جائے گا تو جواب میں وہ بھی شانِ کریمی میں نازیبا کلمات ادا کریں گے جس سے مسلمانوں میں دل آزاری ہونے کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں یہ انسانی فطرت اور مزاج کا تقاضا ہے کہ ہر آدمی اپنے فعلِ عمل اور فکر کو ہی جائز سمجھتا ہے، بتوں کو گالیاں دینے سے اُن کے عقائد اور ایمان میں کوئی اضافہ قطعی ممکن نہیں، البتہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ اس طرزِ عمل سے مُخالفین میں عناد اور رنجش اور بڑھ جائے، دعوتِ دین دینے والوں کی یہ ذِمّہ داری ہے کہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کو شائستگی اور عنایت کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں جوشِ عمل میں حدِ اعتدال کو برقرار رکھا جائے، ہر مباح کام جب کسی خطا یا گناہ کا مُوجب بن جائے تو اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو اس طرح تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔" (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب الایمان)

آخر کار سب کو ہی اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس سے آگاہ کریں گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، مسلمانوں کو اس بات کی تعلیمات دی جارہی ہیں کہ اپنے اندر قوت برداشت، تحمل اور بُردباری کی صلاحیّت کو اُجاگر کرو ہر ایک کو اپنے اپنے سرانجام دینے کے لئے مہلت ملے گی اور ایک دن وہ ہوگا جب حق وصداقت کی راہ کا ایک نمایاں پہلو عیاں ہوجائے گا اور یہ حقیقت آشکار ہوجائے گی کہ کس نے اچھے کام کئے ہیں اور کس کے نامۂ اعمال میں گناہوں کا وزن زیادہ ہے۔

آیت نمبر ١٠٩ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریشِ مکّہ بار بار اس بات کا اظہار کررہے تھے کہ مُعجزات اور نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ نبوّت کی نشانیاں اور مُعجزات دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بتارہے ہیں کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے پتھر پر عصا مارا تو اس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے ۔حضرت عیسیٰ روح اللہ نے مُردوں کو زندہ کیا یہ ان کا مُعجزہ تھا۔قوم ثمود کے پاس اُونٹنی تھی اُنہیں اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السّلام نے کہا تھا یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی ہے اس کو نقصان نہ پہنچایا جائے مگر ان ظالموں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ (بحوالہ سورۂ شمس آیت ١٣ پارہ ٣٠ عــمّ) اس قسم کا کوئی مُعجزہ ہمیں بھی دکھایا جائے حضرت محمد ﷺ نے دریافت کیا، مُعجزہ چاہتے ہو وہ بول اُٹھے کوہِ صفا جو مکّہ میں ہے وہ آپ کی دُعا سے سونے کا ہوجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مُعجزہ ظاہر ہوجائے تو کیا مجھ پر ایمان لاؤ گے سب نے ایمان قبول کرنے کا عہد کیا اور سخت قسمیں کھا کھا کر پکا وعدہ کیا کہ

اگر آپ ہمیں معجزہ دکھائیں موحد کی طرح ہم بھی آپ کی مُتابعت کریں گے" معالم" میں تحریر ہے کہ نبی اکرم ﷺ دعا میں مشغول ہوئے اس کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السّلام جلوہ افروز ہوئے اور پیامِ حق سبحانہٗ تعالیٰ لائے کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے یہ پہاڑ سونے کا کئے دیتے ہیں ہماری مشیّت تو یہ ہے کہ اُمتیں جب انبیاء کرام علیہم السلام سے اُن کی نبوّت پر کوئی علامت اور معجزہ طلب کریں اور وہ معجزہ رونما ہو جائے اور وہ اُمت رقوم اپنے عہد کی تکمیل نہ کریں تو ہلاک کرنے والا عذاب اُن پر بھیجتے ہیں اگر آپ کی خواہشِ طلب ہے تو یہ معجزہ ہم ظاہر کر دیا جائے مگر اس معجزہ کے پیچھے عذاب لگا ہوا ہے اگر چاہو چھوڑ دو، تا کہ وہ توبہ کریں حضرت محمد ﷺ نے دوسری بات اختیار فرمائی اور اس آیت کا نزول ہوا۔

آیت نمبر ۱۱۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان لوگوں کے ایمان نہ قبول کرنے کی علّت یہ نہیں ہے کہ نشانیاں اور معجزات موجود نہیں ہیں بلکہ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اُن کے دل اور آنکھوں کو ہم پھیر/اُلٹ دیں گے کیونکہ یہ پہلے بھی کائنات گیتی کی بے شمار نشانیاں دیکھ کر بھی اندھے بنے رہے، گویا پہلی مرتبہ ایمان لانے سے انکار کیا تو وہ ظلمت کے اندھیرے میں بھٹکتے پھریں گے" دلوں اور نگاہوں کو پھیر دینے کا یہی مفہوم ہے۔" (بحوالہ ابنِ کثیر)

الحمدللہ پارہ نمبر ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی

Marfat.com

- عذر ہائے من پذیر -

سورۃ المائدہ پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا کے مطالعہ مضامین کی روشنی میں آیت ۸۳ تا ۱۱۰ کا خلاصہ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

''اور جب لوگ اس کلام کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے سنتے ہیں تو آپ دیکھیں گے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں راشک چھلک رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔''

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۳ تا ۹۳ کا خلاصہ

جب قرآن سنا جاتا ہے تو عرفانِ حق کی لذتِ سرور سے آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں

اے طالبِ حُسنِ وسرُور!...... جب قرآن پڑھا جاتا ہے، سنا جاتا ہے، سمجھا جاتا ہے، تو عرفانِ حق کے لطیف کیف وسرور سے آنکھیں ہیں کہ آبدیدہ آبدیدہ ہو جاتی ہیں، پہلے جو دینِ عیسوی میں شامل تھے، جب وہ خدمتِ اقدس میں پہنچے، جو قرآنِ حمید آپ ﷺ پر نازل ہوا اس کو سنا، چونکہ ان کے قلب ونظر میں حق وباطل کی شناخت تھی، دل مان گیا کہ یہ حق ہے تو گذارش کی اے رَبِّ جَلیل! ہم ایمان لاتے ہیں ہمیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرما، جو حضرت محمد ﷺ کے دین کو مانتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے ہیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی نیک اور صالح بندوں میں داخل فرمائے، حقیقت تو یہ ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کی صحبت رسنگت بھی بڑی نعمت ہے۔

اگر حق کا انکار کیا، کافر قرار پا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق ہوا:

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... نیکی کی احساس ایمان پر ہے پہلے ایمان ہو خلوصِ نیت اور دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ، پھر خُلوص دل سے عمل کی توفیق مل جائے تو یہی نیک لوگوں کا راستہ ہے ایسے لوگوں کا مقام جنت ہے، جہاں باغات ہیں، نہریں جاری ہیں کیا خوب بدلہ ہے، رہے یہ لوگ جو راہِ کُفر اختیار کرتے ہیں، جب نبی ﷺ کی بات کو تسلیم نہ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی بات کا انکار ٹھہرا، اس کے دو درجے ہوئے اگر حق کا انکار کیا کافر قرار پا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق ہوا، اگر انکار نہ کیا اور عمل کی توفیق سے محروم رہا تو فاسق اور گنہگار ٹھہرا، رَبّ چاہے تو بخش دے چاہے سزا دے۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۳ تا ۹۳ کا خلاصہ

نصاریٰ، یہود اور مُشرکوں سے قدرِ بہتر ہیں!

اے نورِ شوق کے متوالو!...... ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا مشرکین سے رسمِ اُلفت بڑھانا محض اسلام اور مسلمانوں سے عداوت وعناد کا سبب ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قوموں سے زیادہ واسطہ پڑتا تھا ان میں یہود اور مُشرکین بالترتیب اسلام اور مسلمانوں کے بدترین مخالف تھے مشرکین مکہ کی ایذا رسائی تو تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں لیکن اہلِ یہود نے بھی مشقِ ستم جاری رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبری میں پتھر کی چٹان کو گرا کر شہید کرنے کی کوشش کی، کھانے میں زہر گھول دیا، سحر اور جادو کیا، کیا کیا ستم، آپ ﷺ پر ستم روزگار نے کئے، غرض یہ کہ غضب

Marfat.com

پر غضب اور لعنت پر لعنت پاتے رہے گو کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ رہین ستم رہے مگر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہے نصاریٰ باوجود یہ کہ کُفر کی ظلمت میں مُبتلا تھے، اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کا عروج بارِ گراں گذرتا تھا، لیکن ان میں قبولِ حق کی صلاحیت ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی اُن کے دلِ حزیں، اسلام اور مسلمانوں سے قدرے مائل تھے، عیسائیوں میں اس وقت علمِ دین کی طلب موجود تھی، ترکِ دنیا اور لذیز اور پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا، رہبانیّت کی رَاہ اختیار کرنا، نرم دل ہونا، تواضع کرنا، اُن کی عادت میں شامل تھا، کہا جاتا ہے کہ عام طور پر تین اُمور قبولِ حق میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ (۱) جہل۔ (۲) حسد و تکبّر۔ (۳) حُبِّ دنیا۔ اہلِ نصاریٰ میں قسیس، عیسائیوں کے عالم و عابد، قس نصاریٰ کے اس عالم کو کہا جاتا ہے جو مبلّغ بھی ہوں تو جہل کی دوری نصاریٰ میں ہوئی، حسد و تکبر کو دل کی نرمی اور تواضع کی خوبی کم کرتی ہے اور حُبِّ دُنیا کو رہبانیّت کی کثرت کم کرتی ہے، چنانچہ مقوقس اور نجاشی نے جو کچھ سلوک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ رسالت کے ساتھ کیا اور اس کا ثبوت فراہم کر رہا ہے کہ اس وقت نصاریٰ میں قبولِ حق کی استعداد زیادہ تھی، چنانچہ انجام کار یہ ہوا کہ ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جس میں ستّر (۷۰) نومسلم تھے جب مدینہ پہنچے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قرآنِ پاک سُننے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کی آنکھیں آیاتِ رَبّانی سے غمناک ہوئیں۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۳ تا ۸۶ کا خلاصہ

جو پاک چیزیں حلال قرار پاتی ہیں اُن کو حرام مت کہو؟

اے طالبِ حُسن وعشق!...... جو شے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے، کھانے کی اجازت ہے اسے انسان کیوں کر اپنے اوپر حرام کرسکتا ہے نیکی تو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں رزقِ حلال کھاؤ۔ اہلِ ایمان کے لئے جو پاک چیزیں حلال قرار پائی ہیں اُن کو حرام مت کہو۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ تقویٰ اپنایا جائے، جس کام کی حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اجازت دی ہے حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اس کو ضرور سرِ انجام دو، کسی حلال شرعی کو حرام قرار دینا کفر ہے حلال شرعی پر یہ قسم باندھ لیا کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا، ناجائز ہے، قسم توڑی جائے تو کفارہ ادا کیا جائے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ حکیم اس بات کا پرہیز بتاتے ہیں کہ بعض اشیاء روحانی طور پر بعض لوگوں کے لئے نقصان کا باعث سمجھی جاتی ہیں کچھ عرصہ کے لئے بطورِ تدارک روک دیا جاتا ہے ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔

تمہاری بے ہودہ لغو اور فضول قسموں پر اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا البتہ گرفت ہے

اے صاحبِ آرزو!...... تمہاری بے ہودہ لغو اور فضول قسموں پر اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا، البتہ گرفت ہے یہ بات تو ہے کہ اگر جان بوجھ کر مضبوط ارادے کے ساتھ قسم کھائی ہے تو پکڑ ضرور ہے اور اگر قسم ارادہ اور کسی خاص جائز مقصد کے لئے کھائی گئی ہے تو اس کی تکمیل ضروری ہے اگر قسم کو توڑ دیا جائے تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلایا جائے ایک غلام اور کنیز کو آزاد کیا جائے، اور جو لوگ صاحبِ نصاب نہیں اُن کے لئے قسم کا کفارہ تین یوم کے روزے رکھنا ہے۔

شراب کا استعمال، جوا، بُت پرستی، فال نکالنے کے لئے پانسے، تیر یہ سب قبیح اور افعالِ بد ہیں

اے طالبِ حسن وعشق!...... دورِ جدید کے معاشرے میں کچھ بُرائیاں بھی روز مرہ کا معمول بنی ہوئی ہیں شراب

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۷ تا ۹۳ کا خلاصہ

استعمال، جُوا، بُت پرستی ❶ فال نکالنے کے لئے پانسے رتیر یہ سب قبیح اور افعالِ بد ہیں یہ سب شیطانی کام ہیں شیطان کی تو یہی مرضی ہوتی ہے کہ وہ تمہارے درمیان دشمنی، عناد، بغض اور کینہ پیدا کر دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور کر دے، ذکرِ الٰہی سے غفلت ہو جاتی ہے انسان جب دولتِ ایمان سے سرشار ہوتا ہے تو راہِ نیکی اختیار کرتا ہے تقویٰ اپنانے باری تعالیٰ سے نسبت خاص ہو جاتی ہے، پھر ہمہ وقت اطاعتِ باری تعالیٰ پر کمر بستہ رہنے سے مسلسل بتدریج ایمانی قوت اسے درجہ احسان پر پہنچا دیتی ہے اور ان کا ایمان نیک کاموں سے روشن ہو جاتا ہے اور جو لوگ خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی اختیار کر رہے ہیں ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

صُحبتِ صالح تُرا، صالح کُند

اے اہلِ آرزو!...... اللہ تعالیٰ سے اُلفت کا راز یہ ہے کہ عبادت باری تعالیٰ میں اُن کی کیفیت کا یہ عالم ہو کہ جیسے ربِّ جلیل کو رُوبرو دیکھ کر عبادت میں مشغول ہیں۔ یہی درجہ درجہ احسان ہر کام کو عبادت بنا دیا کرتا ہے جیسا کہ صحابہ ﷺ کے بارے میں آیت نمبر ۲۹ سورۃ الفتح پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشاد ہوا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، آپ ﷺ انہیں دیکھیں گے رکوع اور سجود کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کی جستجو میں ان کا نشان ان کے چہرے پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔"

یہ نعمت اور عبادت کا اعزاز اور نبی ﷺ کی صحبتِ فیض کا انعام ہے چنانچہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ صُحبت صالح ترا صالح کند۔

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت ہے

اے راہِ حق کے طالبو!...... ذرا اتنی سی بات جان لو! حالت احرام میں شکار کی ممانعت ہے، سچ بات تو یہ ہے کہ حرام اور حلال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس شے کو چاہے ممنوع قرار دے، اللہ تعالیٰ کی شوکت کا اعجاز ہے مگر باری تعالیٰ نے صرف وہ چیزیں حرام کی ہیں جو جسمانی اور روحانی لحاظ سے مُضر اور نقصان دہ تھیں۔ جب احرام کھل نہ جائے شکار نہیں کیا جا سکتا، بات تو یہ صحیح ہے کہ جن کو منازل قُرب ملنے کی نوید ہوئی اُنہیں خطا کے موقع بھی ملتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان اور آزمائش کی گھڑی ہے اور مسلمانوں کے ایمان اور تقویٰ کی پرکھ ہوتی ہے جس طرح "اصحاب سبت" کی مچھلیوں کے شکار سے آزمائش تھی اور لشکر طالوت جس میں (۸۰) اسی ہزار افراد شریک تھے نہر کے پانی سے آزمائش تھی، اگر احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کر لیا تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ جب حرم کعبہ میں حج کی سعادت اور مناسک حج کی توفیق مل جائے تو پھر اپنی تمام نیت کاموں اور شکار سے بچا کر کے باری تعالیٰ میں صرف کرنی

❶ بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا تعالیٰ سے ناامیدی تو نے، تو بتا اور کافری کیا ہے۔ (اقبال)

Marfat.com

چاہئے یہ تو درحقیقت ان کی آزمائش تھی کہ وہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے قلبِ مضطر میں کس حد تک رکھتا ہے۔

دُنیا کے بُت کدے پہلا وہ گھر خدا کا

اے صاحبِ حسن و عشق!...... اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو عظمت اور بزرگی کا گھر بنایا ہے جب دنیا معرضِ وجود میں آئی تو سب سے پہلے یہی گھر تعمیر ہوا، کعبۃ اللہ کو یہ شرفِ اعجاز حاصل ہے کہ یہ قیامِ امن کا گہوارہ ہے روحانی فکر و نظر کی گہرائی اور گیرائی کے اعتبار سے یہ انسانی تربیت اور تکمیل کا مرکز ٹھہرا، عالمِ اسلام سے فرزندانِ توحید عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرنے اور نماز قائم کرنے کے لئے دنیا کے ہر گوشے کے رہنے والے لوگ جُوق در جوق آتے ہیں گویا سرِ وسجود دھونے کے لئے یہی قبلہ قرار پایا، وادی ذی ذرع کے باوجود قیامت کی گھڑی آنے تک تمام دنیا کی نعمت کا مرکز بنا، گویا کعبۃ اللہ کی بقا اور عظمت کے ساتھ قیامِ عالم کو وابستہ کیا جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہوگا اس عالم کو ختم کیا جائے گا تو پہلے خانہ کعبہ کو اُٹھالیا جائے گا۔ کعبۃ اللہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کا مرکز اور مظہر ہے۔ چنانچہ میں کہنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ع

دنیا کے بُت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا اقبال

اللہ کے رسول نے اللہ تعالیٰ کا پیغام رپیامِ پیکر دے کر اپنا فرضِ منصبی ادا کر دیا

اے اہلِ آرزو!...... یہ بات اچھی طرح جان لو! جو احکامات تقدس کعبۃ اللہ اور حرام کی حالت کے بتائے گئے ہیں اُن کی عمداً اخلاف ورزی کرو گے تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کا عذاب تو بے انتہا سخت ہے ہاں تقصیر کی صورت میں معافی طلب کی جا سکتی ہے ادائیگی کفارہ کر کے، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیام دے کر اپنا فرض منصبی ادا کر دیا، حساب و کتاب کی گھڑی کے وقت لمحہ لمحہ کی خبر پتہ ہو جائے گی۔

ناپاک اور طیب چیزیں یکساں نہیں ہوتیں صاحبِ عقل و خرد کو احتیاط سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے تاکہ تمہاری نجات ہو، فلاح و صلاح اللہ کے اور رسول ﷺ کے حکم کو مقدم رکھنے میں مُضمر ہے۔

کثرتِ سوال کرنے کی ممانعت کی گئی تم یہودیوں کی طرح اپنے رسول ﷺ سے از راہِ سرکشی غیر ضروری سوال مت کیا کرو اس میں اندیشہ کُفر ہے

اے نورِ شوق کے متوالو!...... یہ بات تو آپ کو معلوم ہے کہ انسان کچھ جاننے کے لئے سوال کرتا ہے اگر حقیقتِ احوال دریافت نہ کی جائے تو عمل کیسے ممکن ہے، عمل کے لئے جاننا لازمی ہے اور جاننے کے لئے پوچھنا بھی پڑتا ہے لیکن غیر ضروری سوال کرنا، کرید کرنا، کسی اُمور کا اچھا نہیں لگتا، اسی طرح بے مقصد سوالات اور راز کی باتوں کے پوچھنے سے منع کیا گیا ہے جن کے جواب دینے سے آیت نمبر ۱۰۸ سورۃ البقرہ (۲) پارہ نمبر ۱ آلمٓ میں ارشادِ ربی ہے:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ

سورۃ المائدہ رکوع ۱۳ آیت ۹۴ تا ۱۰۰ ۔ اکا خلاصہ

سورۃ المائدہ رکوع ۱۴ آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸ ۔ اکا خلاصہ

''کیا تم اپنے رسول ﷺ سے یہی سوال رپوچھنا چاہتے ہو جو اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا۔'' (آیت ۱۰۸)

مسلمانوں خصوصاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو مُتنبہ کیا جارہا ہے کہ تم اہلِ یہود کی طرح اپنے رسول ﷺ سے ازراہِ سرکشی غیر ضروری سوال مت کیا کرو اس میں اندیشہ کُفر ہے۔

مُشرکین کا تو یہ شیوہ رہا ہے کہ اپنی طرف سے دین میں بات گھڑ کر اس پر عمل پیرا ہوتے، بحیرہ وہ جانور جس کا دودھ بُتوں کے نام وقف کیا جاتا، سائبہ وہ جانور رجو بُتوں کے نام پر آزاد کر کے چھوڑ دیا جاتا، حام وہ نر اُونٹ جس نے خاص مادہ سے جفتی کرلی ہو، بتوں کے لئے وقف کر دیا جاتا، وصیلہ وہ اُونٹنی جو تواتر سے بچے دے مگر نر نہ جنا ہو، ان سب کا حکم اہلِ شرک نے اپنے طور پر اختراع کرلیا، گویا فضول سوالات کی آڑ لے کر پابندیاں عائد کر لینا، غلط رسوم اپنانا اور اُنہیں اچھا تصور سمجھ لینا یہ دونوں کام بُرائی کے ہیں کُفار کی اُفتادِ فطرت تو یہ ہے کہ اپنی بات کو منوانے کے لئے اکثر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے، کس قدر احمقانہ بات ہے کہ غضب میں مُبتلا ہونے کے لئے ہی کُفر کیا کم تھا۔

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اے طالبِ حُسن وسُرور!...... کتنے ناداں ہیں یہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے خلاف کیوں کام کریں، حالانکہ اُن لوگوں کے پاس اس قدر علم نہ تھا، اُن کی روش غلط تھی تو کیا تم بھی ایسی راہ اختیار کرو گے جو ہدایت کے مطابق نہیں ہے بہتر تو یہ ہے کہ نفس پر قابو پا کر راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے پر ہر ایک فرد سے الگ الگ پوچھا جائے گا اور ہر ایک اپنے کئے ہوئے عمل کا خود ذمّہ دار ہوگا، اللہ تعالیٰ کی نظر میں امیر و غریب سب برابر ہیں اعمال کی کسوٹی کا انحصار عمل پر موقوف ہے تو علاّمہ اقبال کا یہ کہنا ٹھیک ہی تو ہے۔

ع　بندہ صاحبِ محتاج وغنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے　اقبالؔ

جب قرآنِ پاک نے یہ بات بتادی کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے جب قیامت وقوع پذیر ہوگی تو ایمان اور عمل صالح کے لحاظ سے لوگوں کو پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ گروہ میں بٹ جائیں گے۔ چنانچہ آیت نمبر ۷ سورۂ واقعہ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''وَ کُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً'' اور تم تین گروہ میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ ایک گروہ اصحابُ الیمین کا ہوگا۔ دوسرا اصحابُ الشمال کا اور تیسرا سابقون اوّلون کا ہوگا۔

چنانچہ آیت ۸۔۹۔۱۰ سورۂ واقعہ میں مذکور ہے کہ پس سیدھے ہاتھ والے کیسے اچھے لوگ ہیں، تو کیا حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔ رہے'' سابقون اوّلون'' تو وہ سبقت کرنے والے ہیں، وہی مُقرب ہیں، مؤمن کی خوش بختی ہوگی کہ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، کافر یا جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ پکڑائیں جائیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ ہر ایک کا اپنا اپنا عمل اور اپنا کیا ہوا کام سامنے آجائے گا۔ شاعر کی زبان میں عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ع

لحد میں کیوں نہ جاؤں مُنہ چھپانے

Marfat.com

لیکن اب کہاں کی لحد، اور کہاں کا عمل اب تو اللہ تعالیٰ کے حضور نامۂ اعمال پیش ہونے کی باری ہے، شامتِ اعمال یہ ہے کہ بجز ندامت کے پاس کیا ہے؟

موت سے کس کو رُستگاری ہے

اے صاحبِ آرزو!...... زندگی اور موت تو لازم وملزوم ہیں بھلا موت سے کس کو رُستگاری ہے اگر موت کا پروانہ مل جائے تو قانونِ شہادت کے مطابق دو معتبر آدمیوں کے سامنے وصیت کردو، اگر اہلِ ایمان نہ مل سکیں تو غیر مسلم کو بھی سفر میں گواہ بنایا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی بات سنو! نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نہیں دکھاتا، گمراہ تو بھٹکتے ہی رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے! معجزات عطا ہوئے، وہ لوگوں سے ماں کی گود میں ہی ہمکلام ہوئے!

اے نور وشوق کے متوالو!...... میدانِ حشر کا ذرا تصوّر تو کرو! خیال وفکر کی گہرائی میں سوچو تو سہی، یومِ قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں اور اُن کی اُمتوں کو یکجا کر کے سوال کرے گا کہ کیا تم نے اپنی اُمّت کو بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتِ بندگی اختیار کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے وہ لوگوں سے ماں کی گود میں ہی ہمکلام ہوئے، اُن کے حواریوں نے جب مُعجزات دیکھے تو اُنہوں نے پکا پکایا خوان آسمان سے اُتارنے کی درخواست کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اس کے جواب میں بتایا گیا یہ خوان اسے ضرور بھیج دیا جائے گا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اس کے بعد ناشکری کی راہ اپنائی گئی تو شدید عذاب ہوگا۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۵ آیۃ ۱۰۹ تا ۱۲۰ کا خلاصہ

باری تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر ظاہری، باطنی اور پوشیدہ حقیقت کو کون جانتا ہے!

اے طالبِ حُسن وسُرور!...... یومِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو یہ بتایا تھا کہ آپ علیہ السلام کو اور آپؑ کی والدہ محترم کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوالٰہ مان لیں، اگر ایسے نازیبا کلمات میں ادا کرتا تو باری تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر ظاہری وباطنی اور پوشیدہ حقیقت کو کون جانتا ہے! میرا وجودِ جسمانی جب تک میری قوم کے ساتھ رہا میں نے اُس کی نگہبانی اس انداز سے کی کہ وہ شرک میں مُبتلا نہ ہوں اگر حق سُبحانہٗ تعالیٰ ان کو شرک کرنے کے جرم میں عذاب دے/سزا دے تو میں کون ہوں! وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اُن کو سزا میں مُبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کے عدل وحکمت کے عین مطابق ہے، توحید کے علم برداروں کی بخشش کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اعجاز ہے۔

اے لوگو! آج صداقت کی گھڑی کا دن ہے، یومِ آخرت کی ساعت ہے، آج یومِ جزا اور سزا ہے، آج لوگوں کے نامۂ اعمال کام آئیں گے اُن لوگوں کے نیکی کے صلے میں اُن کو جنّت کی نوید بشارت ہے، مگر جو لوگ ایفائے عہد پر قائم نہیں رہے شرک، کُفر اور باطل نظریات میں مبتلا رہے ان کی بداعمالیوں کے سبب عذابِ دوزخ سے ہمکنار ہونا ہے، ارض وسماء پر حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

سورۃ الانعام

سورۃ الانعام رکوع ۱ آیت ۱ تا ۱۰ کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کے کرشمہ اعجاز کی ایک جھلک تو دیکھئے! قطرہ سیپ کی تاریکی میں رہ کر گوہر بن جاتا ہے!

اے راہِ حق کے طلب گارو!......سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے، اللہ تعالیٰ کی ذات واحد نے تخلیقِ کائنات کی، نور اور ظلمت کو معرضِ وجود میں لے آیا لیکن کافران باتوں میں امتیاز کرنے کے حق میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے کرشمہ اعجاز کی ایک جھلک تو دیکھئے قطرہ سیپ کی تاریکی میں رہ کر گوہر بن جاتا ہے اور زمین میں دبا ہوا دانہ آفتاب کی تمازت اور شعاع نمو پا کر رزق بنا جاتا ہے، یوں کہئے کہ نیرنگی کائنات کی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا، آسمان جو اپنی بلندی کی وجہ سے ان سب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور اس کی تمام تر وصف بھی باری تعالیٰ کے پیدا کردہ ہے اس کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کے مُنکر ہیں اور ان حقیقتوں میں ادراک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسانی عقل وخرد اور انسانی کمالات سے فیض یاب کیا ہے تم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، نظارۂ کائنات اور تمہیں پتہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اسی کا حکم جاری وساری ہے وہ خالق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات رنگ وبُو کسی کے ماننے اور نہ ماننے سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی حیات کی مُہلت کی میعاد کا تعین کیا ایک زندگی اور معاش کی مہلت۔ چنانچہ آیت ۱۱ سورۃ النبا، پارہ ۳۰ میں ارشادِ ربی ہے " وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا " اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنادیا، دن کو روشن بنایا تاکہ تم کسبِ معاش کے لئے کوشش کریں۔

اور دوسری میعاد قیامت کا دن پہلی مہلت مُدت میں جو عمل کئے جائیں گے اس کے نتائج عمل کے فیصلے روزِ قیامت کئے جائیں گے یہ بات کس قدر رفضائل کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کر کے غفلت میں پڑے ہیں۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۵ آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵ کا خلاصہ

سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اے اہلِ حسن وعشق!......گذشتہ اقوام کی سرگزشت رکہانیاں ہمارے لئے لمحہ فکر ہیں، درسِ عبرت ہیں، ہر گناہ کا اپنا منطقی انجام ہوتا ہے جب لوگوں نے راہِ کُفر اختیار کی، بُرائی کی سمت بڑھے اور کسی صورت بُرائی سے باز نہ آئے تو ان کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، قومِ عاد، قومِ ثمود اور مدائن کا حال تو دیکھو انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا، نہ ثروت کام آئی اور نہ شان وشوکت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکی، قرآن کی تعلیمات کا محور، مدعا تاریخ بیان کرنا نہیں، اصلاحِ احوال ہے اور سابقہ قوموں کے انجام پر دعوتِ فکر وعمل ہے، عُروج کیسے پایا، زوال کیونکر ہوا، ہر دور اپنے اندر کمال اور پستی کی داستان سمیٹے ہوئے ہے، اصلاحِ احوال کو بظاہر دنیا کے امور دکھائی دیتے ہیں مگر اُن سے آخرت سنورتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر وردِ زبان رہے تو دنیا میں کامیابی اور آخرت میں سکون وراحت کا ذریعہ ہے، مکّہ والوں کا یہ مطالبہ کہ آسمانوں سے لکھی ہوئی کتاب کا نزول ہو، یہ ایک بہانہ ہے حقیقت کو نہ قبول کرنے کا، اگر کتاب آسمان سے آجائے اور یہ اُسے چھو کر دیکھ لیں تب بھی ان کا کہنا یہ ہوگا کہ یہ تو سحر کا کرشمہ ہے۔ ایمان وہ معتبر ہے جو غیب میں رہے، آفاق اور عقل وفطرت کے ان دلائل

Marfat.com

کی اساس پر لایا جائے جن کی دعوت نبی اور رسول دیتے ہیں نہ کہ وہ حقائق جنہیں نظروں سے دیکھنے کے بعد یا مشاہدہ کرنے کے بعد لایا جائے، جب بات یہاں تک پہنچ جائے کہ فرشتوں کا نزول علانیہ ہونے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی آئے گا اور پھر ان کی مہلت نہیں دی جائے گی، اگر فرشتوں کو انسانی شکل میں ظاہر کر بھی دیا جاتا تو لوگوں کا یہی کہنا ہوتا، ہم تو فرشتے طلب کئے گئے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبریل علیہ السّلام صرف دو بار دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت لوط علیہ السّلام کی طرف انسانی شکل میں نمودار ہوئے تھے۔

انسانی زندگی ایک امتحان گاہ ہے ''سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا'' کے مصداق موت اور زندگی کا نظام لوگوں کے امتحان کے لئے بنایا ہے چنانچہ آیت ٢ سورۂ مُلک پارہ ٢٩ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

''جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ تمہارا امتحان کرے تم میں سے کون سب سے اچھے عمل والا بنتا ہے۔''

انسان کو عقل وادراک سے سرفراز کیا گیا اس حیات کی لطافت میں اگر وہ فہم ودانش سے کام لے کر اس امتحان میں کامیاب ہوگا تو وہ غیب کے راز سے ''راز آشنا'' ہو کر اپنی زندگی کا رُخ عمل ''صراطِ مستقیم'' راہ پر چلائے گا تو وہی سُرخرو ہوگا اور جنہوں نے رسولوں کا مذاق اُڑایا ان پر عذاب آیا۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر نگاہِ لطف نواز سے دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے جو لوگ اس دنیا کے ظاہری فریب میں آگئے ان کو خبر ہی نہیں ہے اپنے انجام کار کی، حالانکہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں یونان اور روم کے کھنڈرات ان کی اپنی لاپرواہی اور غرور کا نتیجہ ہیں، مکافاتِ عمل سے اُنہوں نے کچھ نہ سیکھا، اگر رحمتِ باری تعالیٰ نہ ہوتی کائناتِ رنگ وبُو کی تکمیل کہاں ہوتی، اب موقع کو غنیمت جانئے۔ ع

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق کے اُبھرے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ اقبالؔ

ذرا سوچو تو سہی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے کس کا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کا تو ہے، باری تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت واجب کر رکھی ہے، کیا رسول کی تکذیب کرنے کے بعد اس گیتی کائنات کے رنگ وبُو سے بچ کر اہلِ کفر کو کہیں پناہ مل سکتی ہے! جواب سادہ سا ہے نہیں ہرگز نہیں تو پھر یہ حقیقت آشکار ہوگی قیامت کے دن کو آنا ہی آنا ہے سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا وہی نامُراد عذاب میں گرفتار بد ہوں گے ''ہوتا ہے شب وروز تماشا میرے آگے'' کے مصداق یہ کائنات کا اختیارِ قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے، انسان جو کچھ دن رات میں امور انجام دیتا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا مظہر ہے جب پتہ چل گیا کہ زمین وآسمان کا عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو بندہ غیر اللہ کا متلاشی کیوں ہے اس حکم کو اپنا لیا جائے سب سے پہلے اسلام کو قبول کر لیا جائے اللہ خالقِ کائنات ہے اور باقی سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے سوا کسی کی اطاعت اور عبادت نہ کی جائے عبادت کمالِ اطاعت کا نام ہے۔ دنیا اور آخرت میں کچھ دُکھ اور سکھ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا مداوا کرنے کا مجاز نہیں ان باطل معبودوں کے ہاتھ میں کچھ بھی تو نہیں، اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرتا ہے اور باطل کو مٹا کر اپنی شہادت کا اعلان کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہی خسارے میں ہیں۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا!

اے صاحبِ حُسن وسُرور!...... اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، آیاتِ ربّانی کی تکذیب کی بے شک یہ ظالم فلاح نہیں پاسکتے ذرا بدبختی تو دیکھئے ان ظالموں کی کلام اللہ میں تحریف کے مُرتکب ہوگئے، نفس کی تسکین اور تکمیل طلبِ دولت کی حصول اور طمع کی خاطر وہ کچھ لکھ دیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان ہی نہیں کیا، جو حکمِ باری تعالیٰ تھا اسے چھپالیا اور بُہتان باندھنے سے باز نہ آئے یہ تو سراسر ظلم ہے اور ظلم کا انجام دل کی سیاہی اور ایمان کی دولت سے محرومی ہے اس کے علاوہ یہ شرک میں مُبتلا ہیں یہ شرک جس کو شرک خفی کا نام دیا جائے جس میں لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور سر بہ سجود ہوتے ہیں مگر اس سجدے میں دنیا حاصل کرنے کی منفعت اور خواہش رکھتے ہیں ان لوگوں سے مسلمانوں کو ضرور سبق سیکھنا چاہئے جنھوں نے اسلام میں بے جا رسومات کو اپنالیا ہے، ہندوپاک کی رسم ورواج پر ایک نظر ڈالئے کتنی رسومات ایسی ہیں جو خالص بندو دھرم کی رسوم ہیں۔

اب سب مسلمانوں نے ان رسومات کو اپنے اندر پھیلالیا ہے جو قطعی غیر اسلامی ہیں، تمام کا تمام نظام ربوبیّت تقسیم کر کے مختلف ہستیوں کو اپنے وہم وگمان کے مطابق ان اُمور پر لگا رکھا ہے، نصاریٰ کا تو حالِ زار دیکھئے شرک میں بھی مُبتلا ہیں اور اہلِ کتاب ہونے کا بھی دعوٰی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُن کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے ہم نے اپنی متاعِ عزیز کو اپنی خواہشوں تہذیب کے صنم خانوں میں سجا رکھا ہے ہم خود افعالِ بد میں مُبتلائے بلا ہیں، رہزنی، زناکاری، شراب نوشی، دروغ گوئی، رشوت، طمع، فحش گوئی اور بداخلاقی یہ ہمارا معمول زندگی بن گیا ہے یاد رکھئے جو رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا وہ اپنی جان کو تباہی میں ڈال رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ اُنہیں اس کا شعور ہی نہیں، لیکن جب آتشِ جہنم کی ساعت قریب سے قریب تر آجائے گی تو ان کا کہنا ہوگا! کہ کاش باری تعالیٰ ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دے پھر ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں سے انکار نہیں کریں گے میدانِ حشر میں تو ہر راز فاش ہوجائے گا، اگر اُنہیں دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تب بھی وہ مَعصیّت جُھوٹ نافرمانی کو اپنالیں گے کیا ان نادانوں کو خبر نہیں کہ میدانِ حشر جزا اور سزا کی جگہ نہیں کیونکہ اصلاحِ دل کا اکثر مقام تو دنیا ہے اس کی احساس نورِ ایمان اور اس کی حیات کا سَرچشمہ ذکرِ قلبی ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے" بے شک دلوں کو اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے" اللہ تعالیٰ کا ذکر، توفیق ہونا تو ایک نعمت ہے۔

کس قدر بدنصیبی ہے! خواہشِ نفس کی خاطر دعوتِ حق سے انکار، کلام اللہ سننے سے پہلوتہی، بے رغبتی کا اظہار!

اے نورِ دشوق کے متوالو!...... ان مشرکین، اور شرورانِ مکّہ کی حالت زار تو دیکھو! وہ قرآن سنتے تھے، اور کہتے تھے یہ تو

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۰ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۲ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۰ کا خلاصہ

داستانِ عہد رفتگان ہیں یہی ان کی شامت اعمال ہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کے قلب پر پردے ڈال رکھے ہیں ان کے کانوں کی سماعت کو گراں بنادیا گیا کسی قدر بدنصیبی ہے ان کی خواہشاتِ نفس کی خاطر، دعوتِ حق سے انکار، کلام اللہ سننے سے راہ فرار پہلوتہی، بے رغبتی کا اظہار، انہوں نے اپنے کان، آنکھ، اور قلب کو قرآن کو سننے، دیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے سے دور رکھا، انہوں نے غضب کیا کُفر اختیار کیا قرآنِ حمید آیت ۲۳، ۲۴ سورہ محمد پارہ ۲۶ حمٓ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ۝

''یہ تو وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے جن کی قوت سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی۔''

یعنی ایسے لوگوں کے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حق سننے سے بہرہ اور آنکھوں سے حق دیکھنے سے اندھا کردیا۔ اس کے بعد آیت ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝

''کیا یہ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے! کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔''

جب مشرکین قرآن سننے کے لئے آئے تو ان کا مقصد قرآن کی روح سے واقف ہونا نہ تھا بلکہ فتنہ پیدا کرنا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ یہ تو پرانی اور فرسودہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، گویا دورِ جدید کی طرف نظر ڈالئے تو احساس ہوتا ہے آج بھی ملحدانہ نظریات کے قائل لوگ دین کی باتوں میں روشن خیالی کا نعرہ بلند کررہے ہیں، آج بھی ہمارے ماحول میں ایمان باللہ وبالرسالت کا اقرار باللسان موجود ہے اور ہم عملی انکار کے سبب دنیوی عذاب میں گرفتار بلا ہیں آخرت میں اس کا انجام کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، بہر نوع اللہ تعالیٰ ہمیں عذابِ آخرت سے محفوظ رکھے۔

سورۃ الانعام رکوع ۴ آیت ۳۱ تا ۴۱ کا خلاصہ

دنیاوی زندگی کے لیل ونہار آخرت کی حیاتِ جاوداں کے لئے ایک کھیل تماشا کے سوا کچھ نہیں!

اے طالبِ حسن وعشق!...... منکرین قیامت تو قیامت کے دن، پشیمانی کا اظہار اپنی غفلت پر کریں کہ اے کاش! ہم نے عمل صالح کیا ہوتا آخرت کے سامان نہ کرسکے وہ اپنے دامن میں تاسف کے ساتھ اپنی خطا کا بارِ گراں اُٹھائے ہوئے ہوں گے، اس سے زیادہ اور نقصان کی بات کیا ہے! یہ دیناوی زندگی کے لیل ونہار آخرت کی حیاتِ جاوداں کے لئے ایک کھیل تماشا کے سوا کچھ بھی تو نہیں، انسان ہے کہ گیتی کائنات کے ظاہری دل کش ودلرُبا مناظر کی دل فریب لطافت پر فریفتہ ہورہا ہے اے سادہ لوحِ انسان! کیا تجھے خبر نہیں دار آخرت دائمی زندگی تو ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو بصیرت اور بصارت کے ساتھ اس دارِ امتحان کے لئے تقویٰ اور نیکی کو اختیار کرتے ہیں اور پھر خوفِ خدا رکھتے ہر دانش مند بُرائی سے دور رہتا ہے، دعوتِ حق کے انکار کرنے والوں کا انجام رسوائی ہے اس بات کے لئے حضور اکرم ﷺ کو صدمہ ہوا، باری تعالیٰ نے ندا دی، آپ ﷺ کو ان کی خاطر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ان کا عملِ تکذیب آپ ﷺ ہی کے لئے صرف نہیں ہے، سابقہ انبیاء کرامؑ بھی اس ایذا رسانی کے مرحلے سے گذر چکے ہیں یہاں تک کہ ایک میعاد پر اللہ تعالیٰ کی نصرت ان تک آئی اور وہ سُرخرو ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہو تو سب کو راہِ ہدایت مل جائے لیکن جبر کے ساتھ ہدایت کا ملنا کوئی سود مند بات نہیں سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ کون عقل و دانش سے کام لے کر راہِ مستقیم اختیار کرتا ہے کائنات رنگ و بُو کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں اہلِ خرد ہی اس سے فائدہ پاتے ہیں اہلِ کُفر کا مطالبہ تو یہ ہوتا ہے کہ کوئی مُعجزہ دکھایا جائے، جو قوم مُعجزہ طلب کرتی ہے اس پر وہی مُعجزہ آشکار کیا جاتا ہے اور پھر وہ نہ مانے تو اس کو تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے یہاں مُعجزہ نہ دکھانا بھی اُن کے لئے ایک طرح کی رحمت ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی یہ بہرے، گونگے تاریک راہوں میں پڑے ہیں ان کے لئے کوئی نشانی بھی فائدہ مند نہیں اگر ان نشانیوں کا ظہور ہوا تو اچانک عذاب الٰہی آئے گا پھر یہ اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں طلب کریں گے اسی طرح یوم قیامت کی ہولنا کی دیکھ کر ربّ سبحانہٗ تعالیٰ کو پُکاریں گے۔

مصیبت اور رَنج واَلم کا بار نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

اے صاحبو!..... کُفر اور شرک کی دلدل میں جانے سے بچو! پہلے اُمتوں کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے لیکن لوگوں نے انکار کیا وہ مصائب کا شکار ہوئے غربت اور افلاس نے انہیں آ گھیرا مختلف نوع مرض میں مُبتلا ہو گئے گویا اس قدر مصائب والام سہنے کے بعد بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ومحروم رہے گو کہ درِ توبہ کُھلا ہوا تھا، اصلاحِ نفس کر لیتے لیکن توبہ کی توفیق نہ مل سکی اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا قوم غرقِ آب ہوئی کسی پر آگ کے شعلے گرے کہیں زمین اُلٹ دی گئی کہیں زمین دھنس گئی، کہیں طوفان آیا کہیں زلزلے آئے کہیں قوم پر قحط پڑا لیکن اس سے بھی انہوں نے کچھ سبق نہیں سیکھا اور یہ آفت ناگہانی بدکاروں پر دیکھتے ہی دیکھتے آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے اس سے محفوظ رہتے ہیں حزن وملال تو نیک بندوں پر بھی آتی ہے لیکن بطورِ سزا نہیں بلکہ یہ تو مؤمن کے لئے انعام کی صورت ہے مصیبت اور رنج والم کا بار نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

اَنبیاء دنیاوی ضرورتوں کے لئے مَبعوث نہیں ہوئے۔

اے اہلِ آرزو!..... علم خاص صرف اللہ تعالیٰ ہی کا وصفِ خاص ہے اُمت اس بات پر متفق ہے کہ جس قدر علم علوم باری تعالیٰ کی طرف سے پہنچے ان تمام کے مجموعے سے زیادہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوئے اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ "میں غیب کا علم رکھتا ہوں" مجھ پر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوتا ہے انبیاء دنیاوی ضرورتوں کے لئے مبعوث نہیں ہوئے کہ وہ لوگوں کی فرمائشوں کی تکمیل کریں بلکہ اُن کی بعثت کا مقصدِ خاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیام کو لوگوں تک پہنچایا جائے اور اہلِ ایمان کے لئے نویدِ مسرت، اور مُنکرینِ حق کو عذاب سے محفوظ رہنے کا راستہ دکھایا جائے، ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے جس کو توفیقِ نعمت مل گئی اصلاحِ نفس کی، ان کو نہ ماضی کی فکر ہے اور نہ اپنے مستقبل کے انجام کا ڈر اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کی ایسے لوگوں کا مقدر عذاب کے سوا اور کیا ہے۔

توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو۔

اے صاحبِ حُسن وعشق!..... قرآن کا حُکم سنو! سب کو ربّ کی طرف رجوع ہونا ہے تقویٰ کو شعارِ زندگی بنالو، تقویٰ اور

Marfat.com

نیکی کو ہی معیار انسانیت وشرافت قرار دیا گیا ہے جو شخص ایمان وایقان اور اخلاق میں انسانی معیار کے مطابق اپنی زندگی کے شب وروز بسر کرے وہ قابلِ عزت اور لائق توقیر ہے اطلس وحریر کے لباس پیرائن بدن میں پہنے ہوئے لیکن اگر دل کے اندر اللہ کے ذکر کا نور نہیں ہے تو یہ قلب خالی اور ویران ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ جس کے جسم میں گو کہ کم قیمت لباس ہے مگر دل میں تجلّیاتِ باری تعالیٰ کی روشنی جلوہ گر ہے۔

اے صاحبو! کیا تمہاری عقل اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اپنا شکر ادا کرنے والے بندوں کی آہوں کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا، وہ زندگی کے لمحے جو یادالٰہی میں بسر ہوئے وہ رات جو اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار میں کٹ گئی وہ دن جو طالب رضائے الٰہی کی خوشنودی میں گذر گیا "تیرے چارہ گر کو نوید ہو" کے مصداق جان لو! سمجھ لو! دیکھ لو! ربّ جلیل نے تم پر رحمت کرنے اور تمہیں نعمتِ لطف وکرم سے سرفراز کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے کس قدر لطیف بات ہے اگر بتقاضائے بشریت خطا سرزد ہو جائے، جانے میں انجانے میں، نادانی سے، تو درِ توبہ کھلا ہوا ہے فوراً توبہ کرو اور اپنی اصلاح کرلو،

ع　توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو　☆　سجدے میں جبینوں کو جھکایا کیوں نہیں کرتے

توبہ کیا ہے! بس یہی وہ جو کچھ ہو چکا ہے، اس پر ندامت اور پشیمانی اور آئندہ کے لئے اصلاح کی توفیق اس لئے حمد وتسبیح حق سبحانہٗ تعالیٰ اور استغفار کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

چنانچہ آیت ۳ سورۃ النصر پارہ (۳۰) عَمَّ میں ارشادِ ربی ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

"تو اپنے اللہ کی تسبیح بیان کرو، حمد کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

مؤمن اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بے حد بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے تو یہ بات کرنے کی جسارت کرر ہا ہوں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... منکرین حق کو بتادو، "مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے منع کیا گیا ہے تمہاری بے بُنیاد باتوں کو تسلیم کرنے سے، مجھے تمہاری خواہشوں کی تکمیل منظور نہیں اگر باطل عقائد کو مان لیا جائے تو گمراہی میں مُبتلا ہونا پڑتا ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں سب کو رَبِّ جلیل کی طرف رجوع ہونا ہے اللہ کے رسول ﷺ کا اختیار مُعجزہ دکھانا اور عذاب نازل کرنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی ہیں وہ عدل وانصاف سے فیصلہ کرنے پر قادر ہے انسان کو جو علم عطا ہوا ہے وہ محدود ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے نافرمانوں کی سیاہ کار کو کس پر کس گھڑی اور کس قسم کا عذاب اُتارا جائے اور کس وقت عرصہ مہلت دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے مُعجزے شق القمر سے لے کر ہجرت کے بعد غزوۂ بدر سے فتح مکہ تک کے واقعات سے ثبوت مل رہا ہے مُنکرین حق اور تکذیب کرنے والوں کا نام ونشان تک مٹ گیا چنانچہ آیت ا سورۃ الفتح پارہ (۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

Marfat.com

''اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتحاً مُّبِیْناً'' بے شک ہم نے آپ ﷺ کے لئے روشن فتح فرمادی اِنَّا فَتَحْنَا صلح حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ کو اس آیت کے نزول سے مسرت ہوئی اور صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دی۔ (بحوالہ: بخاری، مسلم، ترمذی)

کائنات کے اسرار و رموز کا علم ابھی تک کسی کو پتہ نہیں ہوا، لیکن ایک دن ان کا ظہور میں آنا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے غیب کی باتوں کا علم تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیا کچھ خشکی میں آیا ہے اور کیا کچھ زمین کی تہہ اس کے اوپر ہے سب کی کیفیات اور حقائق تو اللہ کو پتہ ہے رموزِ باری تعالیٰ کی ایک جھلک تو دیکھو، جب تم عالم نیند میں ہوتے ہو تو تمہاری احساس فکر، سوجھ بوجھ اور تمہاری کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسا کہ تم مردہ ہو اور جب نیند سے بیدار ہوتے ہو تو وہ سوجھ بوجھ بحال ہو جاتی ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا یوم قیامت انسان اُٹھائے جائیں گے اور زندگی کے اعمال کا ایک ایک لمحہ اور حرکت سامنے آجائے گی چنانچہ آیت ۵۲ سورۃ یٰسین پارہ ۲۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؐ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ

''کہیں گے وہ ہائے! ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھادیا یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔''

انسانی زندگی کا معاملہ یہ ہے کہ ایک عرصہ قلیل کے بعد وہ ایک مقرّرہ میعاد کے لئے بالکل ہی سو جائے گا پھر اس کو اُٹھایا جائے گا پھر اعمال کی جزاء اور سزا کا عمل شروع ہو جائے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مُبتلا ہونا ہے

اے اہلِ حُسن و عشق!...... اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہو، انسان تو ہر حال میں ضعیف، ناتواں اور محتاج ہے اللہ تعالیٰ نے اُن پر نگراں فرشتوں کا تقرر کر دیا ہے جو بنی نوع انسان کے ہر عمل کو محفوظ رکھتے ہیں ''موت کا ایک دن متعین ہے'' جب موت کا کام پیام آتا ہے روح قبض کرنے کی گھڑی آجاتی ہے تو فرشتے جان لینے میں غفلت نہیں کرتے، سُستی سے کام نہیں لیتے۔ ''ہستی اپنی حباب سی ہے'' کے مصداق روح قبض ہونے کے بعد اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد اعمال کے محاسبہ میں دیر نہیں لگتی۔

اے اہلِ آرزو! ذرا سوچو تو سہی، جب تم غم و آلام میں گھر جاتے ہو سمندر کی موج تلاطم، طوفان باد و باراں کے بھنور میں پھنس جاتے ہو تو کون تمہیں اس مصیبت یا اُفتاد سے نجات دیتا ہے وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور عجز کے ساتھ اپنی پشیمانی اور ندامت احساس کا اظہار کرتا ہے پھر سچی توبہ کے ساتھ اقرار عہد ہوتا ہے اس بار اس آفتِ جان سے چھٹکارا مل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں گا لیکن جب مصیبت سے نجات ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک میں مُبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے اقرار وفا سے منحرف ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارے دور کی علامت بدنصیبی ہے کہ لوگ باوجود دعویٰ اسلام کے مُصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پُکارنا بھول چکے ہیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں تو کُفر اور مَعصیّت میں مُبتلا رہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور تاثیر گُناہ کے سبب تم آپس میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جاؤ گے، کہیں بارش کا عذاب آیا،

بعض قوم پر آگ برسی اور بعض پر آسمان سے پتھر برسائے گئے فرعون کا لشکر غرقاب ہوا، قوم نوح پر طوفان آیا، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اُلٹ دیا گیا، قارون زمین بوس ہوا، یمن کے گورنر ابرہ پر ابابیل پیغام تباہی و بربادی لے کر اُترے۔

آج بھی قوم رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ کی تکذیب کر رہی ہے حالانکہ یہ قرآن بالکل حق ہے جب دیکھو کہ اسلام کے مخالفین آیات رَبّانی کی تضحیک کر رہے ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے جن لوگوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے ان سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مُبتلا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل راہِ ہدایت ہے، نماز پڑھتے رہنے اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا حُکم ہے۔

اے صاحبِ آرزو!...... دعوتِ توحید تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بے بس اور عاجز ہستی کو اپنا کیونکر بنالیں اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھی راہِ عمل دکھا چکا ہے حُکم ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے جو آدمی غیر اللہ کے آگے سر بسجود ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو انسانیت کی عظمت سے محروم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل راہِ ہدایت ہے بظاہر انسان تو صحرا میں بھٹکتے ہوئے مسافر کی طرح ہے اصل ایمان اصل ہدایت کی طرف گامزن کرنے کی تلقین کر رہے ہیں نماز پڑھتے رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حُکم ہے قیامت کا وقوع پذیر ہونا لازمی ہے اس دن حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم سے بیزاری کا اظہار کیا آپ علیہ السلام نے ستاروں کا مشاہدہ کیا چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا، روشن سورج کو طلوع ہوتے دیکھا، پھر سب غائب ہو گئے ''آخر کار یہ پیام دے گئی ہے مجھے صبح بادگاہی'' کے مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برملا کہا میں شرک کرنے والوں سے قطعی بیزار ہوں میں شرک عظیم میں مُبتلا ہونے والوں کی خرافات کو نہیں تسلیم کرتا کیونکہ ملحدانہ رویہ رکھنے والے اپنے خیالی معبودوں اور دیوتاؤں سے اپنی حاجت کے لئے رجوع کرتے ہیں حالانکہ باری تعالیٰ کی ذات وہ ذات والا ہے جس نے ارض و سماء کی تخلیق کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارے باطل معبودوں کی مجھے قطعی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ حق دکھا دی ہے۔

اہلِ ایمان نے توحید کی شمع منور کی۔

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... یہ بات اچھی طرح جان لو، جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے بچا لیا اور خالص توحید کی دعوتِ حق قبول کی اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات رنگ و بُو میں بلند درجات سے نوازا اُن کی توقیر ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سرفراز کر دیتا ہے۔ اہلِ ایمان نے توحید کی شمع منور کی، حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے برگزیدہ انبیاء نے بڑی بڑی سلطنتوں کی حکمرانی کی اس کے باوجود جادۂ حق اور عدل و انصاف کی شمع فروزاں کرتے رہے اُن کی راہ میں کٹھن ساعتیں آئیں آزمائش اور جسمانی تکالیف سے دوچار ہوئے لیکن صبر و استقلال اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑا ان انبیاء کی ذرّیت میں دیگر انبیاء اور اعلیٰ مرتبت صالحین آئے ان کا دین توحید تمام نبیوں اور رسولوں کا مشترک دین ہے اگر یہ صالحین بھی کہیں شرکِ عظیم جیسے ظلم میں مُبتلا ہو جاتے تو اُن کی بھی

سورۃ الانعام رکوع ۹ آیت ۷۱ تا ۸۲ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۱۰ آیت ۸۳ تا ۹۱ کا خلاصہ

Marfat.com

سعی رائیگاں ربرباد ہو جاتی۔

اے صاحبِ آرزو! اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے کتاب، حکمت اور نبوت کی نعمتوں سے اہلِ مکّہ کو سرفراز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یہ کلام حق وصداقت ہے تین امتیازی انعامات انبیاء کرام کو اپنے اپنے دور میں عطا ہوئے۔(۱) کلام الٰہی۔ (۲) حُکمِ حق کا فیصلہ صادر کرنے کی صلاحیت۔ (۳) نبوت۔ اگر لوگ ان نعمتوں کو نہیں مانتے تو باری تعالیٰ اپنے دین کی استقامت اور حمایت کے لئے دوسرے گروہ کو لے آئے گا یہ بڑی سعادت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جلوۂ فگن ہونے کی وجہ سے دین کامل اور اکمل ہو گیا لیکن بد بخت لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی شکر گزار ہونے کی بجائے اس کو جھٹلایا۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۱ آیت ۹۲ تا ۹۵ کا خلاصہ

قرآن گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں بیان ہوئی ہے۔

اے صاحبِ حُسن وسرور!...... قرآن گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں بیان ہوئی ہے ذرا اہلِ یہود کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب سے نوازا گیا اُن کی اُمّت کے لئے راہِ ہدایت تھی جس کو آج اس کے ماننے والوں نے کچھ حصوں کو چھپالیا اور کچھ کو ظاہر کیا قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں بنی نوع انسان کی فلاح وصلاح کے لئے سب کچھ موجود ہے اب اس کو پڑھنا ہے اور ہدایت نور پانا ہے۔ بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہے جو خالقِ کائنات پر بُہتان لگائے، ایسے لوگوں کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ انسان کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ حرص وہوس کی خواہش میں مُبتلا رہتا ہے اور یہی طلبِ حرص وطمع اس کو راہِ حق کی جانب آنے میں مانع ہوتی ہے جو لوگ طلبِ دنیا میں مال وزر کے متلاشی ہوتے ہیں اور جائداد بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مال وزر کی زیادتی پر نازاں رہتے ہیں کثرت اولاد پر اتراتے ہیں، موت کے آتے ہی یہ سب عیش وطلب ختم ہو جاتا ہے اور پھر سب کو تنہا ہی اکیلے اکیلے رَبّ کے حضور پیش ہونا ہے اس طرح جس طرح انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا تھا اور موت کی آغوش میں آنے کے بعد نہ ان کی دولت وثروت کام آئے گی اور نہ عزیز واقارب اور اولاد ان کی مدد کر سکے گی، بس عقائد اور اعمال ہمراہ ہوں گے پھر حمایت ونصرت کے تمام مراسم ختم ہو جائیں گے اور جو باطل معبود تھے وہ دنیا میں رہ گئے گویا تعلیمات نبوّت کے مقابلے میں جو اوہام باطل بنا رکھے تھے وہ سب تباہی سے دوچار ہو گئے اور کوئی کام آنے کا نہیں۔

رکوع ۱۲ آیت ۹۶ تا ۱۰۱ کا خلاصہ

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، شیطانوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ سب کی تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... ذرا آسمان کی طرف نگاہِ مُلتفت تو کرو پتہ چل جائے گا باری تعالیٰ ظُلمتِ شب سے سپید وسحر کی تخلیق کر رہا ہے یہ کس قدر احساس لطیف کہ رات کی تاریکی میں انسان راحت پاتا ہے، گردشِ شمس وقمر ایک حساب سے مقرر ہے، گویا نظامِ شمسی اور نظامِ قمری سے لوگوں کی رہنمائی ہو رہی ہے یہ تمام تر نشانیاں دعوتِ غور وفکر کی راہ بتا رہی ہیں سوچنے کی بات ہے ہمیں کس نے تخلیق کیا ہمارا وجود ایک جان سے معرضِ وجود میں آیا، ہمیں ایک عرصہ تک ماں کے شکم میں رکھا، ہماری نشو ونما ہوئی گردش لیل ونہار ہوتی رہی اور انسان بڑھتا گیا، عقل آتی گئی تو عقل وخرد کا شعور بیدار ہوا

Marfat.com

پھر دُنیا رنگ وبُو میں ایک عرصہ مقررہ تک قیام رہا اور موت کی ساعت آگئی قبر ٹھکانہ بنی، پھر ایک عرصہ تک لحد میں رہنے کے بعد دوسری بار حیات پاگئے پھر عمل حساب وکتاب ہوگا آخر کار بہشت یا جہنم ہماری مستقر قرار پائے گی جہاں دائمی قیام ہوگا یہ تمام حقائق دیکھ کر بھی لوگوں کو کیا ہوگیا ہے شیطانوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ سب کی تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

"زندگی آمد برائے بندگی ☆ زندگیِ بے بندگی شرمندگی"

اے صاحبِ آرزو!...... تمام مخلوقات نگاہیں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن باری تعالیٰ سب کو لطیف نگاہوں کو دیکھ بھی رہا ہے اور وہ ہر شے پر محیط ہے "تجلّی تیری ذات کا یہ سو بہ سو ہے" کے مصداق ہے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مظہر ارض وسماء ہے اللہ تعالیٰ نے بغیر نمونہ کے اُن کا بنایا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہئے، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کو ہر شے کا ادراک ہے، اللہ ہی ہمارا ربّ ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی اختیار کرنی چاہئے، ہماری زندگی کا مقصد بھی اطاعت بندگی ہے تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ ع

زندگی آمد برائے بندگی ☆ زندگی بے بندگی شرمندگی

اللہ تعالیٰ کو کوئی آنکھ نہیں سیکھ پاتی یہ تو سیدھی سی بات ہے چشم ظاہری سے دنیائے رنگ وبُو میں دیدار باری تعالیٰ ممکن نہیں ہماری نظر دیدار الٰہی نہیں کر پاتی تو اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں تم اللہ کے طالب بننے کا عزم کرو وہ تمہیں خود پالے گا ہمارے پاس توحید کے علم وعرفان اور آگہی کا نور آگیا ہے جو سرچشمہ فیضان رحمت اور نورِ ہدایت سے دور رہا اس کا وبال اسی پر ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ علمِ حقیقت کے عرفان راز سے آشنا ہونے کے دو ہی طریقے ہیں ایک وہ راستہ جو رَبِّ جلیل نے وحی قرآن عطا کر کے دیکھا دیا، بتا دیا، سمجھا دیا، جو مشکوک اور شُبہ پر مبنی رَاہ سے بچا رہا اور حکم باری تعالیٰ پر عمل کر کے ایمان لے آیا وہ کامیاب اور کامران رہا۔ رہا دوسرا طریق جو خواہشات نفس کی تکمیل کا راستہ ہے جو حقائق باطل اور شرک کا راستہ ہے اب انسان کا فرض عین ہے کہ وہ نیکی کی راہ اپنائے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش رہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اگر چاہتا تو زمین میں کوئی مشرک اور گمراہ نہ رہتا لیکن انسان کو اختیار مل گیا ہے چاہے نیکی اپنا کے اَجر پائے چاہے مَعصیت اپنائے اور گمراہی میں مُبتلا ہوجائے کسی سے کسی کے جُرم اور عمل کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا ہر ایک اپنے اپنے عمل کا خود ذمّہ دار ہے۔ "برتر زاندیشہ سود وزیاں ہے زندگی" کے مصداق، سود وزیاں کو سمجھنے کا کام تو انسان کا ہے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہدایت پالینا ہمارا کام ہے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے عقیدہ ایمان سے منحرف ہوتے ہیں انہیں اُن کے حالت زار پر چھوڑ دیا جاتا ہے ان کے معبود باطل کے دل، زار، لب ولہجہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں مؤمن کی زبان اور عمل سے کسی دوسرے کی تحقیر نہیں ہونی چاہئے ہر ایک مہلت عمل کے لئے مدّت درکار ہے ایک دن تو مقرر ہے اس دن سب کے سامنے حق وصداقت کا راز آشکار ہوجائے گا کس نے نیکی پائی، ہدایت پائی اور کون

سورۃ الانعام رکوع ۱۲ آیت ۱۰۲ تا ۱۱۰ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۱۱ آیت ۹۲ تا ۹۰ کا خلاصہ

Marfat.com

اَجر کا مستحق ہوا اور کس نے معصیت اختیار کی اور سزا پائی۔

قریش مکہ کی بھی فطرت عجیب تھی محمد رسول اللہ ﷺ سے معجزات اور نشانیاں طلب کرتے تھے تاکہ وہ ایمان لے آئیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری خواہش طلب پر معجزہ کا اظہار کرنا میرے بس کا اختیار نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار کل ہے وضاحت اس بات کی، کی گئی ہے کہ ان کو معجزہ دکھا بھی دیا جائے تب بھی وہ ایمان لانے کے نہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے معجزے دیکھنے کے بعد بھی گوسالہ پرستی اپنائی، جن لوگوں کو حضرت محمد ﷺ کی الفت متاثر نہ کرسکی جو قلب حضور ﷺ کی محبت وشفقت سے محروم رہا جس کی نگاہ جمالِ مصطفیٰ سے متاثر نہ ہوسکی تو ایسے محروم سعادت لوگ، اپنے جُرم کی سزا کے لئے گمراہیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

الحمدللہ پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا اختتام پذیر ہوا

محمد حفیظ خان

الرقوم ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

مطابق ۵ ستمبر ۲۰۰۷ء

تمت

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ2002/338

تاریخ: ۲۱/۲/۲۰۰۷

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۷) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کردی گئی۔
اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کردی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رموز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہوجاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنادیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہوجانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہوگی۔ وقف ووصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہوجائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرائمر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہوجائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہوجائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقفِ جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رَمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہوجائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصَلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصَلُ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِیْلَ عَلَیْهِ الْوَقْفَ ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدیُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔ یُوْقَفُ عَلَیْهِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

∴...... یہ 'نقطے' تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقَه) 'معانقہ' یا مُرَاقَبَه کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' ∴ '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نُقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نُقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نُقطوں پر وصل کیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

احوالِ واقعی

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! تفسیر عزیزی کا پارہ وَاِذَاسَمِعُوْا (۷) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیر مطالعہ ہے۔اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیق سے حسبِ وعدہ پارہ ہفتم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت،میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا،آپ کی کرم نوازی اور عنایت کا خلوصِ دل اور عقیدت سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔جزاکم اللہ

رمضان المبارک کی آمد ہے،رحمت کی گھٹا آگئی،رحمت کی گھٹا چھا گئی،چاروں سمت رحمت،ہر سمت رحمت،ہر ساعت رحمت،ہر لحہ رحمت،لحہ لحہ انعام کا،فضا میں رحمت،دل میں سرور،ذہن میں لطافت،آنکھوں میں ٹھنڈک،دماغ میں فرحت،دل میں کیف وسرور،طبیعت میں سکون،مزاج میں گرمیِ ایمان،قلم میں صداقت کی روشنی،رمضان المبارک کی آمد مبارک،عشرۂ رحمت،رحمت کُشا ہے،عشرہ مغفرت سے پُر اُمید ہوں کہ مغفرت مقدر ہوگئی قرآن کا اعجاز کہ نارِ جہنم سے نجات مل گئی،صد شکر! سبحان اللہ،دَرِتوبہ کُھل گیا توبہ کی توفیق ہوئی دل مضطر بارِعصیاں سے لرز اُٹھا،آنکھ نمناک ہے نگہ آلودہ گناہ ہے،دلِ حزیں مطمئن ہے،قلب ونظر میں رمضان کی برکت کا احساس ہے ذوقِ عرفان فہم قرآن میں گُم ہے شوقِ قرآن تلاوت کی سعادت لئے ہے،لب پر قرآن،دل میں قرآن،ہاتھ میں قرآن،سوچ کے لمحات میں قرآن،فکر میں قرآن،شبِ قدر کی گھڑی میں یہ قرآن کے پڑھنے سننے کی سعادت،فضا معطر،جشنِ نزول کی فضاؤں کو سلام۔

اے اللہ ﷻ! اپنی رحمتِ خاص،الطاف ونوازش سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین ثم آمین۔

اے ذُوالجلال والاکرام! جن دیگر نفوسِ قدسیہ کی مُتبرّک تصانیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی اَزْواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمی نزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمائیے۔آمین

یااللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ مند فرمائیے! اور جنھوں نے فکری وعملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں،احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر،جنھوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

المرقوم

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق نومبر ۲۰۰۷ء

۱۸/۹۲۷ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی،پاکستان

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......**کلمہ**: ہر بامعنیٰ لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔

(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب)، مَاءٌ (پانی)

(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنیٰ کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، یَذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔

فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی

(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِیْ (میں)، مِنْ سے، کَ مانند، عَلٰی پر، اِلٰی طرف، عَنْ سے، حَتّٰی تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِی الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَی الْبَیْتِ گھر تک، عَلَی الْمَلٰئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......**حرکاتِ عربی**......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشدّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مُشدّد ہے۔

(۱)......رَفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کِتَابُ یا کِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کِتَابُ کِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔

(ب)......نَصْب، فَتحه: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنْصُوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَةَ، رَحْمَةً، میں ر، م، اور ۃ مفتوح ہیں اور رَحْمَةَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔

(ج)......جَر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مَجْرور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسِ نَفْسٍ۔

(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ یَفْتَحْ۔

۳)......**مذکّر اور مؤنث**: ہر اسم ان دو حالتوں مذکّر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَاَةٌ عورت۔ حُسْنٰی، خوبصورت عورت۔

۴)......**واحد تثنیہ اور جمع**، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَةٌ، عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔

(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَیْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَیْنِ۔

(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا یْــــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِیْنَ، (بحالت نصب و جر) مُؤمِنٌ سے مُؤْمِنِیْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

Marfat.com

(ج)..... جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ یا اصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیرو تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ/ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو "سماعی" کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیْفَۃٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَۃٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلافِ قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)..... قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کلیہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)..... مرکبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکب بنتے ہیں، مرکب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکب تام: مرکب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰہُ لَطِیْفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکب ناقص: مرکب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات اُدھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت/خوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ، صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، بڑا رشدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صفت بھی واحد ہوگی۔ مرکب اضافی وہ مرکب ہے جس کے دونوں جز و اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰہ مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)..... اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدم تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ، (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)..... اَسماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، ھٰذَا کِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتَابُ ان دونوں مثالوں میں ھٰذا اور ذٰلِکَ اسماءِ اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)..... اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صلہ ہے۔

۱۰)..... مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادّہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو در حقیقت صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادّہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبَدَ مادّہ ہے جب کہ عِبَادَۃٌ /عبادت کرنا، تَعْبِیْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادّہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)..... فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن او تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس

Marfat.com

کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب رحاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب رحاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ روہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مونث اَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، رکروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یُعَلِّمُ روہ سکھاتا ہے یُعَلَّمُ روہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)...... فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ اس میں "ا" نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِیْ تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا رتم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا رتم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ رتم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر؛ یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِیْ تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد رر دو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)...... مُعرب ومبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَۃٌ یا رَحْمَۃً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)...... فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں "مَا" لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَھَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)...... اسم مشتق وجامد: وہ اسم جو مادّہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسبِ ذیل قسمیں ہیں۔

اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفصیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرفِ زماں، مکان۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفصیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)...... کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، اَیٌّ، کَیْفَ، اَنّٰی۔

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- (۱) پارہ اوّل ...... الٓـــمٓ
- (۲) پارہ دوئم ...... سَیَـــقُـــوْلُ
- (۳) پارہ سوئم ... تِـلْكَ الـــرُّسُـــلُ
- (۴) پارہ چہارم (۴) ...... لَنْ تَنَالُوا
- (۵) پارہ پانچ (۵) ...... وَالْمُحْصَنٰتُ
- (۶) پارہ چھ (۶) ...... لَايُحِبُّ اللّٰهُ
- (۷) پارہ چھ (۷) ...... وَاِذَا سَمِعُوا

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا .... (زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر کنز حزی

پارہ (۷) وإذا سمعوا

محمد لقیط خان

Marfat.com